خدا بخش لائبریری

جرنل

پٹنہ

۱۰۰

1995ء
اردو

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

خدابخش لائبریری

جرنل پٹنہ

Khuda Bakhsh Library
Acc. No. 115767
Date 15·2·96

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

رجسٹریشن نمبر: ۳۲۴۲۴/۷۷
شمارہ : ششو

سالانہ : ۳۰۰ روپے
: ۶۰ ڈالر ایشیا، ۲۰ ڈالر غیر ملک

اس شمارے کی قیمت: پچھتر روپے

۱۹۹۵ء

مصطفےٰ کمال ہاشمی نے پاکیزہ آفسیٹ، شاہ گنج پٹنہ میں چھپوا کر خدا بخش لائبریری، پٹنہ سے شائع کیا۔

کچھ اس جرنل کے بارے میں

خدا بخش صدی یادگار تقریبات کا پانچ سالہ پروگرام بنایا گیا تھا جو ۱۹۹۱ء میں شروع ہوا اور ۹۵ء پر ختم ہو رہا ہے۔ اس میں یہ طے ہوا کہ متعدد اہم کتابیں شائع کی جائیں۔

اس میں یہ تجویز بھی ہوئی کہ جرنل کا وقفہ اشاعت ماہانہ کر دیا جائے اور اسی اعتبار سے ۱۹۹۱ء سے شمارہ نمبر گنے جانے لگے لیکن، چونکہ یہ عملاً ممکن نہ ہو سکا کہ جس نوعیت کا یہ پرچہ تھا اس کے معیار کو برقرار رکھتے ہوئے اسکی ماہانہ اشاعت میں تسلسل رہے، اس لیے وہ شائع تو تماہی ہوتا رہا لیکن شماروں کی گنتی میں اُسے ماہنامہ تصور کیا جاتا رہا یعنی جنوری تا مارچ کے پرچے کو جنوری، فروری، مارچ گنا گیا اور تین پرچے شمار کیے گئے جبکہ واقعۃً وہ ایک ہی تھا۔ یہ سلسلہ ۱۹۹۴ء کی پہلی تماہی تک چلا۔

۱۹۹۴ء کی دوسری تماہی سے یہ خیالی سلسلہ واقعیت کی طرف مڑ گیا یعنی شمارہ ۹۶ سے ہر تماہی نمبر گنتی میں ایک ہی شمار کیا گیا۔ گویا نمبر ۹۶ سے یہ پھر اپنی اصل کی طرف لوٹ گیا ہے۔

ایک بات اور بھی، دس سال تک کے شماروں کا حساب مالی سال سے چلتا رہا۔ ۱۹۸۷ء میں ایک فاضل شمارہ، نمبر ۴۴ مالی سال ۱۹۸۸ء کی پہلی تماہی میں دینے کے بجائے ۱۹۸۷ء کی آخری تماہی کے ساتھ دیدیا گیا تاکہ مالی سال کا حساب رکھنے کے بجائے عام تقویم جنوری تا دسمبر کا سادہ سا حساب جرنل کی اشاعت میں بھی قائم رکھا جائے۔

خریدار افراد اور اداروں کے لیے یہ دونوں نکتے کوئی مسئلہ کبھی نہیں بنائے گئے اور انہیں ایک سال میں چھ شمارے باقاعدہ ملتے رہے، گو یہ وہاں یہ تماہی ہی بنا رہا اور اس لحاظ سے اس کا چندہ بھی چلتا رہا۔ تاہم یہ تفصیل دینی اس لیے ضروری تھی کہ نمبروں کی گنتی جو ۱۹۹۱ء سے ایک کو تین میں بدلی وہ صرف تخیلی ہی سمجھا جائے کہ اب جرنل پھر اپنی اصل پر واپس آ چکا ہے۔

چار شمارے ہر سال پیش کیے جاتے رہے اور شروع میں جب 75/- رُپے سالانہ قیمت تھی تو ہزار صفحات کے بعد اور جب قیمت 300/- رُپے سالانہ ہو گئی تو تقریباً دو ہزار صفحات کے لگ بھگ خریداروں کو دیے جاتے رہے ہیں۔

شمارہ ۴۴ تک مالی سال کا حساب چلتا تھا تو ہم ۴ شمارے دیتے تھے، یہ ۱۹۸۷ء کی بات ہے۔ اسی سال ہم نے ایک شمارہ زائد دیکر مالی سال کو عام تقویم میں مدغم / تبدیل کر لیا۔

اور پھر ۱۹۸۸ء سے یہ سال بہ سال چلتا رہا۔ لیکن بس انتظار رہا کہ نمبر ایک تمامی کے بجائے تین مہینوں کے بڑھتے رہے یعنی ایک یہ تین تا آں کہ ۱۹۹۴ء کی دوسری تمامی سے تکمیل پھر واقعیت کی طرف مڑ گیا۔ یہ بات ابھی تک ریکارڈ میں نہیں آئی تھی، آجانی چاہئے تھی۔ تاخیر سے بھی معذرت کے ساتھ آجانی چاہئے۔

——— مدیر

جدید غزل گو

۱۹۸۵/۱۹۹۵ء کی ایک دستاویز

حرفِ چند

۱۹۸۴ء میں اس سلسلے کی پہلی دستاویز "جدید غزل گو ۱۹۴۱ء کی ایک دستاویز" کے نام سے پیش کی گئی تھی جس میں مندرجہ ذیل شعراء کی اپنے ہاتھ کی لکھی غزل، اپنی خود نوشت سوانح عمری، خود اپنا کیا ہوا انتخابِ کلام شامل تھا اور ایک تصویر بھی:

① آرزو لکھنوی ② آسی الدینی ③ اثر لکھنوی ④ احسان دانش ⑤ علی اختر اختر ⑥ اختر شیرانی ⑦ امید امیٹھوی ⑧ بیخود دہلوی ⑨ تاجور نجیب آبادی ⑩ ثاقب لکھنوی ⑪ جمیل مانکپوری ⑫ جگر مرادآبادی ⑬ جوش ملیح آبادی ⑭ حسرت موہانی ⑮ حفیظ جالندھری ⑯ دل شاہجہانپوری ⑰ روش صدیقی ⑱ پنڈت امرناتھ ساحر دہلوی ⑲ سیماب اکبرآبادی ⑳ فانی بدایونی ㉑ فراق گورکھپوری ㉒ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی ㉓ ملوک چند محروم ㉔ آنند نرائن ملا ㉕ ناطق گلاوٹھوی ㉖ ناطق لکھنوی ㉗ نوح ناروی ㉘ وحشت کلکتوی ㉙ یگانہ چنگیزی ㉚ آزاد انصاری ㉛ افسر میرٹھی ㉜ سائل دہلوی ㉝ مخمور لکھنوی۔

اسوقت کے سبھی اہم غزلگو اس دستاویز میں آگئے تھے سوائے اصغر گونڈوی اور اقبال سہیل کے۔

اب جو ہم ۱۹۴۱ء کی مانند ۱۹۸۵ء میں ایک ایسی ہی دوسری عصری دستاویز کا منصوبہ بنا کے نکلے تو ۱۹۹۵ء آگیا اور ہنوز روزِ اول است۔

دوسرے یہ ہوا کہ جب تک یہ منصوبہ بنے بنے نہ عدم رہے نہ شاد عارفی نہ راز یزدانی نہ بسمل سعیدی نہ عندلیب شادانی نہ عبدالحمید حیرت نہ ادیب سہارنپوری نہ عرش بھوپالی نہ قابل اجمیری نہ ساحر لدھیانوی نہ بھیا احمد نہ دکن کے مخدوم، شاہد صدیقی اور خورشید جامی، نہ پاکستان کے شکیب جلالی اور اطہر نفیس فیض بھی نہ رہے۔

ادھر وہیلچیئر، جاں نثار اختر، جمیل مظہری، ناصر کاظمی، جاوید کمال، تھک تھک کر اس راہ میں آخر ایک ایک ساتھی چھوٹ گیا! معصوم رضا راہی اور اختر الایمان بنیادی طور سے نظم کے شاعر ہے اگرچہ راہی کی غزلیں بھی ہیں، پروین شاکر نے اپنے کلام کے تین مجموعے بھیج دیئے تھے اور بس اتنا کیا کہ صفحے انتخاب کلام کے حوالے جا بجا موڑ دیئے تھے، اس لیے ہمیں تامل تو رہا اور ہے لیکن کیا کرتے۔

ایک کوتاہی ہماری رہی یعنی منیر نیازی اور ایک کوتاہی ان کی اپنی یعنی احمد فراز۔ یہ تو فی آئندہ بھی۔

> "صدی کی چوتھی دہائی کے خاتمہ پہ کون سے نمائندہ ترین غزل گو تھے جن کے ہاتھوں آزادی کے آس پاس اردو غزل کس منزل میں تھی" یہ دستاویزی مجموعہ اسی سوال کا جواب ہے۔ دستاویز یہ اس لیے بن گیا ہے کہ "یہ شعر کا خود انتخاب کیا ہوا کلام ہے۔ انتخاب کے ساتھ حالات بھی سب شعرا نے اپنے فراہم کیے ہوئے ہیں خواہ اسے انھوں نے خود لکھا ہو یا دوسرے نے ان کی طرف سے۔ ان شعرا کی اسی زمانے کی تصاویر فراہم کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے اور ہر ایک کی خود نوشتہ ایک تحریر بھی، تاکہ اس کی دستاویزیت اور بھرپور ہو جائے۔"

مندرجہ بالا سطریں ۱۹۴۱ء دستاویز پیش کرتے وقت لکھی تھیں۔

۱۹۹۵ء میں انھیں یوں دُہرا لیں کہ صدی کی آخری دہائی کے خاتمے پہ کون ممتاز ترین غزل گو تھے جن کے ہاتھوں اردو غزل کس منزل میں تھی، یہ دستاویزی مجموعہ اسی سوال کا جواب ہے: یہ شعر کا خود انتخاب کیا ہوا کلام ہے اور خود اپنے لکھے ہوئے حالات، اور ہر ایک کی خود نوشتہ ایک غزل بھی۔ تمام شعراء کی تصویریں بھی فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک ضروری بات۔ شعراء کے خود نوشتہ حالات، انتخاب کلام اور تصاویر ۱۹۸۵ء سے تمام ہنگامہ شروع ہونے سے پہلے جب ۱۹۹۵ء میں جا بجا آپکو [شاعر کی مدد صد] اضافہ کرنا پڑے گا۔ کہیں انتخاب کلام میں، کہیں سوانح میں، تاکہ معلوم ہو کہ یہاں مجموعہ ہائے کلام کی تعداد جو اس عرصے میں دو سو یا تین سو بھی شائع ہو چکی ہوں گی، دوسرے یہ کہ جب یہ کام شروع ہوا تو یہ سب لوگ زندہ تھے اب "یاروں نے کتنی دور بسائی ہیں بستیاں" اجتبیٰ رضوی، "ناہید" حسن نعیم، شاہد لکھنوی اور میکش اس عرصہ میں ہمیشگی میں جا ملے ہیں لیکن انکی یاد ہمارے ساتھ ہے اور ان کے اشعار، افکار ہمیں اور دوسرے لوگوں کے دلوں کو خوشی اور ذہن کو بالیدگی عطا کرتے رہیں گے۔ اسطرح وہ سب بھی ہم میں ہی ہیں، ہمارے بعد آنے والوں میں بھی زندہ رہیں گے! فنکار کبھی نہیں مرتا!

فہرست

- اجتبیٰ رضوی، ۱۰
- احمد ندیم قاسمی، ۱۷
- اختر سعید خاں، ۳۷
- افتخار عارف، ۵۵
- سلام ربانی تاباں، ۶۳
- معین احسن جذبی، ۷۹
- حسن نعیم، ۹۳
- خورشید الاسلام، ۱۰۵
- ساقی فاروقی، ۱۲۵
- سردار جعفری، ۱۴۱
- آل احمد سرور، ۱۵۷
- شاعر لکھنوی، ۱۶۹
- شہریار، ۱۸۱
- شہزاد احمد، ۱۸۹
- ظفر گورکھپوری، ۲۰۹
- عرفان صدیقی، ۲۱۹
- کیفی اعظمی، ۲۲۹
- مجروح سلطانپوری، ۲۴۱
- مسعود حسین خاں، ۲۵۷
- مظفر حنفی، ۲۶۹
- مغیث الدین فریدی، ۲۸۱
- میکش اکبرآبادی، ۲۹۱
- واحق جونپوری، ۳۰۵-۳۱۹

پیشگفتار

غزل کے ایک متوالے (رشید احمد صدیقی) کی زبان سے غزل کی مدح میں جو یہ نثری شعر سرزد ہوئے ہیں اس مجموعۂ فکرِ غزل کے لیے اس سے بہتر دیباچہ شاید اور کہیں نہ ملے:۔

○ غزل کو میں اردو شاعری کی آبرو سمجھتا ہوں۔ ہماری تہذیب غزل میں اور غزل ہماری تہذیب میں گھلی ہے۔

○ غزل فنی ہی نہیں نفسی بھی ہے: شاعری نہیں تہذیب بھی؛ وہ تہذیب جو دوسری تہذیبوں کی نقل نہیں کرتی بلکہ ان کی تصدیق بھی کرتی ہے، کبھی کبھی تنقید و تردید بھی۔ ہندستان نے اردو کے آئینہ میں پہلی بار جمہوریت کی تصویر دیکھی۔

○ غزل کی اہمیت کا انحصار اب اس پر نہیں ہے کہ کبھی اس میں عشق و شباب کی باتیں کی جاتی تھیں یا اس کے وسیلے سے عورتوں سے گفتگو کی گئی یا کی جاتی ہے۔ اس کا احترام اس لیے کیا جاتا ہے کہ اس سے گفتگو کرنی آجاتی ہے۔

○ غزل میں ہمارے یہاں بے راہ روی ملتی ہے، ہر طرح کی بے راہ روی ادبی بھسر کے بے راہ روی! یہ غزل کا تصور نہیں ہے۔ یہ اس راہ رو کا قصور ہے جو اپنی کم رنگی یا کم ظرفی سے رہ گزر کے ترتیب کو منزل تصور کر لیتا ہے۔ ادنیٰ درجے کے لوگوں نے زندگی کی بڑی قدروں کا اس طرح بے حرمتی کی ہے!

○ غزل کی اہم میں جبری بھرتی ممنوع ہے؛ پروپیگنڈا بھی نہیں کر سکتے۔ بہ الفاظ دیگر غزل کے صحیفہ میں وہ غزل، سہ غزل، شہ پارے، اوباشی، فحش، زنا، توبہ استغفار ممنوع ہے۔ ستارہ ہی شکستہ آئینہ ہی سازندہ کا عمل خراب سے کہیں زیادہ غزل کے ہر شعر پر کرنا پڑتا ہے۔ غزل صنف سخن ہی نہیں معیار سخن بھی ہے!

○ غزل میں معاملہ بندی اور عشق و عاشقی کی جو روایت ہے اس میں عاشق اپنے محبوب کی
اچھائیوں کی تعریف و توصیف شوق سے کرتے ہیں لیکن وہ اس کی کمزوریوں کی طرف بھی
اشارہ کرتے ہیں یا بعض اوقت تو خود محبوب ہی اپنے عاشق کو ستانے اور اس کا امتحان لینے کے لیے
اس سے روٹھ جاتا ہے۔ اس طرح محبوب کی کمزوری کے مقابلہ میں عاشق کی کمزوری بھی
ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس طرح غزل میں محبوب کی کمزوری کا اظہار بھی ہو جاتا ہے۔ اس
کے علاوہ بھی غزل میں محبوب کی کمزوریوں کا اظہار کئی طرح سے ہوتا ہے۔ کبھی کبھی
ہو گا یا پھر فن و فن کی زبان کی نام نہاد خوبیوں کا اظہار بھی بعض اوقات بیان کرنے کے لیے
یا بعض اوقات بیان کرنے کے لیے ہو سکتا ہے تو شاعری اور ترقی کے تقاضوں کا احترام کرنا چاہتا ہوا

○ اردو غزل کی شاعری کا اسلوب اور بحر معتقل کرنے میں اردو غزل کا بہت بڑا حصہ ہے۔

○ غزل کا ایک اور خاص وصف یہ بھی ہے کہ اس میں ایک مصرعہ سے زیادہ
مصرعے ترکیب مستعمل ہوتے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ جو باتیں دوسرے اصناف سخن میں زیادہ پھیلا کر بیان
کی جاتی ہیں وہ غزل میں مختصر ایک یا دو شعروں میں ایک ہی مصرع میں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔
چونکہ غزل کے اشعار مختصر ہوتے ہیں اس لیے ہر شعر میں نہایت ہی احتیاط سے موتی پروئے جاتے ہیں
جاتی ہے اور معاملہ میں نسلاں میں خوبی ہوتی ہے۔ چونکہ غزل کے جو عیوب بتائے جاتے ہیں کہ ذیل
ہے۔ اس لیے ہی تو کیا عجب! اردو کے سلیم ساتھ دے تو ان کے بعض عیوب کو بھی نظر انداز کر دیا جائے
اور غزل کی محبوبیت کو پورے طور پر تسلیم کرتے ہوئے غزل کی اس طرح تعریف کریں گے کہ غزل کہتے
ہیں ایک طور پر متعدد مربوط نظموں کا مجموعہ ہوتی ہے!

○ اردو غزل کی مقبولیت میں یہاں اور باتیں معین ہوتی ہیں وہاں غزل کی صحیح، سلیس، شیریں
شستہ اور شائستہ زبان بھی ہے۔

○ اردو ہندستان کی مشترک اور صحت مند تہذیب کی ایسی خوبصورت دلکش علامت ہے اور
اس نے اس تہذیب کو اس درجہ محکم اور پائدار کر دیا ہے کہ اس جدید دلکش پر فتن کا یہ بھی نہیں۔ کہ ہر
ہے کہ ہر ہندو اور ہندو تہذیب و معاشرت ہر ایک کی قدر اور صحت مند صلاحیتوں اور امکانات کو
قدر سے چمکانے میں اردو کا بہت بڑا دخل رہا ہے! اور اردو کو ہندستان گیر بنانے میں

○ ——— اور کہنا ——— ——— ——— ——— ———

○ ——— ——— ——— ——— ———

○ ——— ——— ——— ——— ———

○ ——— ——— ——— ——— ———

○ ——— ——— ——— ——— ———

[illegible] ... کسی [illegible] ... دو
[illegible] ... کا اتنا [illegible] ... ہیں [illegible] ... کا [illegible] ... ہے
[illegible] ... کا [illegible] ... ہے

○

[illegible] ... ہے [illegible] ... ہے [illegible] ... ہے

[illegible] ... ہے [illegible] ... ہے [illegible] ... ہے

[illegible] ... ہے [illegible] ... ہے [illegible] ... ہے

[illegible] ... ہے [illegible] ... ہے [illegible] ... ہے

میرزا ۱۸۱۰ء کے [illegible] ... ہے [illegible] ... ہے [illegible] ... ہ

غالب (۱۸۶۹ء) کے ادبی شعور میں دیر تک مختلف کلیمی اثرات جمع ہوتے رہے۔ ان کے
زمانے کو یہ سوچ کر بات کرنا چاہئے مگر یہ نکتہ بھی تو ذہن میں رہے کہ غالب کا کل نہیں ہے

یہ تو ٹھیک ہے کہ اردو غزل کی عمدی کے آخری دور میں شروع ہو گئی، جب معاشرتی
دین کو جو تشکیلی جشن یکلی ہندو تہذیبی تشکیلی معاشرتی اور دوسری شکلوں پر رسمی
غالب غزل کی عقدت کرنے کی تھی، اور خصوصاً غزل کی اس کو غالب حال کی صورت میں
ہاتھوں روزمرہ کی تبدیلی سے اردو غزل کے

ہے تمنا، گر تو میش عشق ___ تھی ہے آج لذت زخم
کہاں تک ذہن میں یہ تھا گرد کو خط کس کا ہے ___ کل تم نے جی تو اس کے تئیں کس کا ہے
گھبرا گئے ہیں جینے سے ہم ___ اپنا سا شوق اور کوں میں لائیں کہاں سے ہم
دی ہیں یا تاری ہم کو ستم ___ یکھنے ہمارے ہوں ظلم دلرم تھے

ہل تھی کو ہے ___ ہم تھی آرا تھی بھی
___ جو ہم میں بل تھے ہم تھی ہیں تھی

یہ کہنا تو صحت ہی ہو سکتی ہے کہ ان میں سے تصویروں کی تبدیلی سے یکسر ٹھیک نہیں ہے تاہم
کچھ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حالی (۱۹۳۴ء) نے یہ اندازہ کرایا ہے کہ غالب کے اسلوب اور ان کی
خود ان کے عہد کے محاورہ کا اقبال (۱۹۳۸ء) نے جب یہ شعر پڑھا اور اس کی
اس کا آہنگ اس کا اور اس کا سب بدل کر رکھ دیا۔

ذرے یہ کیا ___ تھی ہے تو ایک ذرہ تھی ہے
تھی کسی درماندہ ___ صحرا آرزو ہے تھی ہے
اگر نہ ہو میں ہم آسمان تیرا ہے یا میرا ___ ذرا سا ذرہ ہے تو آفتاب ہے تو
نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر ___ تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

غالب کی غزل کا صحیح طور سے پہلی بار اپنی [illegible] یہ سیاسی عقدت اقبال ہی تھے
رہا اور اسی پر ختم ہو گئی

اقبال (۱۹۳۸ء) کے بعد

سنے نہیں یہ الف لیلیٰ کے ___ مجھی تو ہوگا کوئی ڈھب

نشانِ کوہِ الم دل کی آسمانی ہوئی ___ یہ کون جانے ... ی ہے

بھلا دیا ہے دے ہیں سے ... ئے ___ کسی کو میں اور یاد ... ہے میں نے

... ارادہ پرستی خدا کو کیا جانے ___ نہ بدنصیب سمجھے ... ہو

... چلو تم ... ے خطے زمین کا ___ وہیں رہا محبت سے ... کا

مصیبت کا پہاڑ آخر ... دن ٹوٹ ہی جاتا ___ مجھے ... کرنے سے ... نہیں

جیسے ... ڈبو کھ کے بھی یہ ___ کس قدر ... اطمینان ... مجھے

جو ... سے ملتے کچھ ... دل کا ___ جہاں سے نئی ... کرتی ہے

... پ کا ذہن سے کچھ شنیدہ سہی ___ فریب کھا ... طرح ... دیدہ سہی

خدا کی بات خدا جانے ... کیا جانے ___ پڑھا ہے ... نے بھی ... ہی

ہوا جو بگڑی ... ٹھنڈی کیے چھوٹے گی ___ ہزار شعلہ بیاں سرکشیدہ سہی

مری نظر کی خطا ہو گی یا نگوں کی خطا ___ تمہارے راج میں کانچ ہی برگزیدہ سہی

... ہی جاتا ہے مطلب تری تسرکھ کر ___ تو بندگانِ عزیمت کا آفریدہ سہی

الامین پریس حیدرآباد سے ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا۔ شاعر نے اپنے اشعار کے ساتھ ڈوگھ دیا ہے کہ ان کے بیان کے نقص و شکار ... صورت ابھر آئے۔ ... اس حد تک میں پورے کے لئے پوری طرح آزاد ہو چکی تھی):

ہے تو حق تیرِ عنایت ... کا نشانہ میں ہے ___ اس سے کھل مارا بھی اس کا خوف میں ہے

تمہیں حسنِ حال میں سمجھا کیا ہے ___ اے اللہ بہتر حالت سے

... ہے ... اج نے توڑ ہے ... ہے ___ ... پرواز جلنے کی بات کرتا ہوں

جب بھی یوں کی گردن پر ___ تو ... نے ... کا

... گیا ... جیسے ... قدر ... ___ شیخ ... کسی ... دیسی ... میں

... ہے ... یوں ... ہے ... ___ ... کہ ... ہے ... ہیں

کوئی ... کر سکتا ... ہی ... میں ___ ... ہے ... نہ ... ہے

لیا تھا کیوں تھا یہ سب کو جو کہیے سیر فور کرد
شاخوں پر آنے سے پہلے ہوں گے پھول جھڑ جاتے ہیں
جمد بڑے دوں سے ل کر جینے یہ نہوں کہیے
اپنی بابت نا ہوں کو کیا بے سبب لگ جاتے ہیں

یگانہ کے حمدیہ رنگ بھی تادیر ایسے شعر کہہ جاتے تھے جنہیں پڑھنے والے دیر تک پڑھتا رہ جاتا

فانی جلیلی

رہا ہے تبسم بھی کبھی ہی سہی ___ تجھے سیکھ لینا گلا بھی ہے اچھی
لاستعبے کہ گھٹتا جاتا ہے ___ فاصلہ ہے کہ کم نہیں ہوتا
وقت کرتا ہے پرورش برسوں ___ حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

آداب ترے بزم کے جینے نہیں دیتے ___ دیوانوں کو جینے کی تمنا تو بڑی ہے
دل رسم و رہ شوق سے مانوس تو ہو لے ___ تکمیل تمنا کے لئے عمر پڑی ہے

مجید امجد

جب اک چراغ راہ گزر کی کرن بنے ___ ہر نور کی لطیف جہاتوں سے چھن بنے
یہ کس حسین دیار کی ٹھنڈی ہوا چلی ___ ہر موجۂ خیال پہ صد باسکن بنے
کب تک بھلا کے دل میں نہ بھڑکے یہ شعلۂ نور ___ اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
اس منتہی کے صبر پہ لکھے سلام امجد ___ میں اپنی زندگی میں نہیں دیکھتا جسے
ہاں جب ادھر سے گزرتا ہوں کون دیکھتا ہے ___ میں جب ادھر سے نہ گزروں گا کون دیکھے گا

ناصر کاظمی

ہوا چل رہی ہے شجر ہل رہے ہیں ___ ہمارے لئے سب کے دل ہل رہے ہیں
ہر اک رات اک بات ہوتی ہے لیکن ___ ہمارے سوا سب کے دل ہل رہے ہیں

ابن انشا

یہ باتیں جھوٹی باتیں ہیں ___ ہم نے تم سے لکھی ہیں
بہت ملے تم سے پہلے ___ بہت ملے ہم سے بعد
لیکن اب تک یاد ہے ___ وہ ساعت جو تم سے ملنے کی ساعت تھی

فرق ہے رات رات میں جیسے ___ رات کسی کی بسر نہیں ہوتی
غیر کی دولتِ عشق کی عنایت تو ___ غم پہ رحمت ہے کوئی عار کی بات نہیں
ہم میں تو سو دوں نہیں رہتے ___ کوئی تم سا کہیں ملے کوئی ہم سا کہیں ملے

نشور واحدی

تاریخ جنوں یہ ہے کہ ہر دورِ خرد میں ___ اک سلسلۂ دار و رسن ہم نے بنایا

جمیل مظہری

یہ تیری سانس یہ بجھا ہوا چراغ جیسے ___ اگر اس آگ کو کھلا تاپنے والے ہوتے
موت تاری ہوئی مرتی یہ رفتہ رفتہ ___ تجھ پہ مرنے کے سوا اور تھا بھی رستہ

زیر میں وہ حرم میں وہ طرحِ پردہ زمیں پر ___ جس کی پہنچ جہاں تلک اس کے لئے ہے وہ
آذری بھی حیران ہے اس صنعتِ تراشی پر ___ صورتوں کو توڑا ہے اک صورت بنانے کے

دنیا تمہیں خود ہی ہے بنیاد خدا ہے ___ جانا کیسی ڈھونڈتی ہے سہارا
حرم کو بھی ہنکنے کچھ دوسری صنمِ ارتقا کی ___ وہ پہلا بت خانہ تھا کہ جس کا حرم بنایا

احتیاط رضوی

تو سوزِ غم کی یہ تعلیم ہے تو کیا ___ اس کیسی ہدایت اور بھی ہے جو ہم نہیں سمجھے
تم نے آپ نے ہی دیکھا ہے شعلوں میں ___ طور پر بھی شعلوں میں ہی آپ ہوئے
فتنے جگانے کے دھرم ہیں ___ جاگے لگ کھڑے ہوئے ہیں سلگے کہ ہم نہیں

ھری چند اختر

تو بدر سر حدی کی تم سے تو میں کسی ___ سلگا رہ کر کے آگے دوا ہے وقت آیا

جسٹس ہدایت پیری

تو نے سے غیر کیا عشق سے دور ___ کسی کے لیے اے دوست پریشاں نہ ہوئے ہم
آہ دل کی کہ نقطۂ یک ہی موت ___ بربادیِ دل کے لیے سامان ہزاروں

تو اب وہ ذوقِ طلب ہے تو اب وہ عزمِ سفر ___ رواں ہے قافلہ تسکین راہبر کے لیے
تمام عمر ترا انتظار ہم نے کیا ___ اس انتظار میں کس کس سے پیار ہم نے کیا

محشر بدایونی

ب خوابیں ہی کریں گی رہزنی کا بیعد — حسن دنیے میں جاں ہوئی وہ بیدہ جائیگا

شاہد عشقی

ک زمانے کو رکھا تیسے تعنی نے غلط — سلسلوں کا بات دور تک جاتے

ضیاء جالندھری

میں ہمارا سینچ کر ہر پتھر جیسے پوجا جاتا ہے — بے تکلف سے خاک ازیں تکلف تو ہوں

○

یگانہ زندگی کے حالات میں شاعری کا تو ذکر تھا شاذ ہی ہوا ہے۔ تاہم یہ بات قریب قیاس ہے کہ وہ شاعری کی طرف کم توجہ دیتے تھے۔ ان کی شاعری کو سمجھنے کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ انھوں نے یگانہ روایت کی شاعری کی۔ شاذ وہ خاموش اسپیشلسٹ بنے گئے۔ بہت سے شعروں کے لیے جو ان کی خوش نصیبی سے ان تھے وہ ایسے قریب میں بھی بنے لیے بھی تحریک نوی ہوا ہے [illegible] حسن اور نفسیاتی گہرائی سے بار بھی محبوبہ بھی جس کے لیے [illegible]

ہمارے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ [illegible] مگر [illegible] کے ساتھ ہے اور [illegible] ساتھ [illegible] ان [illegible] کے [illegible] ایک [illegible] ساتھ [illegible] ساتھ [illegible]

[illegible] ہے [illegible] وہ [illegible]
وہ [illegible] ہے [illegible]
[illegible] وہ [illegible]
[illegible] ہے [illegible]

رسب فیہ رکھی ما حرہے کف گلیں بھی ۔۔۔ دے گل بھڑی ، ھلی کی ۔۔۔ بھڑی ہے

جو حیہ سکو نو بلد ۔۔۔ ہ ونی بہت منظر ہو دست ۔۔۔ ۔۔۔ ب ۔۔۔ ی ۔۔۔ روس سے بیٹے

نہ رضت ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

رقیب کی سے جس نے انشا کیا قتیل کو مجلس کی خط بھیجا ہے
کہتے جاب زمیں حق گوئی کے فخر لیسکی قاتل و دلقتہ تیری واہ بھیجا ہے

یہ قصیدہ ۱۲۰ شعر پر مشتمل ہے۔ اس کے شروع کے ۱۰ شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کی تعریف کی ہے۔ اس کے بعد ۱۰ شعر میں

گھر سے دل کے رہم و راہ ہیں ان کی کھیتی تو کاشتا ہی ہیں
آدمی کشتی محبت کا دوست ہیں دوست ہی کر تبیں ہیں

خلق کا وقت جب آئے گا تو سب کے سب ہی لے آئیں گے
ہم محمد از ہے تاروں کا تمال صبح کا ور ہے تاروں کا

میں کب سے گوش بر آواز ہوں بلا بھی سنائے کبھی آواز بھی
یہ کائنات ارے میرے ہمنشیں ہے مگر یہ تراسی وقت کو سہارا بھی

ابتدا ابتدا سے رہی ہیں جیسی طرح کی وقت کی تبدیلی

ہے ہے کہ ہم کو ہے ہے ہے

مرے لب سے مگر لے جب بھی اٹھے
جیسے تیرے لفظوں سے گئے ہیں

یہ دل میں فرق نہ ہوں زندگی
یہ ہونٹ ایک سے کرتے ہیں

یہ کر بھی نہ سکا ہوں کبھی
کھو کر بھی تو رت سے لگے ہیں

تمام رات تمہارے ہی دست بستہ
جس کا جب چاہے رفو کر لے ہیں بازار

کر بھی جیسے اس زمانے میں ہم
بجھتے بجھتے چند لمحے تو جلا جائیں گے ہم

آپ سے قصے جو ملت ہوئی
اس کا قدیب سے اور کیا ہوگا

جس کی سنسار ہو تم
اس نے برسوں تمہیں سوچا ہوگا

ساری دنیا میں بھی تجھ سے
کوئی ہم سا بھی رتبہ ہوگا

نہ ہو تھی تو ہوتی تھی دھوکہ کبھی
کہ ایک چہرہ سے تجھے ہزار چہرے ملے

نہ ہو تے تو اس علاوہ
بخدا تجھ کو خدا لگتا ہے

○

ان تین اشعار سے ظاہر ہے کہ ترنم جی کا راستہ کم از کم ترنم زیادہ ہے۔ ترنم جی کے ہاں ترنم کے بجائے اشعار میں ترنم

سید اعجاز جعفری

[illegible]

سید ضمیر جعفری

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خصوصیت سے [illegible]

جاں نثار اختر

[illegible]

یوں سوچ بھی جاؤں تو کیا یہ ہی مسئلہ تھوڑی ہیں ۔۔۔ تمام رات وہی جاگتی آنکھ ہے مجھے
تو اب آئے تو کیا آج تک آتی ہے ۔۔۔ میرے ہیں پر ترے قدموں کی آہٹ سے
یہ لفظ ترے حسن کی خوشبو میں ڈھلے ہے ۔۔۔ یہ کار یہ دار کسی ہمدرد سے ملے ہے
الفاظ ہیں کی گھڑی ہے ۔۔۔ یہ پہیلی ہیں ہے بڑی ہے
کس عقیدے کی دہائی دیجئے ۔۔۔ ہر عقیدہ آج کے دن کا ہے
زندگی تب سفر کی بات ہے ۔۔۔ جب جینے حوصلے کی بات ہے
میں سوچتا تھا وہاں جائے تو ہوں تو کبھی ۔۔۔ مگر سدھیں وہ گھڑی جل کیے ہیں
دیکھو ترے ہاتھ کا تو لکھتے ہے ۔۔۔ سمندر میں نقطہ دیپ جلانے کے لیے ہے

اردو ادب میں ابھرتے ہوئے نئے لکھنے والوں کی تحریریں

منیر نیازی

کچھ وقت ہے کچھ صبر کچھ تو عافیت ۔۔۔ وہ چیز ہے جیسی ہے سجا کچھ نہیں رکھا
رکھے میں نہ رکھنے میں رکھا ہے کچھ ایسا ۔۔۔ اس نے جسے محلوم ہوا کچھ نہیں رکھا
یہ تو اب بھی کیا ہے کہ سب خواب ہے جیسے ۔۔۔ تعبیر نے پہلے سے سنا کچھ نہیں رکھا

احمد فراز

وہ سب سے ہے مگر ہنسی نہیں ہوتی ۔۔۔ یہ کیا ستم ہے کہ دریا سراب جیسا ہے
کس کس کو بتائیں گے جدائی کا سبب ہم ۔۔۔ تو مجھ سے خفا ہے تو زمانے کے لیے آ
اب تو ہمیں بھی ترک مراسم کا غم نہیں ۔۔۔ پر جی یہ چاہتا ہے کہ آغاز تو کرے
مدت کے بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں ۔۔۔ جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
تو ہے یا ترا عکس مگر شکلیں ہیں جیسا ۔۔۔ دونوں انسان ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں
آج ہم دار پہ کھینچے گئے جن باتوں پر ۔۔۔ کیا عجب کل وہ زمانے کو نصابوں میں ملیں

شکیب جلالی

آئے تھے تو ترے بھی من میں نہ چار کیے ۔۔۔ جتنے ہی بیر کے پھل تھے بس دو اور گئے
تجھ کو گرمئے تو میں ہے ہی تو یوں میں کرن ۔۔۔ جس طرح سایہ دیوار پہ دیوار گئے

یہ ہوا، لفظ میں تلوار سے بھاری تھی
کیوں نہ تجھے ڈھال سے تولا جائے

وقت کی ڈور جدھر چاہے ہمیں لے ڈوبے
کس جگہ کس سر پہ یہ بجلی گرنی ہوتی ہے

کیا کہوں دیدۂ تر یہ تری پہنائی ہے
سنگ کٹ جاتے ہیں، رستان بہا لے گیا

خاک سے بھی یہ تجھے ڈھالتی دیتا ہے
دی کوزہ سے سبو ڈھالتی دیتا ہے

دانی تو چلے سر پھرا ہوا ہے تو
شکر یہ ہے ہی پت ڈھالتی دیتا ہے

ہوا سا ہے ہوگوں کی عیب جوئی کا
ہمیں تو رن بھی سایا ڈھالتی دیتا ہے

یہ ہے ابر ہاتھ اڑاں کا ماں مرے
تمام دشت ہی پیاسا ڈھالتی دیتا ہے

ہمیں پیچھے کے گرامی کے باوجود ایسا
دور کوئی حریرہ ڈھالتی دیتا ہے

وہ دور کا منظر نہ بھیتی تھیں
بس سر رہی کیا کیا ڈھالتی رہتا ہے

مری نگاہ سے چھپ کر کہاں رہیگا وہ
سب تو سب بھی تیشہ ڈھالتی دیتا ہے

ہٹ کے رہ گئی آخر پہاڑ سے قد بھی
رہیں سے ہر کوئی رفیق ڈھالتی دیتا ہے

موج تو سو دکھوں سے بھری ہے تہ بہ تہ
دیکھو تو اک تبسم بھی ہیں ہے جاں میں

ہاتھ میں جس کی ڈھور تھی اس تماشا پر
دیکھ کے جو سکے بھی وہ تیسرے بھی دیکھ

اتر کے بار سے بھی کب سفر تمام ہوا
زمیں پہ پاؤں دھرا تو زمیں پھسلنے لگی

گھر سے پاؤں تو رکھی ہو، ضرور
رستے میں ہو کھڑا تھا وہ مسافر بیٹھ گیا

تو کر قرار کی پردہ ہو میں تیرے
تصویر بنی تھی رنگ چڑھا گیا ہے چٹان پر

یوں رو رہے ہو رامے دیکھ چڑھ گئے
کیا کچھ گیا ہوں سے لہو کا شرار بھی

شب اول الحمد

مٹی ہیں ہی ہمدم تھی خرمن کی سنبلیں
تو کھوب ہو تو تجھے ڈھونڈ لائیں ہم

ہمایوں ہیں کوئی زور آیا تو کیا ہو
تھا مدتوں سے ہاں لاد یہ کھلا ہوا

تو ہی مل بیٹھے ہو کسی شب ہاں ہو
دشت میں پیچھے زنگ تھا ہو لہو سوائی ہوں

تھی سب کس کو گزرگاہ ہاں رہ
تیشے کھوار ہے یہ تری سر ریا سا

[illegible]

جمیل الرحمٰن عشمی

[illegible]

ہے: مسلمات

[illegible]

طغرل

[illegible]

نعمان حسان

ساری کائنات کی بہترین کتابیں — صادق کے سینے میں
ایک صداقت کافی ہے — نئی صدی کے لیے

سلیم احمد

کوئی ہے ازل سے جو حقیقت — میں اس کو زبان دے رہا ہوں
جو فعل ابھی کیا نہیں ہے — میں اس کا گمان دے رہا ہوں
یہ چاہ تھا کہ تھوڑی کچھ دیر — سوا اندر سے پگھلتا جا رہا ہوں
اتنی کاوش بھی رائیگاں ہی کیسے — دیکھیں میرا گرفتار نہ سمجھا جائے

سلیمان اریب

ایک حمام میں تبدیل ہوا ہے دنیا — سب ہی ننگے ہیں کسے دیکھ کے شرماؤں میں
ایک بار کی شہرت ساری عمر جلاتے — میں یوں جو یاتی بھی لوگ رام کہتے ہیں

شاہد صدیقی

[illegible] — بیت بھی بھی [illegible]

خورشید حسن خیالی

[illegible] — اس نام سے [illegible]
قبروں پہ لگائے ہوئے کتبے تو نہیں ہیں — [illegible]
جلتا ہے ایک دیپ سمجھتا ہے ایک بھول — روز ازل سے ہے یہی تخلیق کا اصول

وحید اختر

[illegible] — دنیا میں بھی جنت ہے اگر [illegible]

حسن نعیم

[illegible] — [illegible]
لو جو اٹک سے بھیگی نہ کبھی لوک قلم — وہ نہ تھی کہ کبھی دور نہ جی کا لٹکھ
[illegible] — مرغ چمن بھی اڑ گئے اپنی صدا کا لٹکھ

ہست تیرِ بی کی تاکِ نیک کا ۔۔۔ نقطہ ہر حیدِ حتیٰ ا ۔۔۔ کا الف

میں ہی رختے کے کتیں ۔۔۔ خود بھوپ سرے سے ۔۔۔ کوئی ۔۔۔ تے

بہ خود تیدے ہاتے کہ ناتوے کوئی صبح ۔۔۔ میرِ شب میں ہست پیرے ۔۔۔

یہ کشتیاں، یہ ہوائیں، یہ بادبانی ہیں ۔۔۔ افق کے پار کوئی اور ہی آئے گا

وہ دوست آئے تو میں ان سے یہ کہوں گا ضرور ۔۔۔ فصیلِ شب کا اگر تو نہ قصد رکھیے

ہائے وہ گریے میں زاری کی طرح نصوبا ۔۔۔ غالبہ کی اس فضا میں بادہ جو مکن نہیں

سر پہ رکھو دیتا وہ تاج تو ملک ہوتے ۔۔۔ کہ میں ہی بار ہلاک سر رہنے دیا

ہست ہوئی غزلوں سے گل شورِ گلستاں ۔۔۔ سے حرف و بیاں کس موڑ کو ہے

کیسی کالی رات تھی کیسا کالا دن بیتا ۔۔۔ جو بگولوں سے ڈرا تھا وہ صحرا رہا

کوئی ہو موسم مسافر گل خوشبو ہے ۔۔۔ کوئی در خلت میں نہیں جاتا رہے گا

ایک دن سر سبز پتے کھلے تو عود ۔۔۔ سورج سے روشنی لے آئیے

ساقی و رفیق

ٹوٹ جائے گا کسی تمہاری انگوں کا ۔۔۔ ایسے ہو جائے خاص

ایک تیرا انتظار اب یہ نہیں آتے ۔۔۔ ایک تو قرار وہ ہی

وہ دکھ جو سوچ میں ہے اس کو کاروبار ۔۔۔ میں اس سے

خواب تیرے یہ سب ۔۔۔ میں اس کو

وہ ۔۔۔ یہ ۔۔۔ تو ۔۔۔ کو

جو اہلِ ہجر میں ہوتا ہے ایک دید کی رسم ۔۔۔ ہی

۔۔۔ تو ۔۔۔ ہے ۔۔۔ میں

۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ میں

اک گھر میں گھر کی شمع ۔۔۔ ہے

جیسے ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

سارے موتی جھوٹے نکلے سارے جادو ٹوٹے ___ میری جاں کچھ تو اب کیا کہنا اپنے بارے میں

اظہر نفیس

شمع ۔ اب تیرے چہرے پر ہے یوں لے یوں جاگتے ہیں ___ جیسے ساعت رہیں گے جیلے جاگتے رہتے ہیں

دروازہ کھلا ہے کہ کوئی لوٹ نہ جائے ___ اور ہم کہ سے ہو نہ کوئی یاد نہ رہے ہو

ایک گہرائی ہے دریا میں تیرنے والوں کے لیے ___ تیرا دریا ہو تو ڈوبا بھی بہت دور تک

عشق سے رشتہ عشق کیلئے بھی بہت انمول تھے ___ عشق کی دولت ہوتے ہوتے مفلس و قلاش ہو

جو مرنے سے ہے ہیں ہاں صورت کی تعبیر ___ کچھ تری یاد ہوں کا کچھ یاد ہے سایہ ہو

عشق نہ جیسے تو ہو یہ رستے کا دل ہے ___ کارواں کارواں سے ہو کارواں کارواں سے ہے

ہے یہ ۔ ۔ ۔

حوالہ ایب

وفا اخلاص ، قربانی محبت
ہیں باشندے اسی بستی کے ہم بھی
کیا تھا عہد جب لمحوں میں ہم نے
زلیخائے عزیزاں بات یہ ہے
نہیں دنیا کو جب پروا ہماری
ذرا دیکھو کی برداکیوں کریں ہم
نہ سکھ ہم نے کیوں پہنچے کسی کو
جو اس فصل خزاں پایا کیوں کریں ہم
کسی کو ہم نہ دے سکتے ہیں جب زہر
تو پھر اس کا گلہ کیوں کریں ہم
بزعم خویش ہر ایک زار تو کیا
بھلا اندھوں سے فریاد کریں ہم
ہے بس اب عادتوں کی خانہ پری
وہ رسم شاعل نہیں شکایت ہیں
تو سمجھے نہ سمجھے ناصح ہمنے
کہتے رہے ہیں یہ حقیقت ہیں

تھے خاص یہ وہ جو ابھی یہاں تھا؟
وہ جو ابھی یہاں تھا وہ کون تھا، یہاں تھا
اس کی دید کہے سودا ہمارے سر میں
وہ اپنی نظر میں اپنا ہی اک جہان تھا
ٹوٹا کر کی نہیں ہے یقیں سے
زرخ کے ساں کا صدیوں سے ساں تھا

کبھی ہر لمحہ ہر ذرے سے بھی
کبھی ہر لمحہ ہر ذرے سے بھی
کبھی تو کچھ ہونے سے بھی

احمد مشتاق

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

وہ جو تھا تو چھیڑتے تھے ہر کسے دیتے — کاوش ہے کہ کھوا آنکھوں سے سُنا یا ہی
جس کو ہر خوشی سے جہاں پہ گزرتی ہے — ساحل ہے جہت یہ تھا خوش رہا یا ہی
کچھ ہے مدامت آنکھیں نہیں بھر آئی — کچھ نہیں وہی آنکھوں کے کہیاں کا رنگ
ہوا ہے تو ہی رہ گئے جب ہوں میں — ہے تو ایک تھا یاد کا رنگ ہیں اس کا رنگ
چہ جا دہ تو جیسے بھی ہیت تھے لیکن — تجھ سے ہی تھا پرنگ گئے رسوا کی کو

حسین واصیوری

آئینہ سے رکھا کب کچھ ملاقات میرا — جسی یہ نہت ہوئے جو ہے تھا رکھا کر
ہے تجوزوں کی محبت جیسے خود حسین — تی شاں سا وہ لف تو ہے ہے ہے
ہے یہ رہت ہے یہ ہے حسلا ہو — کیوں بھتے ہیں میں ہے کیا ہے
بھید ہوا ہوں ہوں کیا تم سے — دگر ہم بھی سی رفی تھیں بھلا دیتے

کشور ناہید

وہ جنبی تھا تو بھی سا شب تھے — کس محبت سے بھی ہے یہ حاد تھے
ہیں تھ کی رسمیں تو مجھے تھ سے کیا — تو ہے کے سیکنڈ میں تو ہے عدا تھے
ہے ہی ہے ہیں محبت ہے ہی — ہے ہے ہے ہے آسرا ہی
ہے ہیں ہے ہے ہے ہے ہے — ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہیں ہے ہے ہے ہے — ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے — اس ات میں تو ہے ہے ہے ہے

انور شعور

ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے — ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے — ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے — ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے — ہے ہے ہے ہے ہے ہے

ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے

سبط علی صبا

ذرا رکیے تو کہ میرے بھی گریباں کی ___ یار دوں نے میرے بھی رستے بنا لیے

سلمان اختر

سیکھی نئی زبان وطن سے جدا ہوئے ___ بچے کی ضد کھلونے کی ہو ماں کی گود میں

ٹھہرا خیر پڑے تھے ذرا سے کھلونے ___ سارے جہاں کے بچے گئے اور بڑا ہوئے

مرتضیٰ برلاس

دفعتاً شوں کے لیے میں ہے ہتھیاروں سے ___ تم ہمارا تو نہیں ہو جو یقیں کس کو

ظفر اقبال

اک شعر اب محبت کا لکھا جائے ___ جس کا بجھانے کے آنکھ میں بھی پیار جائے

رسا چغتائی

تیرے آنے کا انتظار رہا ___ عمر بھر موسم بہار رہا

خالد احمد

لے رہمت زاہد بھی ہے تر فیسوں ___ تجھ کو جیسے دیکھ رہی ہو نیند میں

ہر شخص حقائق کی کڑی دھوپ کے ڈر سے ___ تانے ہوئے اوہام کی چادر نظر آیا

رئیس فروغ

عشق رہ، تو ہم سے کر، ہے لیے ___ ایک کو بھی یہیں ادھار نہیں کر سکتے

گفتگو اس سے تو رہے ہے رہ سا رہے ___ بات بس یہ ہے کہ تکرار نہیں کر سکتے

جس کو جس سے ہے میں مزا، خط بھی ہے ___ آپ مجھ کو نظر انداز نہیں کر سکتے

جو خوں کا آنا رہا ہے ہم ہی کیا ___ جیں بھی ہوتے کبھی بھی ہوتے ہے

دوپہر میں یہ کڑی دھوپ پڑے گی کہ فروغ ___ جس کے جیسے پہ وہاں ہے اتر آئے گا

لسنی لوگ بچ میں آئے اصل میں جنگ تو تھی سے تھی ___ جنگ میرے باغ و ڈبے زور و توانا لوگوں کی

انتخار عارف

اس بار بھی دنیا نے ہدف ہم کو بنایا ۔۔۔ اس بار تو ہم شہر سے مصالحہ بھی نہیں تھے
نیزے پہ سر قریہ زر و جبر پہ سجدہ ۔۔۔ جو دام لگے ایسے مساجد بھی نہیں تھے
مجھ کی محبت میں تو اک شعلہ رخ نے ۔۔۔ وہ غرض و غبار سے ہی کوچا جب بھی نہیں تھے

جو سنگ ہو تو جائے بھی تیرے تہرے میں ۔۔۔ خوب دیکھوں تو خدا بھی تیرے تہرے آئیں
تیرے ہی تو میں سر تن سے جدا ہو جائے ۔۔۔ تو میں بھاگنے دے بھی تیرے تہرے آئیں
بات تو جب ہے کہ گر کر کہ حرمت حرف ۔۔۔ مدعی قتل میں مقتلے بھی تیرے تہرے آئیں

پتھر پہ سر رکھ کے سونے والے نہ سمجھے ۔۔۔ ہاتھوں میں پتھر نہیں دیکھا بہت دنوں سے
مرے خدا بھلا تا تو معتبر کر دے ۔۔۔ میں جس مکان میں رہت ہوں اسکو گھر کر دے
میں اپنے حوالے کٹ کر جیوں تو میرا عدا ۔۔۔ اعلان سے میری موت کو درد سر کر دے

وہی میں ہے وہی شب ہے وہی گھر اپنا ۔۔۔ مشکیزے سے تیر کا رشتہ بہت پرانا ہے
صبح سویرے دیر ہے از گھسان کا نی ۔۔۔ راتوں رات چلا جائے جس جس کو جانا ہے
حق نے اک مقتل نہیں دیکھا بہت دنوں سے ۔۔۔ لوگ سناں پر سر نہیں دیکھا بہت دنوں سے

بیدین شاکر

کمان ضبط کو خود بھی تو آزماؤں گی ۔۔۔ میں اپنے ہاتھ سے اسلی دہن کھاؤں گی
میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گی ۔۔۔ وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دیگا
بس یہ ہوا کہ اسنے تکلف سے بات کی ۔۔۔ اور ہم نے روتے روتے دوپٹے بھگو لیے
جلے تھے جس کے لئے ہاتھ کو خوشبو ۔۔۔ ہوا کے ساتھ سفر کا مثل جلا تھا
بس اک سناٹا خواب ہی کیا ہوں گے ۔۔۔ جس کی نیند کا سر چشمہ تک چرس میں ہے
صدف میں اترون تو پھر میں گہر بھی بن جاؤں ۔۔۔ صدف سے بیٹے مگر حلقہ بہشت میں ہو
برت سکے تو برس جائے اس گھڑی ورنہ ۔۔۔ نکھر ڈالے گی بادل کے سامنے خواب ہوا

پورے اسافوں میں گھس آئے ہیں ۔۔۔ سر کٹے جسم کٹے ذات کٹے
کس بہار سے ملا ہے یہ رنگ ۔۔۔ چکیلے بدن میں بھی سمٹے

ورنہ میرؔ کو تو اب و ہوا ہی موافق تھی ___ عتاب سے خطاب کی ادا ہی اور ہو گئی

ہر ادا میں ہزار شیوہ ہے
ہر ادا ہی ہزار شیوہ ہے

جو ہوا سو ہوا مگر اے دل
جو ہوا سو ہوا مگر اے دل

میں نے کیا کیا نہ کہا تھا تجھ سے
میں نے کیا کیا نہ کہا تھا تجھ سے

اب پشیماں ہوا تو کیا حاصل
اب پشیماں ہوا تو کیا حاصل

ہو گئی ہے جو بات ہونی تھی
ہو گئی ہے جو بات ہونی تھی

تکلف کے سوا جیسے کوئی مذہب تھا اور بے تعلقی سے رہتی تھی کہیں رکھی۔

روایتی فنکارانہ تنہائی کے رہنے سے ہمارے ہاں ایک نیا روپ آپ بے ساختہ پیدا کرنے کی ہمت دیکھی۔ ایک تجدیدی رنگ ساتھ سے اور پہلے استادوں کی فراق روش، اور میکش کے ہاں بھی روایتی غزل کو جیات و محبت رہا۔ خصوصاً میکش کے ہاں اگر فراق روش کے برخلاف میکش ۴۰ء کے بعد والے حصے، زیادہ منفی ہیں۔ ان کے بعد میکش کو پڑھیں، کسی کو ایک دوسرے سے کتر نہیں ٹھہرا سکتا۔

یہ کائنات زمان و مکاں سفر ہی سفر — نہ کوئی منزل آخر نہ کوئی نقطۂ آغاز

کھلوں میں ہی ذروں میں یا نہ ہوں — میں صبح و شام و شب ہم

کچھ سمجھ کسی نے کچھ کسی نے — میں کس کو کیا سمجھاؤں

رات کو ان کی خلوت میں جو — صبح ہوئی تو آنسو کی بوندیں پلکوں پر جیسے ٹھہرے تھے

مرے خدا کے لیے اس کو بے وفا نہ کہو — یہ بات تو مرے حق میں ہے بات سا نہ کہو

مری حیات کی ہر سانس لے رہی ہے یہ — کہ جاں نواز ہے اک شخص جاں نواز نہیں

زمیں سے ایک سی ہم آسمانوں میں اڑے ہیں — دکھائی دیتا ہے ایک نقش ہر جہاں پہ یہاں نہیں

یہ زندگی ہے یہ ہر سانس ہے یہ ہر نسبت — جلا رہا ہے کوئی ہم کو کوئی جلا رہا ہے

ہماری سمت جو دنیا ہے جو شش بالا — ہر شخص کی ہمیں کرنا ہے کیا دار الامان پیدا

اب اندھیرا ہی اندھیرا ہے مرے گھر میں — کیا ہوا یہ تری محفل میں چراغاں ہو کر

یہ حال کیا ہے کہ آغوش میں تجھے سمیٹ کر — تمام عمر تڑپتا رہا میں نے کیا

اب زمانہ ہماری باتوں کو — قدر نہ جانے پر بھی سنتا ہے

ایک زلف ہے ایک لمحہ ہے — جیسے ان کی عنایت میں بھی دوری ہے

جستجو ہے نہ تڑپ ہے نہ کسی کی ہے — ذوق رہ گیا ہے نہ شوق کا ہاتھ چھوڑ دیا

ڈھائے ہیں تم نے جو ظلم کے ہم نے — گردن سے سر تیغ کو تم ہم نے کہا ہے

میں نہ دیکھوں تو ترے حسن کی قیمت کیا ہے — میں سر تڑپوں تو یہ انداز حفا کچھ بھی نہیں

جس کو تم خود بھی نہ سمجھو وہ زباں ہے ماتا — سب سمجھتے ہوں جسے وہ بھی زباں ہے کہ نہیں

ایماں ہے مرا تیری جنت پہ اے خدا — لیکن یہ میرے خوں جگر کا صلہ نہیں

اتنا ہمیں سے زخم بھی ہے دل کا داغ بھی ۔۔۔ کچھ سوز بھی ہے کچھ ترا ساز بھی ہے

دنیا بھی ہے خموش ہیں اور کچھ ہے فضا ۔۔۔ اک نغمۂ جاوداں بھی جیسے ہو ساز بھی ہے

میرا سجود ہے تو یہ اک سجدہ بھی مگر ۔۔۔ ہر نقشِ پا پہ سجدہ کبھی ہے نماز بھی

گریٔ سوزِ محبت کے سوا کچھ بھی نہیں ۔۔۔ ہر اشک میں تجلیِ طور ہے راز بھی

صحبت ہو جو گرم تو ہر اک جبر ہو گوارا ۔۔۔ ہر شخص ہے دلچسپ ہر بات دلنشیں

تو آ تو اٹھا ہے عرب میرے کارواں ۔۔۔ گو تیرے ہر اک ستی ترے حق میں ہے ناسزا

کبھی سب کچھ تھا میں نے آنکھ بند کی کی ۔۔۔ یہ دنیا یا تو اک جلوہ ہے یا ہے خواب

بدل دیا تری محبت نے تو رنگ کائنات ۔۔۔ یقیں نہ آئے تو کر لے تو آزما کے دیکھ

کچھ کے بیدہ گوش ہیں تب ہ کر کے ہیں ۔۔۔ اور ایک ہم ہیں کہ یہ بات ہمیں کے تو ہمیں

شکستہ دلوں کو بھی سے تسلی کیا کیا ۔۔۔ سب کچھ ہے یہ تو ہے تو صدا دے آیا

جہاں میں ہو زیاں تو بھی ہے نعمت ۔۔۔ جہاں ہے زیاں کا نام نہیں ہے

ہے میرا کارواں مرکزِ بیابان ۔۔۔ کہ میرِ کارواں کوئی نہیں ہے

نہیں ہے نغمہ جب زندگی کا سوز و مستی ۔۔۔ ستم ہے گر دلوں کا نغمہ بن جائے

لگے کے دل کسی کا فکر سے دیکھنے والے ۔۔۔ یقیں کر محبت ہی سے علم ہے

مری نگاہ نے ہستی کو دی ہے طرزِ تبسم ۔۔۔ میں دیکھتا ہوں تو یہ ہوتی ہے زندگی

جنگ میں بھی صلح کے پہلو ہوتے ہیں ۔۔۔ اس لیے جنگ کرو پر کبھی نفرت نہ کرو

اس کی آنکھیں، اس کا لہجہ کیسی جادو بات کہتے ۔۔۔ اچھا خاصا بیٹھے بیٹھے سکتا کھو گیا

نفرت جو آدمی سے سکھی نے دی ہے ۔۔۔ دیتی ہے زندگی کو ہر موڑ پر شکست

اک نظر ایک تبسم ہے سب کی محبت ۔۔۔ جانے کس کی یاد میں کھو رہا ہے گرد عالم

یہ جہاں ایک نظر اور نظر کچھ بھی نہیں ۔۔۔ وہ جہاں غرب حریم نظر کچھ بھی نہیں

اک کی جو شوخی سے ہنستی ہوئی سرگوشی کو ۔۔۔ اور اس بارش میں نے ساز کو کچھ بھی نہیں

رات تنہا کی طرح ہو گی بھروں کی بسر ۔۔۔ بے کیا ہے اگر دنیا کو کچھ بھی نہیں

نقش یا بھی دیکھتے نہیں راہی کی طرح ۔۔۔ منزلِ عشق بجز راہ گزر کچھ بھی نہیں

[illegible]

[illegible]

ایک اور متوری دھان خوانی سرداری [illegible] نسل [illegible] ساحرہ [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

○

[illegible] ۔ [illegible] ۔ [illegible] ۔

○

[illegible] ۔ [illegible] ۔

○

[illegible] ۔ [illegible] ۔ [illegible] ۔ [

[illegible] کی کتنی ان کو سمجھ سکے گا! بالآخر ہر صدی کے کچھ نکتے ہوتے ہیں، جنہیں دیکھ جانے کے لیے صدی کا دیدہ ور ہونا ضروری ہے۔ میں یہ کر پاتا، انہیں کچھ بتا پاتا جیسے خود اس صدی کا آدمی!

[illegible] صدی کا عام رویہ جو تھا سو تھا۔ میں تو اس صدی کے نصف آخر میں اوائل اول دس سال میں ملے گا، 1900ء کے بعد تو ہر نیا سال بھی پرانے کرنے مشکل ہونے لگے ہے جانے کتنے عرب لکھ سے ہے زیادہ تھا۔ سو جاتے ہوتے تھے راستے میں۔ اس قدر انقلاب کس دن تھا! آج ہوتا تو ہاں کیا ہوتی۔

○

صدی کے پہلے دو تہائی حصہ برسوں کا آغاز ہوتے ہی ساہور آنے کے سارے امکانات بظاہر شاعری کے اسی سلسلہ نسب سے جڑے نظر آتے ہیں جو شاعری دوسرا صدی سے چلتے نکری انداز سخن کو سنجیدگی سے، پختہ کاری سے، زمینہ میں صدی کے نصف آخر کے آغاز سے اس وقت تک ایجی اور بڑی شاعری کر رہے ہیں یعنی میری شاعری کی طرح اس کی طرح بھی دلی تھی ہے۔ وہ عام آدمی کی خاص باتیں ہیں۔ خاص آدمی کی عام باتیں بھی ہوتیں تو وہ مطلب ہوتیں کہ یہ جیسے عام آدمی بھی خاص بات کہتا ہے، اور ایسے وزن میں مسلسل تو یہ بھی ہوتا ہے۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ اب ایسے تو اب یہ ایک شخص کے بھلے ایک بھلا شاعری کا بار آ جائے۔ اب یہ تسلیم شدہ شاعری ہے تو ضرور ہوگی۔ ایسی کس ایک بار اور کچھ یہ ٹوکیے تاری نے لیے۔ میں رکھے در سو جیسے لگ گئے تو وہ لیے گا تو بے نام شاعروں کی طرح جن میں سے ہر ایک سے ہزار ہا سخن فہم ہیں اپنے تاری کی فہم و دراست پر اعتماد کرتے ہے عہدی علم و دانش کی frequency پر سے رکھ کر اپنے زمانے کا ریزہ ریزہ درد سمیٹ کے!

تھوڑی تو ہیں [illegible] سے بڑے شاعر میں کچھ میں شاعر ہیں کے نوٹ کھو دیتے ہیں؟ اور یہ سب بڑے تو ہیں کے اس عہد کے اول دو تہائی حصے سے نظر اور کر آسان ہوگا۔

[illegible]

بیس

[illegible]

اجتبیٰ رضوی

سید اجتبیٰ حسین رضوی

پ ۱۹۰۸ء

عکسِ تحریر

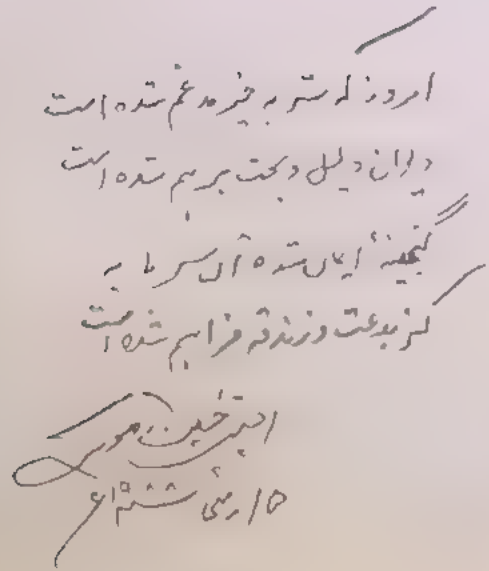
امروز که ستر به خیره مدغم شده است
دیوان دلیل و بخت برهم شده است
گنجینهٔ ایمان شده آن سرما به
کز بدعت و زندقه فراهم شده است
احمد خلیلی
۱۵ / مئی ۱۹۶۶ء

اجتبیٰ رضوی

[illegible] سید اجتبیٰ حیدر رضوی تخلص رضوی سندیلہ ضلع ہردوئی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید [illegible] حسین تھا۔ پرائمری تعلیم سندیلہ میں حاصل کی۔ ۱۹۲۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۰ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۲ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۴ء میں ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۵ء میں ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۱۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۱۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۱۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۱۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۱۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۱۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۱۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۱۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۱۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۱۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۲۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۲۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۲۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۲۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۲۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۲۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۲۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۲۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۲۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۲۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۳۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۳۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۳۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۳۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۳۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۳۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۳۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۳۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۳۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۳۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۴۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۴۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۴۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۴۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۴۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۴۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۴۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۴۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۴۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۴۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۵۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۵۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۵۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۵۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۵۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۵۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۵۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۵۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۵۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۵۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۶۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۶۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۶۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۶۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۶۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۶۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۶۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۶۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۶۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۶۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۷۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۷۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۷۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۷۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۷۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۷۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۷۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۷۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۷۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۷۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۸۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۸۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۸۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۸۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۸۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۸۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۸۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۸۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۸۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۸۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۹۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۹۱ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۹۲ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۹۳ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۹۴ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۹۵ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۹۶ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۹۷ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۹۸ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۹۹ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔ ۲۱۰۰ء میں ایل ایل ایم کا امتحان پاس کیا۔

انتخاب کلام

[illegible]

وہ حیاں دشمن دل سب جو مٹتے ہیں
آپ وہ جب دوست ہو تو دشمن کا دشمن دوست ہو

کب سے ہیں حلقہ میں دام خیال یار کے
جو نہ ہو دیوانہ وہ آپ اپنے کیوں عالم کو جلا دیا

ہم پر شریعت کی یہ طرفہ نہ ہو جاتی
آپ ہیں تو گلشن گلشن صحرا صحرا آپ ہوئے

جل نہیں سکتا غرور حسن کا جذبہ سے کبھی
رشتہ شمع تو جلتے جلتے خود میں ہی جل جاتا ہے

قیس کے جذبہ تو حسن کو سمجھنے کی تھی ضرورت
تجھ سے دیوانہ نہ دیکھا گیا دیوانے کو

شعور دیدہ و دل کی تو کل حد ہے
ملا ہے تجھ سے تو سب کچھ ملا ہے

یہ دل کی دھڑکنیں ہیں یا کہ ہیں یہ
وہ سب کچھ ہیں مگر ہیں کچھ نہیں وہ

وہ حسن جلوہ تو ہے ہی مگر ہے ہی
ہیں۔ جلوہ ہیں ہے ہی ہیں ہے ہی

وہ [illegible] جیسے [illegible]
یہ دولت جنوں کی دولت [illegible] دیوانے کو

[illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہے ہیں [illegible]

[illegible] ہیں [illegible]
[illegible]

اس دل کا تیرتھ آنگن اس مرکا تصور تھا جو قلم

قدم سے دور جبیں رہن سنگ در ہوگی

طواف پردہ گہر آرزو سے نامشہود

جھکا ہے سر ہست ... کے ... کا

یہ رسوائی ... تو ... ہے

تکمیل زندگی کو جنوں کا ہے انتظار

قطرہ کے دل کی ہوک پہ قلزم نہیں ہوا

بس یار مرنے سے کم نہیں ہے کوے دلداری

اٹھی تو دل کے قریب جھک گئے سے بیٹھ گئی

حریف جلوہ کچھ اپنی خبر ہے؟

کلی کا مسکرانا دیکھ اے دہر

اک جنوں اور دعا ہے قد کا کوئی نہیں

جلوہ گاہ ناز میں میرے سوا کوئی نہیں

ہمت سے شعلہ ہے دل ... کے ... دیکھے

ہیں ... سک ہے نہیں ...

جلے دھوئیں ہو دل ہیں ... کہیں

... ہے ... گیب ہے ...

... رہی ...

... ہے ...

شاعر: فیض احمد فیض

نثار میں تیری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے
جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے جسم و جاں بچا کے چلے
ہے اہل دل کے لیے اب یہ نظم بست و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد

بہت ہے ظلم کے دست بہانہ جو کے لیے
جو چند اہل جنوں تیرے نام لیوا ہیں
بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں
جو اٹھے تھے وہ لب خنجر کی زباں بھی بند
ہوئی ہے حضرت ناصح بھی مدعی کے لیے

بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں
مگر گزارنے والوں کے دن گزرتے ہیں
ترے فقیہ ترے محتسب کی بات کریں
دکھائی دیتے ہیں جتنے یہ سنگ رستوں میں
کوئی صنم کوئی تیرا مسیح دست حنائی

ترے فقیہ ترے محتسب کی بات کریں
دکھائی دیتے ہیں جتنے یہ سنگ رستوں میں
کوئی صنم کوئی تیرا مسیح دست حنائی
جو اہل صدق پہ گزری ہے سب لکھیں گے کبھی
جو دل پہ گزرے گی رقم کریں گے

ہے اہل دل کے لیے اب یہ نظم بست و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد
بہت ہے ظلم کے دست بہانہ جو کے لیے
جو چند اہل جنوں تیرے نام لیوا ہیں
بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں
مگر گزارنے والوں کے دن گزرتے ہیں
ترے فقیہ ترے محتسب کی بات کریں
دکھائی دیتے ہیں جتنے یہ سنگ رستوں میں
کوئی صنم کوئی تیرا مسیح دست حنائی
جو اہل صدق پہ گزری ہے سب لکھیں گے کبھی
جو دل پہ گزرے گی رقم کریں گے

نثار میں تیری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے
جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے جسم و جاں بچا کے چلے
ہے اہل دل کے لیے اب یہ نظم بست و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد

دونوں جہاں کی سارتی پر فی بار ہوئی جن نا قدیر
مرید گدا کے ہاتھ میں کیونکر نہ قوس کی مہار دیتا
نہ نفیر کو رستا چھتے عزت و ذلت میں اچھے
مندر سے پوجیں دیویں مسجد سے چھٹائیں
گوشۂ عزلت کا بوسہ دینے وہ سیتے ہو کہ باری ہے
کاذی کی فردوس میں خانہ کی مکانیں
ماہر ہاں بنے تھے، مگر مہرباں سے
چھپ چھپ کے خود وہ رہنے لگے ہم چھپا سے
میرا دل گمشدہ طالق ہے اک سوال
یعنی جو ہوں شاخ سے ٹوٹے لب نہ ہے
اف! یہ دور زندگی، یہ ہوا شت خاک
محل میں کر دیا ہے لیلے لہاں رہے
ہے اس کا بید خاک سے بید روحیات
کس طرح مٹتی ہے کسی طرح جد ہوتی ہے
کوئی اس سر بہر و غربت کی خبر لادیت
آہ جو دل سے نکلتی ہے وہ یں ہوتی ہے
اک عجب عالم آئینہ ہے سیمائے شعور
کہ جہاں ایک نقطہ لاکھ ادا ہوتی ہے

دریائے بے کنار کا ساحل بنا دیا
اپنے جستجو کو شوق کے قابل بنا دیا
صحرائے جستجو میں فریب نگاہ نے
اپنے غبار شوق کو محمل بنا دیا
جو وسعتیں سمانہ سکیں کائنات میں
ان کو سمو سمو کے مرا دل بنا دیا
اسی سپید پہ تھی نغزش رندان ساقی
تھرائے گا کوئی کرتے ہوئے بازو اپنے
نندو سرور و نشاط طبیعت جس سے
ان کو ارماں کہ نگاہیں کوئی پہلو اپنے
ہم تو شفقت سری سے نہ سنور نے پائے
آپ سے یوں نہ سنور گیا گیسو اپنے
سب اپنی آنکھ کا آنسو کسی کو سونپ کر گئی
نگاہ تو یہیں کہ زندگی ہو قربان جائے
جبی نے کیا شرمندہ اس کو بل ہمت سے
حقیقت کیوں جھکی اتنی نہ تھا حد نظر کی
یہ کیسا جرا ہے نہ نقش حیرت ہے
تری تصویر جب کھینچی مری تصویر اتر آئی

سکوت نغمہ کے زیر و بم ہمت سے طوفان پل رہے ہیں
حباب ہے آئینہ ساحل ہو جھلی در حباب ٹوٹا
دوائے تعمیر کر رہی ہے جفائے تخریب کا ف نہ
ہمت سے تارے چھٹ کے نغمے کسی کوئی آفتاب ٹوٹا
ہم اور بھی نے کی امانت دہاں یہ سنبھلے دل سلامت
خدا نہ کرے جو ہے ہاتھوں یہ شیشہ کا جو ب ٹوٹا
نظر نہیں سے تو لوں دیکھے جو ب کیسے نقاب کیسی
ادھر کھلی جی چشم میں ادھر تبسم نقاب ٹوٹا
کسی کی رعنائیوں کا کو بر ہم کیا مری شوخی نظر نے
فضائیں نغمہ کے نغمے جھوں آیا جب ب ٹوٹا

زبان سے دل کا فسانہ ادا کیا نہ گیا
یہ تذکرہ تو بنی تھی مگر بنا نہ گیا

ہم ان کے وعدۂ فردا پہ جیتے تھے لیکن
رہی ہے آج وہ وعدہ وفا نہ گیا

دمِ خیر وہ دینے لگے حیات دگر
چلے بھی آؤ کہ اب انتظار کیا نہ گیا

زمانہ ہنس رہا ہے میری بے بسی پہ مگر
اداس دیدۂ گریاں سے ضبط کیا نہ گیا

کہاں کہاں نہ تمنا نے آزمائش کی
کہاں کہاں نہ ترے آستاں پہ سر نہ جھکا

تمام عمر کی محرومیوں کا ہے حاصل
کہ تیرے در سے بھی دامن مرا بھرا نہ گیا

ہزار شکوۂ بیداد و جور لب پہ رہے
مگر ستم کا ترے ہم سے تذکرہ نہ گیا

تجھے بھلا کے ترے دشمنوں سے جا ملتے
یہ حوصلہ بھی ہمارا کبھی کیا نہ گیا

چمن سے اک طرف ہوں فقط ہے برگ تمنا
چڑھائے کوچۂ جاناں میں جلوے روز تماشا

تڑپ رہا ہے جو بسمل کہ ذوق عام ہے
تجھے بھی چوٹ ہے اک دن یہ تیر کھا کے تو دیکھ

ملا ہے مذہب باطل سے اب ترا مذہب
نشے میں کون خودی ہے نہ تجھ سے مست الست

تجھ سے ہوتا ہے ترا مرتبہ بلند
ہمت پہ تیری ہیں سارے مذہب تجھ

صحن گلخن میں ہے ہزاراں ہزار ناز
چندیں نہ رعونت تفکر و دوشی

اس جام کو بھی تجھی سے ہے نور
رحمت دوئی تست وسعت آغوش اینہ کہ

میں کافر مجاز پرست حق آشنا
تیرے در کا رخ تو ہیں ان کے سوئے

کچھ بات تو کرتا ہوں اے فہمی تو بھی ہے سودا ہے
وہ ہوں ہے جس کو فہم تمنا ہے سو ہے یہ ہے

جب تک نہ خود ہو ناز سے تو دوسروں کی کیا ہے
ہے ناز خود نما جو ستاروں سے ہے جھکا

ہے دل ہمارا موجِ نظر سے دیدۂ حیرت ہوں ایسے
جلوہ نما ہو یہ دیدۂ خونبار کو نما ہے

یہ دیکھ کر بہار کی حالت یہ کل کا سودا ہوں ہے
ہر جزو ہے کل کے لیے ہی ہر حسن محبت رہے ہے

خود ہی ہے جانِ آب کا جلوہ بس بساط
وہ بھی ہے ساتھ ساتھ میں وہ بات روز کی

وہی ریگ در رشتۂ دہر میں لائے اگاتا ہے
دھو رہتا ہے خواہ کا تب تقدیر کا میل کر

حسن کو اپنی بے حجابی پر کتنی دی گئی
دست نے قدرتِ موج ہونے لحظہ

جنت چہرہ پر نقاب ڈالے گئے
وہ عہدہ دیدہ ور کو شعلے بیتاب کر دیا

تاش آسمان ہے تصور آستان ہے
وہ خاکدان ہے کہ سپند سرو ستان ہے

سنسار کا روان ہے ہستی کا ساربان ہے
ہر سانس کارواں ہے عمر جاوداں ہے

انداز جانِ جنائد نہ جلوہ اے ساقی
صدقے ہوں کامل یا میں نے یہ خود دیکھا

تماشا اور فریب میں کوئی نسبت نہیں ہوتی

اب کتنی دور رہا ہے؟ اب کتنی دور کہاں رہے ہے؟
یہ عاشق اپنے شوق کے ہیں سب جانتی ہوں تم ہے

تم تو ہو پیارے جائیں گے جب ہم نے تم دیکھا ہے
یہ کس نے بال سنوارے ہیں؟ یہ کس نے روپ بھرا ہے

آوارہ شاعروں رہے نظارہ شاعروں رہے
بھوکے نہ کرن فرزندوں کو سورج کا شاعروں ہے

جو شب نہ نیند نہ ہونے یہ رہی ہے وہ سب ہوں ہے
سب سینے والے کا ملک ہیں یہ مسکا سودا ہوں ہے

یہ بھی رہت کو جیسے سیلاب نہ ہو جائے
نہ ست خوب ہوں جو نہ کر جیسے ہو جلے

جو رہے تو ہے سے پہنچے زمیں اور جانِ ہو جائے
دھوپ یہ بنا تو ہو رہے کہ جو ہو نہ ہو جائے

تم سے نہ دی جا گیا ہم سے تو جان دی گئی
نہ تھا قدر اماں خاک کو جان دی گئی

چادر زیر ماہتاب قبر پہ تان دی گئی
تجھ سے جو ہو نہ سکے کیسے زبان دی گئی

ہر شوق دل ہے تاب یہ جانے کہاں نہ ہے
وہ جلوے کے تھے شعلے وہ ہے آں یہاں نہ ہے

ہو شوق ہو یہ خاک گریباں نہ ہے؟
تم ہی دست ہاں بھی ہو ہی دست ہاں نہ ہے

یہ صبط تمنی مصیبت ہی طل کریں نہ ہے
رہے ہے دل ہی دھوکوں کہ دل ہاں نہ ہے

کہ وہ ہے ست ہاں نہ ہے یہ خواہ ہے ہاں نہ ہے

ہر مذہب بے روح جسد ہے جذبے کی تلاش ہے
۔۔۔ تو دے سکتے ہیں یہ مذہب وہ تلاش ہے

۔۔۔ یہ ۔۔۔ سے
۔۔۔ وہ ۔۔۔ ہے

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔
۔۔۔ ۔۔۔

دلوں کو تم نے دیکھ لیا ہے نہیں مگر
[illegible]

[illegible]

[illegible]

دلِ آدم کا لکھا میں چشمِ نامحرم سے چھپانا
[illegible] ہونا نثار ہوا ہو چکے تا حدِ [illegible]
[illegible]
دلِ آدم ہی اک سرچشمۂ رحمت ہے عالم میں
[illegible]
[illegible]
[illegible]

جھ سے فطرت تری رنگینی کی قسمت ہے
وفا کو قسمتِ آشفتہ حالاں کر دیا ہم نے

جھلا اتنا ہی ہے حسن صورت دل فریبی پر
عجب اندازِ بے باکانہ ارزاں کر دیا ہم نے

متاعِ حسن فسونِ ساز ہے ناز آفرینی پر
نہ اس کو بے نیازِ التفات جانا ہم نے

نہ ہو دل میں اگر داغِ محبت شمع محفل سا
تم اپنے دل میں جب دل کو پریشاں کر دیا ہم نے

ہوس نے عام دے رکھا ہے ناز حسن کو جب سے
ہوا ہے مسخ حسن خود فروشی اس زمانہ سے

نہیں وہ قطرہ دل میں کہ جو طوفاں نہ ہو
نہیں وہ ذرہ جو خورشید نہ ہو

کشش نظارگی کی سایہ گر وہ وصفات
دیکھ سکے آرزو کی جلوہ ہو

روح کی گونج بنا لیتی ہے تو دل کا نغمہ
مجھ کو دیکھو کہ ہوا اور بھی مبہم مجھ کو

یہ تقاضائے لطیفش دو یہ ہے حسن کا
آپ نے کیوں نہ دیا آگ کا پیکر مجھ کو

نہ دعویٰ دیدار نہیں ہوں لیکن
میں ہوں وہ سرمہ گر شد کان ظلمات

نہ دیے سجائیں مے پیاس کے اندازے جام
اور دی جائے بہ اندازۂ سائل مجھ کو

دے سے نہ بھول تبسم ناز خیر
اب فضیلت نہ ہے یہ ساز مجھ کو

مجھ سے ملی مجھ سے نہ ملی خوش رہو تم
کہو اک موجۂ سرگشتہ سا سافر مجھ کو

دل دیا تھا تو نہ تھا اور بھی بڑھنے دیتے
تم نے جلنے نہ دیا آگ سگا کر مجھ کو

احمد ندیم قاسمی

مکتبِ تحریک

غزل

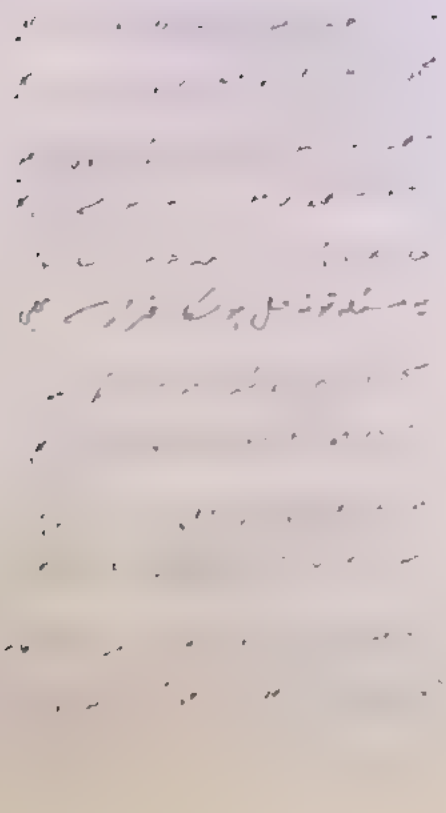

احمد ندیم قاسمی

[illegible]

ملازمتیں اور ذمہ داریاں: [illegible]

اعزازات: [illegible]

متفرقات: [illegible]

تصانیف:

[illegible]

جہاں سے کچھ نہ ہو وہاں کی بندگی ___ ترے لیے یہی ہے بندگی

سب سے کچھ کچھ تو کچھ ___ تو کچھ

وہ نہ تو تم سے ___ تم سے

خدا نہیں ___ نہیں

تری کاوش ___ کاوش

تیرا رواج رہنما میرا مزاج رہنما

___

دیکھیں کبھی تو ___

کیا ہے ___

تو میری زندگی ہے ___

۔ (انتخاب از شعلۂ گل)

گشتہ ___

کاڑھ ___

گر گھٹا ___

خاک ___

دھوپ ___

تیرے ___

مے ___

یہ ___

پھر ___

دستِ گل ___

گر ___

رس ___

تو ___

آدمی شش جہات کا دولہا — وقت کی گردشیں براتی ہیں

فضا کا ذکر کریں، دور کا ذکر کریں

ہمیں تو عظمتِ انساں کو آزمانا ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہر داں یہ جھپٹ پڑے گا بیس — نسان ہنڈ جو دمیں سے

ہر ایک شے پہ جال سا ہلکا ہلکا ہے — ہر چیز میں ہے، صبح کا دھندلکا سا ہے

کچھ اور گذر کا نہیں کچھ ایثار کا گماں — ورنہ وہ کون تھا کسی سے نباہ لے!

مدت کے بعد اس نے آج مجھ سے کوئی گلہ کیا — وہ بھی کچھ یوں آہستہ کہ کوئی سنتا رہے

آج وہ مہربان زندگی لگتا — سانس چھوتی تو خوشگوار سی لگتی

جیتے ہیں جو نے کی تمنا میں ندیم — وہ موت سے بدتر زندگی جیتے ہیں

وہ کفر ہے یوں کی موج گماں — جس کفر کو نماز سے تقویت ہو جائے

(انتخاب از "دشت وفا")

اب تو ہے ہو آفتاب سے کر — ظلمات سے جب گذر گیا چاند

یاد آئے ترے پیرہن کی خوشبو — اپنی کوتاہیِ فن یاد آئی

چاند جب دور افق پر ڈوبا — تیرے لہجے کی تھکن یاد آئی

ہم نے ہر غم سے لگا رکھی ہیں تمہاری یادیں — ہر کوئی ترکھے کہ وابستۂ غم ہو جائے

کون کہتا ہے محبت کی زباں ہوتی ہے — ہم تو اک دل کے دھڑکنے کو سنا کرتے ہیں

ہم کو دنیا تو جینے دے گی — تن کا سامان سے لے سامانی

کفر انکار کی عظمت کا گواہ کہیں — میں کسی قوت کے قبضہ کا قائل بھی ہوں

دور سے دیکھ تو بچوں تک کے رنگ لیے — جیسے جیسے ترا قریب تر ہوتے گئے

تم ہیں ترا لفظ ہی خود نمائی — پندار نہیں ہے کیوں خدایا!

تخلیق زمیں کا ظلمت کر — ہم نے ترا آسماں بنایا

جس بھی فنکار کا شہکار ہو تم — کس نے صدیوں میں سوچا ہوگا

ساری دنیا میں ہے تنہا تو — کوئی تجھ سا بھی نہ تنہا ہوگا

حسرت کو سدا بہار کرتے — اک بار کسی سے پیار کرلے

جب تک میں ترا جہاں، کھیلا — تو نرغۂ استوار کرتے

برسوں سے تری تلاش رواں ہوں — منزل تو انتظار کرتے

پرواز کو محدود نہ رکھ ام و تحرک

انسان کی ہیں مملکتیں حدِ نظر تک

جو دل میں بستا ہے اب ہاتھ بھی ملا نہ سکے

بھلا ہو ماجھی کا جس کی کرامتوں سے بچا

[illegible]

ہائے وہ دن کہ موت کا جب سفر چنا تھا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حیران ہوں کہ دل کو روؤں کہ پیٹوں میں
وہ تیر نیم کش کہ جگر کے پار تھا

کیے معلوم تھا سنتے ہی تجھ میں ہو جائے گی
میں پہلے تب وصل کا وعدہ ہوں اس وقت پہ
تعلق کا رکھ کتے و جب ہیں سے بھی
سب ہے عادہ ہوت ہیں بھی وعدہ ہوتے
وہ وقت سے وہ جانے

ہ بالمت سے ہوت ہیں کا
ہ وہی تھی ہیں ہوں
نہ ہی فصت میں تھی ہیں
جہ ہ بھی ہوں ہے
تو وہی ہوں ہے
ہ ہیں ہوں ہے
تا نہ ہیں ہے ہیں
سیر ہ ہ ہوں کے

نصیبوں سے ملے دشت وہی کہ
نہ ہے ہوں ہے

ہ ہے ہے ہیں
سو ہوں میں ہے ہیں
ہ ہیں کا ہیں ہے
ل کی ہیں ہے
اے ہ ہ ہوں
ہ ہے ہے
ہ ہیں

کہ ہوں ہے ہیں ہیں ہیں
میں ہے ہیں ہوں
میں ہے ہیں ہوں
میں ہے ہیں ہوں
میں ہے ہیں ہوں
میں ہے ہیں ہوں
میں ہے ہیں ہوں

آدمی سلیم وزیر کے کام آیا

وہی تنہائی ہے اور ہے وہی محفل کا عالم
مجھے تیری کمی محسوس ہوتی ہے نہ تجھ کو

میں دیارِ شرق جنت میں تو تیری جنت دھرا
تو اداس لیا ہے یہ روٹھا تو دنیا ہی کھو سی ہے

وہ رستے جو تجھ سے وہ سے رستہ گزرتے تھے
ہیں ہر موڑ پر سب میں ہوں ہیں ملتے تو سے

تو اور تو یہ ہوں نے بس محدود ہیں دیکھیں
وہ تو ہوں تو تو بھی دنیا ہے

تو اور سے تو تھی ٹوٹ پڑی تھی دیوار
سب میں یہ بھی ایک ساتھ میں جاسکتا

جس سے ملا وہ ہوتے ہوتے کھو بیٹھ گئے
کاش تجھ میں بھی اس طرح کا ہوتا نصب الا سکتا

وہ سے ہیں ٹکتے ہیں تیرے تھیں
وہ میں ایسے تھے ہیں ہو سکتے

وہ ہیں وہ ہیں ہے ہے جب جوں مدہ
وہ ہے ہوتا ہے یہ تھا نہیں ہو سکتا

دیوانہ ہوں ہیں بھی ہے ہے ہے
تمہارے ہو سکتے ہے یہ تم سے

ہوا یہ تھا ہے وہ ہے حادثہ
ہوئے تھے ہے ہیں یہ ہے گئے

ہے قدر تو ہے ہوتے ہی ہیں ہیں مدہ
جو ہے ہے تھی اس کو سمجھی کھوں

ہے ہے بھی ہے ہے ہے ہیں
ہے تو ہوں بھی ہوتے ہوں کو دیکھو

یہ ہوا ہے ہے ہوتے ہیں
یوں تو ہوں ہے ہے ہے ہیں

وہ ہے ہے ہے ہیں ہے ہیں
ہے ہے ہے ہے ہے ہیں

ہے ہے ہیں ہے ہیں ہے ہوتے ہیں
وہ ہے ہوں ہے ہیں یہ بھی ہے ہیں ہیں

ہے ہے ہے ہے ہیں ہے ہے ہے
ہے ہوں ہے ہیں ہیں ہے ہوا

ہیں ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہوں ہے ہوا

ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہوا

ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہوا

ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہوا

ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہوا

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہے بے حد نظر تک نظر آنے والے

[illegible] ہے بے طلب میرا

[illegible] آفتاب میرا

[illegible] کرتے رہے احتساب میرا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نمبر کیوں دلاتے ہو، فلطیوں سکتے ہو

عمر کا ہے یہ تقاضا کہ زمانے کا رواج

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تجھ سے تھوڑے سے تصرف سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
بت شکنی کا مرتبہ یوں تو بلند ہے، مگر
کیسے وہ فقیہِ شہر میری سمجھ میں آئے
[illegible]
[illegible]

ترے کمال لیاقت سے ہر کوئی خفا ہے
[illegible]
کہیں وہ فاسدِ بازار بک نہ جائے ندیمؔ
[illegible]
کچھ کے اندر مسجد تعمیر ہوئی
[illegible]
[illegible]
آپ داستان اٹھا لیں تو کوئی فیصلہ ہو
[illegible]
رت بدلتی ہے تو معیار بدل جاتے ہیں
[illegible]
[illegible]
[illegible]
خدا کرے، تجھے دنیا بھی سب سے پہلے
[illegible]
صرف رنگت ہی نہیں پھولوں میں
ایک آنسو بھی نہ رہ کر دل میں
جو برائی تھی مرے نام سے منسوب ہوئی
[illegible]

جس پہ کسی حق دار کا حق ہم سے سوا ہو
ہم ایسی کسی چیز کی حسرت [illegible]
اے دل، تجھے انجام کی کیا فکر پڑی ہے
[illegible]
[illegible]

میں دور رہوں اس سکوں تو ذرا
تہذیب ہے عشق کی انوکھی
یوں اس نے نہ کچھ نہ دیکھا

پہنے ناحق اس کے دکھ پہ تڑپ رہے تھے

بس میرے چلے جو گردشوں پر
دن کو بھی نہ چاند کو بجھاؤں

زوال شب کا نوحہ لکھ رہا ہوں
سحر کا ہست جاتا ہے نصیدہ

یک بے گہ کا خوں ہو گیا گیا کتنے
ٹ گیا سب کتاب شمار داں میں

ں ا ر ی ا ی ر ب ک ی
ں ر ر ھ ے ا ں ی ں

ا ں پ ھ ط ا ر ھ
ھ ں ا ھ ے ں ے ے

ی ش د ی ے ا ک ر ھ
ے ھ ی ھ ں ھ ے ی ط ح

ک ں ک ں ب ں ں ی ر ر ہ
ھ ں ب ں ں ھ ک ب ی

ی ک گ ی ھ
ج ب گ ھ ں ی ے ط ی

و ت ے ے ے ے ں
ھ ں ہ ں ر ے ی

ی ا ر ھ ا ں ی ے
ہ ں ی ے ف ے ح ا ر و

ے ھ ی ت ی ے ے و ے
ں ں ے ھ ے ں ا ی ا ں

ہ ک ڈ ب ے ی ں
ھ ر ت ی ے ت ا ر ت

ا م غ ہ ش ی ے ے ہ
ں ے غ ت ں ی ے ھ ت

ہ ب ی ے ھ ے ھ
ر ں ے ذ ت ک ی ں

ل ن ہ ہ ے ک ے ف
پ ں ے ا ں ر ں ں

ڑ ھ ہ ں ب ک ہ ں ی
ں ک ہ ے ر ں ا ر ہ

ن ی ھ ٹ ں ک گ ھ ٹ ے
ی ں ہ ے ں ھ ی گ ا

ت ف ں ا ں ے ل ں ک ے
ں ے ے ے ا ں ا

ہ ا ک ے س ں ی ں ہ
ک ہ ے ا ں ک ہ ک

ہ ے ک ھ ے ہ ے ے
ں ے ہ ے ں ں ے ں

ں ا ی ک ے ے ں ے
ں ے ں ے ں ے ں ے

ک ے ں ے ں ے ں ے
ں ے ں ے ں ے ں ے

دل سے ہے تک حرف کا ہر سفر زندگی ہے ۔۔۔ شوق جتنی گہرائی کا یقین اتنا ہی گہرا ہو

درحقیقت وہ میں گم کر دیتے ہیں ۔۔۔ تو کف نہ ہو تو رہنے تو سے ہے

کل تو ہے دل میں کھیں اور مہک جاؤں میں ۔۔۔ ہی رہتے ہیں ہر لمحہ کی پرواز میں

یہ جو کہ کوئی تنہا ہے ۔۔۔ ہم ہیں ہر تو ہی ہے

زندگی تو ہر شے وہ سب کا ہے ۔۔۔ قطرہ جو تنہا ہے تنہا رہتا ہے

اس کا ہونا ہے ہونا ہے ۔۔۔ میں نہ ہوتا تو خدا کیا کرتا

دل جیسا تم نے تک یہ جتنی تیرے ہونے گا ۔۔۔ تک سورج تک سورج تک تک ہونے

کہاں جس دور میں جس کی سکونت ہو ۔۔۔ جگہ دوں کو رہنے کے جو سکونت ہے

جلد ہوں ترک محبت کی آرزو ہی کہیں ۔۔۔ یہ آرزو بھی کہیں اور دسمبر ہوں

کہاں کہا کہ کھور تو اک ہی رہیں ۔۔۔ ہر کل بھی ایک نیا تھے سے ہی رہیں

میں نے رہنے تھے ساتھ ۔۔۔ وہ ہی نہ شش بھی یہ ارادہ

ہوش مندوں سے کہا ہے ۔۔۔ جو نہ قتل گئے تو نہ ہوئے

●●

اختر سعید خاں

اختر سعید خان

عکسِ تحریر

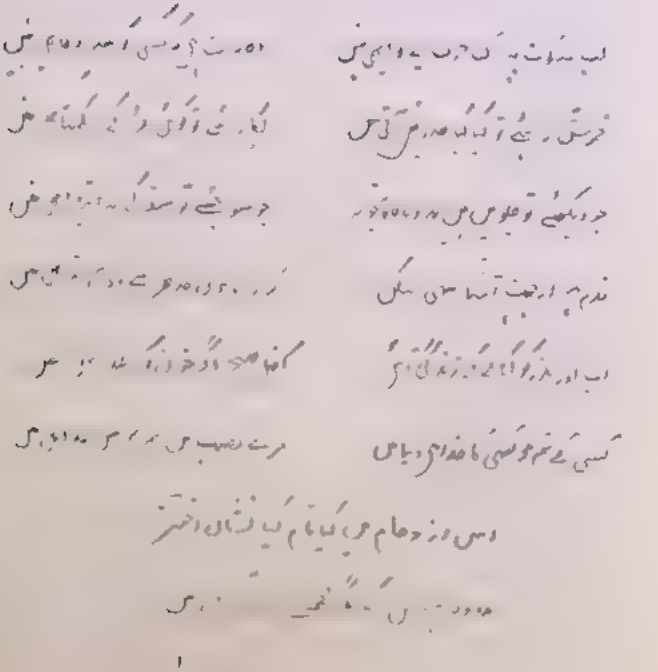

اختر سعید خاں

[illegible] میں کوئی واقعہ تحریر کرنے سے پہلے میں یہ لکھوں کہ ۲ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو بھوپال میں [illegible] اختر سعید خاں [illegible] صغر سنی ہی سے بڑی [illegible] ادب [illegible] ان حلقوں میں [illegible] حیثیت کی وجہ سے اختر میاں کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ [illegible] نے [illegible] میں جب [illegible] تو [illegible] مقامات کی [illegible] میں [illegible] [illegible] کی صدی کے بازگشت [illegible] [illegible] کہ [illegible] [illegible] [illegible]

کو تو بہت برا لگتا تھا جو ہم نے [illegible] کی گرفتاری میں [illegible]
کو ایم میں داخل کرایا [illegible] ۱۹۳۰ء میں
مسلم یونیورسٹی سے [illegible] ۱۹۳۵ء سے [illegible]
[illegible] ۱۹۳۶ء میں [illegible]

[illegible] دور کو چہ بار سوا شدیم

[illegible] ہم نے [illegible] کھولوں
سے [illegible] ہم [illegible] کی [illegible]
[illegible] ہم [illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible] ہم [illegible]
[illegible] ہم [illegible] سے [illegible]
[illegible] ہم [illegible] سے [illegible]
[illegible] ہم [illegible] سے

خطرہ ترے پرکھوں کے کمانے سے نہیں
[illegible] سے نہیں

اے دشتِ جنوں گو ترے صحرا میں ہے
[illegible]

چمن آرائی تھی جس گل کی کشیدہ
مری راہوں میں کانٹے بو گیا ہے

[illegible]

کانٹوں کی چبھن سے سرخ کھجور کی ٹہنی جھکی ہوئی
محنت کر کر کے ہر ایک کھلیان کا حسن

ہر ایک ذرّہ کو سطحِ حیات جاودانی حشر
محبت کی حیات مختصر کچھ اور ہوتی ہے

یہ جینے ہی ہر لمحہ نقش فانی تھا
سکونِ لمحۂ حاصل مجھے ملا ہی نہیں

[illegible]
دم گھٹ رہا ہے عشق کو تو نیند آ گئی

[illegible]
وہ ایک لمحہ ہی گرفت میں نہ آ سکا
[illegible]

یہ جو ملتی ہے ترے غم سے غمِ دہر کی مل
دل نے تصویر سے تصویر اتاری ہوگی

غمِ جہاں میں غمِ دل شمار ہو کے رہا
یہ فیصلہ بھی سرِ کوئے یار ہو کے رہا

[illegible]
[illegible]

[illegible]
کچھ تو ہم سے خفا ہیں خاموش

[illegible]
[illegible]

اک رکِ جاں سے شریر گفتگو کرتے ہو
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

بلائے تیرہ شبی کا جواب لے آئے
مجھے چراغ تو ہم آفتاب لے آئے

یہ وہ ہر دم جو ہیں گرم تحیر یہ تغافل ہائے
یہ ترے بعد سلیقہ ہوا بیدادِ وفا کا
یہ ہر اک غمزہ یہ ہر ناز یہ ہر استغنا
یہ ہر اک بات پہ روٹھ جانا
یہ ہر اک بزم کو یاقوت لب لعل فشاں کرنا
یہ ہر اک بات پہ کہنا کہ تو کیا چیز ہے

رنگِ گل، رنگِ بدن، رنگِ چمن تیرا ہے
تو جہاں بھی ہے فضا تیری ہے خوشبو تیری

اس طرف بھی کوئی آنکھوں سے ہنسا ہے کہ نہ تھا
کس سے ہم نے دلِ گم گشتہ کی باتیں کی ہیں

سارے بدلے ہوئے انداز تھے تیور تھے مگر
ہم جو پہنچے ہیں تو کچھ دیر کا ہیر پھیر ہے

بھیگے بھیگے سے ہیں مژگانِ تمنا کے دیار
ہو نہ ہو ٹوٹ کے برسا ہے کہیں ابرِ طرب

ہر اک منظر اداسی ہے
کہیں تنہا کیا ہے

ہے زمیں رنگ و بو کے نرغے میں
ہر نفس جوئے خوں میں نہائے ہے

یا رب ترے کرم کا سزاوار کون ہے
ہر شے ترے کرم سے ہے تیرا کرم ہے کیا

اس راز کو کوئی کیا سمجھے ہم سمجھتے ہیں
کانٹا کھٹکتا ہے پھولوں میں کیا کیا ہم

کس کس کی یاد دل میں ہے کس کس کا غم ہے
کیا کیا ہمیں پہ ترسے ہیں یاروں کے قہقہے

قیمت دلِ کا مجھے اندازہ ہے ہوتی رہی
یہ متاعِ بے بہا ہے بیچتا تو کبھی

کچھ نظر آتا نہیں دل میں ہے کیا چیز کہ ہے
ہر نفس سینے میں کیوں بیتاب تو کبھی

ہم سے تو ماضی تھے بہتر کوئی خواب
میری اس بیتی ہوئی دنیا پہ تو کبھی

جز اداسی کچھ نہیں ہے سوچ لے
چارہ سازو کچھ سنو ہے یہ تو کبھی

ہنس رہے ہو گے دریچے میں کہ دیوانہ ہنسے
کوئی در تک شہر میں آئے گا دیوانہ تو کبھی

میں دست بسر میں ایک تجھ کو ہی نہ دان
تجھے کچھ سے تو خود کچھ کو تو دے

الگ رہنے دو اس کو نشتر کی دل میں سے
یہ کہ ہر سانس تڑپ جس کو میں کھوں سے

عجیب لطف تھے وہ زندگی کے ماں
ہاں سانس بھی نہ لیا اور سانس رہا

میں سوچتا ہوں یہ سے ساتھ زندگی میں کیا کچھ
میں دیکھتا ہوں تجھ سے چھوٹ کے زندگی میں کیا ہے

سکتے تو ہو ہی تھی تمہارے جیسے
ہر نفس کے کی سے بھی سحر

ہر نفس روشنی ہے گہرا ہوتا ہے
لوگ ڈھونڈ کے آنکھوں میں اپنے ہے

ہر پا سمی ہیکل ہی رفت رو تو رکھ
گر میں سوئے ہوئے نشتر جاگ اٹھے

ہم کدھر نکل آئے کون سی بلندی سے
فاصلہ نظر کا ہے راستہ نہیں کوئی
جو نہ بن سکے اپنے جو نہ بن سکے اپنے
کس کو ہم سناتے حال کون سنتا تھا
ہم ادھر سے چپ چاپ جی کو ہی نہیں آئے تھے
تھا سماعتوں پہ گراں ہر صدا کا بھی تھا

ہم سے کیا کسی نے پیار کیا
کس نے ہم کو ہوا دی جینے کی
کس آنکھوں نظر آتا نہیں کچھ
مجھ پر بات پر جھنجلا رہا ہے
یہ کچھ بن زندگی کا ہو گیا کیا
مسافر رستے میں کھو گیا کیا
کچھ کھلی سے کرتی ہے مرد نہیں

کسی کو کیا کہ ہم کو ہو گیا کیا
ہمیں کس سے ہمارا کھو گیا کیا
یہ کچھ بن زندگی کا ہو گیا کیا
مسافر رستے میں کھو گیا کیا
کچھ کھلی سے کرتی ہے مرد نہیں

خاک پر رہ کر بھی خوب تر میں فرق ہی
جیسے سب کچھ ہو چکے ہوں زندگی کے مرحلے
جو لگ ڈالے تھے شوق نے کبھی کب سے
جب یہ ہو گا، کس طرح میں کروں گی
نہیں ہے آدمی اسے بے ہوتے ہیں
زندگی تھوڑی کر کر کبھی سے
تو نے خود ہی سے بھی بھلا دیا ہے
ہی لگا دے ہر پر سکون ہو
ہیں جسے راحت بھی تیرہ ہیں تھی
صفحہ ہستی پر جب تک ہیں
تو ہی راحت خوب کے بھی
ہم تو ہیں رہتے ہیں
آخر کار زندگی خاک اڑا کے رہ گئی
ہیں سے جب خوب تو تھوڑی ہیں سے
ہیں ایک زندگی ہوتے کے تو ہو
کبھی دنیا سے نئے نئے ہیں
یہ کس امید پر تھا تھے
کہیں ہیں ہو تم سے نئے
تم ہیں سے ہو
ہیں ہیں ہو
ہیں ہیں ہو
ہیں ہیں ہو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دیکھنے تجھ کو ہزاروں کی طرح آئے ہیں
ہمیں موقع پہ پرسشِ غم کا
دیکھنے دل دکھا ہوئے بھی
کیا کہوں تجھ سے میں جو مدعا
تھا کہ یہ بھی نہ کہا جائے بھی

تصویر میں تیری آرزو کی
بگڑے بھی تو شاکار میں ہم
[illegible]
[illegible]

کتنی خیرات تو آنکھوں میں بسا رکھتے ہیں
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

بھولے سے کبھی گھر بیٹھے تھے لوگوں کے سمجھانے سے
[illegible]
[illegible]

آنکھ تیر کریم میں اس نے دل کا پتہ تو مسدود
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

نہیں گے سیکڑوں فتنے میں اجنبی پن کے
کبھی کبھی مجھے پہچان بھی لیا کیجے
چھڑی ہوئی کتھیں چلیں میں بہت ہی دلیں
سب گزرتے ہوئے کہ گئی سنا کیجے

ایک ہے حسن، فتنہ کوں ہم
شعلہ شعلہ شرر شرر شبنم
ایک ہی رنگ، نغمے فروزاں
نغمہ نغمہ ہزار پیرہن
اہل دنیا کب سوچ سکے ہو
غم تو سلا خسم کا ہم
کون سر پھوڑے عشق کسی کے در پر
ختم ہو جائے گی تہذیب، جبہ جبہ
کس قدم آرزو کی منزل پر زندگی
یہ تو سوچا خدا میں کبھی نہیں
تو بھی مسافر میں بھی مسافر
ہے سفر عمر کا یہی حاصل
عرف حسرت ہو ایسا کوئی یہاں نہیں
زندگی کر یہ تو بدلا بھی احسان نہیں
کبھی تو آئیں گی تنہائیوں میں جب یادیں
یہ بھیجتے ہوئے تم ڈر رہے ہو بیٹک
ختم کب ہوں گی بھی تلخیاں حیات کی
یہ تو کیا کہنا، بھی سنی ہو گئی
کہاں تک ترے کرم سے دب
نہاں ہو میں [illegible]

چُپ ہو گئے دل دکھا نیوالے

ایک آہٹ تو ہوئی ایک دریچہ تو کھلا

Khuda Bakhsh Library
Acc. No. 115767

ہنستے ہیں سب بھی مست ہوا میں خمار سے
وہ آ رہا ہے میں کہ کسی کے نکل رہا ہوں میں

دل کو محبت کے نشو سے بھی سوا ہے کیا
رہ بھی بڑی ہوئی ہے نکل رہا ہوں میں

کہنے دو دے ہے کوئی کہ ہوں میں بھی ہوں مگر
حکمت ہے مدعا نہیں ہے زبان ہے ہاتھ میں ہے

اچھا اگر تھی رسیت سے آزاد زندگی
کھنچے تھے جیسے کی [illegible] سے

ترے ہو کہ ہوں نوازی قسمت کہ میں ہوں
[illegible]

کس پیکر جہاں کی ہے دل کو جستجو
تصویر ذہن میں ہے ہر صورت نگاہ میں

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

تم سے شکوہ تو نہیں مجھ کو مگر غور کرو
ہنسی روکی ہیں میں نے قفس کی

بہت نزدیک سے گزرا ہے کوئی
شرار جستہ ہے خونِ رگِ جاں

دیکھو تو قفس کی تیلیوں سے
آئے کہ گئے بہار کے دن

[illegible]
آدمی جب، تمہارے غم سے گزر جائے ہے

[illegible]
جو ہے تیری محبت میں راستگاں کر دے

[illegible]
تراجماں کہ خوابیدہ روح جاگ اٹھی
نہ شباب کہ آنکھوں میں نیند بھر آئی

[illegible]
کوئی آیا ہو سمجھتا ہے کہ وہ آئے ہیں

[illegible]

تو کبھی پورے نہیں ہوتے میں — خواب وہ بھی تو حسیں ہوتے ہیں
آگ کچھ ایسی لگی ہے دل میں — جلتے ہیں خاک نہیں ہوتے ہیں

زندگی سے ٹوٹ کے تارے کئی آنکھوں میں ڈوب گئے — جب تک تم نہ کہو نظر یہ کھیدہ کیسے ہیں ہم
خلش اب بھی ہے خنجر کی بھی پر عام رکھتی ہے — لیکن تم تو ہری کچھ تو کسی سے تم کو ہیں ہم

تمہیں کہ میکدہ میں شرم مانع ہے — زمیں کے گی تو اپنی تشنگی پانی سے
کبھی وضع کبھی کوئی سیر کے لیے ہوگی — سکل کے دیکھ رہیں آپ کی خدائی سے

محل تشنہ سی تو ہو تشنگی نے راز تو دے — وہ آنکھ ہو گی نہ میری ہے تو نائی سے

وہ چراغ اور ہیں جو تھے تو جلا جلو کے بجھ گئے — یہ چراغ دل ہیں شعلگر جو جلے ہے ہو بجھے ہے
جو ہوس کا نام ہوس نے لکھے تھے ہیں حسن — تری اک نگاہ نے سنگر کے دوں کے تو جی جگا دے
کسی دن وفا کے پیرہن سے سجا دی تھی عشق کو — جو ملے تھے ہم کو ورثہ تو وہ ہیں ہم نے لٹا دے

دیکھتی ہے تو زندگی ہی اور — وہ نہ ہو تو ہے زندگی ہی اور

اب وہ گھر چھوٹ گیا تیرہ ہی کسی گھر کی — اب جہاں چاہتا ہے مجھے تری دوری لے جائے
گو ہوا میں ہوں تو کچھ ہیں سے ڈگ ہے — اب جو سنگی چھن میں رہتی ہے بھی گیا
اب خزاں ہے نہ بہار اس کی تو کیا فصل — زندگی تیری یہ دو دیدہ منظر کب تک

ہر کوئی رنگ میں ہر جا میں عین کیا — عشق ہی کس کو بتا نہ تو زمین کیا
خضر ہر موڑ پہ ہے کچھ کس سے ہر فیصلہ — تو ہیں کا کبھی خدا سے کہو دل سے کہو

کوئی خوش کوئی ہو شیدا کوئی تارا کوئی بجھے — تب ایک تیری یاد ہے دل سے
تیری یادیں سلگتے خواب لاد دیتے ہیں — دن کے سب قصے تری چاہت کا لوٹ گئے

خوشی ہنسے تو لب کب ہنسے ہیں آنکھ ہیں — یہ کہاں تو تو ہی روٹے بجھتا بھی ہیں
کسی سے تو ہو کسی کو خدا ہے نصیب میں — مرے نصیب میں تو بھی ہیں تو بھی ہیں

کون پس نقاب ہے تو سے کہ یہ بھی آرزو — اب یہ نقاب تو ہٹا مجھے اعتبار دے
اک نہ دیکھ ہی آنکھوں میں — مدتوں کی حقیقت کیا ہے

زیست اور دانش ۔ صحی کا خواب ——— بھید تو تم ہی بتا دیتے کیا ہے

مشق میں تیرے ہم تجھ پہ لوگ نہ دیں الزام بہت ——— ان کے بھی قد سے نہ تھے ہم تو بھی تھے لاچار بہت

بات بنوں کی تھا یہ بھلا کیسے ——— تو سے یہ ہیں تک میں کیسے

بلا تھی ساعتِ اوّل سے انتظار کی شام ——— نہ جانے کب سے تھی دہلیز پر کھڑی کیسے

••

افتخار عارف

نقاش: [illegible]

عکسِ تحریر

یہی ہیں تیرو سناں و سپر تو شانہ کر
گرہ کلاہِ امیر سپہر تو شانہ کر
یہی دبدبہ یہی طنطنہ، یہی طمطراق
اسی طمطراق کی مٹھی کروں میں روانہ کر
ترے سر سپہر خاک 3 راہ مفر ڈھونڈ
تجھے ہوں آئے دل اسقدر ہی ترانہ کر
وہی بات جس سے بڑھے تری شان زار
وہی بات کہہ کے کہ ادائے حرص زمانہ کر
وہی ذوق جس سے لڑ رہا ہے ترا وجود
اسی ذوق کو کہ صرف دعائے شبانہ کر
ترا رزق ہی سے مرض ہے نواے کہ
ذرا چشم کے ردّ و بدل در ہم و دانہ کر

افتخار عارف

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یہ وقت کس کی رعونت پہ خاک ڈال گیا
یہ کون بول رہا تھا خدا کے لہجے میں

کسی ادا میں تحیر کی بد دعا ہے کہ خود سپردگی کا تصور ہے
یہ جو بات بن کے بگڑ رہی ہے تو کوئی بات ضرور ہے

میں چراغ سے کے ہوا کی زد پہ جو اگ رہا ہوں تو غم نہ کر
میں یہ جانتا ہوں کہ میرے ہاتھ پہ یک طلوع ضرور ہے

لوگ پہچان نہیں پائیں گے جب وہ چہرہ
اب نہ بدلے تو بدل جائے گا منظر کب تک

کہاں کے نام و نسب علم کب فضیلت کب
جہاں بندگی میں تو فیصلہ ہی حاجت کیا

شکوہ کی آگ ہے پھر بھی ہے شعلہ بے شعلہ
سنگ زار میں مرے کیا عارضی فوقیت کیا

مٹی کی محبت میں ہم آشفتہ سروں نے
وہ قرض اتارے ہیں کہ واجب بھی نہیں تھے

یہ تیرے میرے پیروں کی خندقیں سے جلی
وہیں ہمیں سے علاقہ ہوا لگتا ہے

بلند ہاتھوں میں زنجیر ڈال دیتے ہیں
عجیب رسم چلی ہے دعا نہ مانگے کوئی

مرے خدا مجھے اتنا تو معتبر کر دے
میں جس مکان میں رہتا ہوں اس کو گھر کر دے

وہی پیاس ہے وہی وحشت ہے وہی گھر ہے
سمجھ میں آ گیا ہے یہ کہ جینا بہت پرانا ہے

صبح ہوتے ہی پرندوں کے چہکنے کی صدا
رات کا وقت گزر جائے گا ہر شخص کو جانا ہے

[illegible] ہوتے ہیں
[illegible] ہوتے ہیں

ہو میں مہ و خورشید مسخر تو نہیں ہے — گردانِ مسائل کبھی طے ہو گے نہیں کیا

[illegible] — [illegible]

وہی پہلی سی ارزانی سرِ بازارِ [illegible]

[illegible]

بدلتے موسموں کی دھول ہوتے راستوں کو

[illegible]

وہ ساری عمر انتظار کرنے والے کیا ہوئے؟

وہ ایک ایک پل شمار کرنے والے کیا ہوئے؟

[illegible]

وہ لمحۂ ابد شکار کرنے والے کیا ہوئے؟

[illegible]

[illegible] — مرا ہر خوف دامن گیر رہنے کے لیے ہے

[illegible] — وہ سارا شہر بے تعبیر رہنے کے لیے ہے

[illegible] — جو ساری عمر بے تعبیر رہنے کے لیے ہے

[illegible]

[illegible]

نہ یہ آب و ہوائے شہرِ جسم و جاں دوائی

[illegible] — [illegible] — نہ اعجازِ کلامِ میر رہنے کے لیے ہے

[illegible] — باقی فراق وہی تحریر رہنے کے لیے ہے

[illegible]

[illegible] — اب اپنے [illegible] دیکھتے ہیں

[illegible] — [illegible] دیکھتے ہیں

[illegible] — [illegible] دیکھتے ہیں

[illegible] — [illegible] دیکھتے ہیں

[illegible] — [illegible] دیکھتے ہیں

غلام ربانی تاباں

غلام ربانی تاباں — ب ۱۵ نومبر ۱۹۱۳ء

غزل

راہ گزر ہو یا مسافر نیند جس کو آئے ہے
گرد کی چادر سی چادر اوڑھ کے سو جائے ہے

تربتیں ہیں تربتیں ہیں دور یاں ہی دور یاں
آرزو جا دور کے صحرا میں کچھ دور لے جائے ہے

میری آشفتہ سری وجہ شناسائی ہوئی
تجھ سے ملنے روز کوئی حادثہ آ جائے ہے

یوں تو اک حرفِ تسلی ہیں بڑی شے مگر
ایسا لگتا ہے دعا بے آبرو ہو جائے ہے

زندگی کی تلخیاں دیتی ہیں خوابوں کو جنم
تشنگی صحرا میں دریا کا سماں دکھلائے ہے

کس طرح دستِ ہنر میں بولنے لگتے ہیں رنگ
دردمندوں کو نہ یہ کوئی سمجھ پائے ہے

(مجلسِ ادبِ نوید)

غلام بانی تاباں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(1) FREEDOM STRUGGLE

THE ROLE OF CENTRAL LEGISLATURE IN FREEDOM STRUGGLE

2. THE RISE AND GROWTH OF ECONOMIC NATIONALISM IN INDIA
By Dr Bipin Chandra

3. [illegible] HISTORY OF INDIA, PART I AND PART II
By R.C Dutt

4. [illegible] MATTER OF INDIA, VOL.II (HISTORY AND CULTURE)

5. [illegible] MUSLIM ADMINISTRATION
By Dr R Tripathi

6. [illegible] FREEDOM MOVEMENT IN INDIA, VOL.II
By Dr.Tara Chand

7. NATIONALISM AND COMMUNAL POLITICS IN INDIA
By Dr.Mushirul Hasan

۱۹۷۱ء میں صدر جمہوریہ نے پدم شری کے اعزاز سے نوازا۔ ۱۹۷۵ء میں حکومت ہند کی طرف سے [illegible] کے موقع پر [illegible] پدم شری دیئے گئے۔ ۱۹۷۶ء میں [illegible] کے لئے منتخب کئے گئے۔ ۱۹۷۸ء میں حکومت ہند کی طرف سے [illegible] کے لئے منتخب کئے گئے۔ ۱۹۷۹ء میں [illegible] ۱۹۸۰ء میں [illegible] ۱۹۸۳ء میں [illegible] ۱۹۸۴ء میں [illegible] ۱۹۸۵ء میں [illegible] ۱۹۸۶ء میں [illegible] ۱۹۸۷ء میں [illegible] ۱۹۸۸ء میں [illegible] ۱۹۸۹ء میں [illegible] ۱۹۹۰ء میں [illegible] ۱۹۹۱ء میں [illegible] ۱۹۹۲ء میں [illegible] ۱۹۹۳ء میں [illegible] ۱۹۹۴ء میں [illegible] ۱۹۹۵ء میں [illegible]

اک چراغ اور سہی، جگمگا دو بھی

[illegible]

نشہ کا ہوں کو خبر دو کہ مے سنی نے

[illegible]

حیات شیخ نے کہنے کو صاف پانی

[illegible]

تھکا ہوا یہ صبا فرش کہ ٹھہر جائے

[illegible]

کون میرا قتل ہے، کون چارہ گر میرا

[illegible]

بدل بدل دیے آداب آرزو جانے

[illegible]

جس کو آوارہ کسی موج صبا کی صورت

[illegible]

نالوں سے کوئی آواز کو نسبت نہ ہیں

[illegible]

کس کو پڑی ہے کون بٹائے کسی کا غم
یہ مصیبت آپ اٹھائے ہوئے ہیں ہم

چند بار ہی کے علاوہ چند زخموں کے سوا
زندگی کی نظر میں کیا ہے کیا نہ تھا

تو رہتیں ہی تو رہتیں کتنی زندگی کی رونقیں
سوچیے تو ایک عشرت بار دیر میں کیا نہ تھا

میں جی رہا ہوں کسی موج تشنہ کی طرح
مرے سکوں کو تم اضطراب بھی کہو

مرے فسانے بھی ہیں اشکوں کے نذرانے
وہ پیچ و خم کی کسی پیچ و تاب بھی کہو

کیا خبر تھی ٹوٹے گا جب عیش ہستی کا
میری چاہ آوارہ ہوگی میری نفرت بھی

تم مرے دانش و حکمت کی تہہ معنوی
سوال بھی ہے تو ہر جواب میں ہوں گے

وہ دور سرخوشی کی قید بھی کتنی خوشگوار قید تھی
مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ عمر بھر میں چھوٹ جائے گی

شکستہ ہوں تو کسی جھڑکی زباں جب میں
تکلم سے سہی وہ دور سے دو بھی نہیں

سکوت زار تھا یا سکوت مجبوری
مگر جو بھی تھا جسارت تھی گفتگو کرتے

جس میں ہوتے ہی رہتے ہیں حادثے ورنہ
کسی کو ایک لمحے سے دشمنی کیا تھی

وہ ساری بات تھی اک لمحے سے ترک بیعت کی
برسوں من کی شہنشاہی بے رخی کیا تھی

وہ شہر جس میں ترا انتظار ہے کسے
وہ چھپانے کے لیے کوئی شجر تو ہوگا

وہ ایک دم تحریر سے وحشت کے سوا
کوئی منظر بھی تو حد نظر تو ہوگا

چارہ فرماؤں سے کیا وحشت یہ کہتی
خانہ زادوں میں علاج آوارگی بھی ہے

دل کے ویرانے میں کھل جاتی ہے جراحت کے گلاب
سعد یاروں سے وہ تنہائی تو ملے

مصلحت دور میں رونے سے دل کی گرہ
حسن و تنہائی خلوص سے وہ تنہائی تو ملے

مفت بدنام ہوئی موج شرر محفل میں
جس کو جلنا ہے وہ چپ چاپ بھی جل جاتا ہے

اک تصور ہے کہ ہے خواب مسافر کی طرح
رات کی رات بہت دور نکل جاتا ہے

چراغ جل کے بجھے دل کا ہر جذبات کھیلے
سکوں کی آس کسے ہے ملے نہ ملے

ہوائے وقت بڑی خوشگوار ہوتی ہے
یہ درد سے ہے پت کوئی ہے ملے

ہے یہ بھی جرم محبت کا مجرد نہ ہیں
کسی کو فیصلہ ہو کسی کو حوصلہ ملے

پھر آج کسی سوچ میں ڈوبے ہیں درد ہم
کیا جانیے یہ حادثہ بستی میں ہوا ہے

بکھری ہے سرِ جادۂ رہ ایک مجنونی
ہر سمت کے چہرہ پہ کوئی داغ سجا ہے

احباب سلامت ہیں تو پھولوں کی کمی کیا
ہر چند بہت دل ہوا خونیں لہو چکا ہے

کبھی ایسا لگا ہے درد سے دل نے شفا پائی
کبھی کب تیز نشتر تھا رگ رگ میں اُتر آیا

چمن کی صبح کہنے میکدے کی شام کر دیجے
بڑا دلچسپ نظارہ سرِ شام سفر آیا

کبھی یوں بھی ہوا ہے زندگی کے شوخ خوابوں میں
ہوا رنگِ بھرنے کے لیے دستِ ہنر آیا

سبھی مٹی کا سب کچھ ہے فراز اعتبار سے نسبت
نہ دولت کام آئی نہ سر آیا نہ در آیا

قرینوں ہی قرینوں میں دو رویہ ہی دوریاں
اُڑو جادو کے منتر میں مجھے دیوار سے دے

میری آشفتہ سری وجہِ شناسائی ہوئی
مجھ سے ملنے روز کوئی عادتاً جاتا ہے

یوں تو اک طرفہ تسلی بھی ہوئی ہے مگر
ایسا گُم سے ہوا ہے آبرو ہو جاتے ہے

کس طرح دستِ ہنر میں ہو سجنے لگتے ہیں رنگ
ہر سے دو ہو کوئی آ کر کوئی سمجھا ہے

○

ہر ستم لطف ہے دل خوگرِ آزار کہاں
سچ کہ تو نے مجھے غم سے سروکار کہاں

دشت و صحرا کے کچھ آداب ہوا کرتے ہیں
کیوں بھٹکتے ہو یہاں سایۂ دیوار کہاں

بادۂ شوق سے لبریز ہے ساغر میرا
کیسے دیکھا ہے مجھے دعوتِ خمار کہاں

کیوں ترے در پہ رہی حرمتِ سجدہ مجھ سے
تیرے پندار کو بھی جرم سے انکار کہاں

سوچتے کیا ہو جو جانے کو ہے جانے دو اسے
دیکھتے ہو کبھی صبح کے تارے لوٹ کر

یہ ہے شوقِ میکدہ نہ مسجد و در
کوچہ دیکھا ہے کوئی جا کے بدلتے

یوں تو ہر گام پہ غمخوار ہے میں خاصاں
جو مرے غم کو سمجھ لے وہ غمخوار کہاں

○

محفلِ درد کو غم زدہ جانو
ظرف کی بات ہے قاتل کو مسیحا جانو

ایک سے ہوتے ہیں موجِ خطرِ موجِ نمو
پھول کھل جائیں تو قدِ نم کا سراپا جانو

تم نے کب دیکھے وہ لمحے جو گزرتے ہی نہیں
درد کی رات کسے کہتے ہیں تم کیا جانو

وقت بے درد سہی ساقیِ بے پیر سہی
اے کسو کی تم بہر لو صہبا جانو

یوں تو ہر جلوہ رنگیں کو تماشا سمجھو
ہاں کبھی محفلِ ہستی کو تماشا جانو

فکر کرنے سے تو اب دل کی لگی کیا سمجھو
ہم سے سیکھو تو یہ جینے کا سلیقہ جانو

دل میں خوں گشتہ تمنا کے سوا کچھ بھی نہیں
اب یہ تم زیرِ لبِ خندہ سمجھ کر جانو

کیسے گزرے گی مرحل سے سفر کے آخر
تم کبھی راہ سے تنہا کو گزرتا جانو

○

ہر موڑ کو چراغِ سرِ رہ گزر کہو
ہر گام کو نشانِ کفِ راہبر کہو

خونِ گشتۂ تمنا کو کوشش ستمگر کہو
دل کی ہر جستجو کو تپشِ بے اثر کہو

غم ہائے روزگار کو کچھ اختصار بھی
ہر رہ گزر پہ کیوں ہو زنجیر کا فیاض

میری متاعِ درد بھی زندگی سے ہے
دل شورشِ جہاں کا تماشائی ہے مشورہ

ہر منظر عجب کو فریبِ سفر کہو

○

آنکھ بے وجہ بھی ہو جاتی ہے نمناک کبھی
یوں تو سرمایۂ جاں ہے مجھے یادوں کا خزانہ

رقص میں قوس بناتی ہوئی بانہوں کی کماں
جھوم گئی پیار سے ہر درد کی سوغات مجھ کو

کون یہ سکتا ہم آوارہ مزاجوں کا سراغ
حسرتِ دید کی تسکین کا سامان کہاں

نغماتِ زمانہ میں جنوں ہو کہ سبب

دفعتاً چل سکتے زبان کی یادوں کے تیزاب ... پھر حسرت کی شاخ ... بے برگ ہے

○

کھیں کھیں نکھیں پھولوں کے خوں میں ... تری تشنہ سے گل خنداں رنگ میں
مرا وجود تھی جیسے بکھرا گیا تجھ سے ... عجیب حادثہ گزرا رہ تمنا میں
حیات لذت حقیقت نشاط ... کسی کے ساتھ بھی ہو گے میں ہو میں
یہ ... بات سے تو ... نے کسی ... تم
خرد کے دور میں دیوانگی عبث ہے ... ہے
کبھی یقیں ہی یقیں ہے کبھی گماں ہی گماں ... کسی کو یہ ... سے ... ہے
نشاط و غم کے تفکر بدل گئے ... عجیب لطف تھا آزردگی عجیب میں

○

داد بھی نغمے داد بھی فنا ... ہے گزرتی ہے ہوا ... فضا کی طرف
منزلیں راہیں تھیں نقش قدم ... ہے ... ہے ... کی طرف
نقش نا رسے گزشتہ تو گزر ... چلا ... ہے ... کی طرف
جھلملاتے ہیں ہے وہ تو محفل ... اک نقد دیکھ تو صاحب محفل کی طرف
کتنی کیف میں ساحل ... ہے ... کی طرف
یاد آتا ہے وہ انداز تجاہل ... ہے ... کی طرف
ذکر آیا تھا حیات ... ہے ... کی طرف

○

نارسائی میں فغاں کی ... ہے
آئینہ خانے میں کیا ... ہے

کچھ نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہہ گئے ہیں دوست
خامشی بھی ایک طرزِ گفتگو ہے دوستو

تاک میں صیاد، گلچیں میں تو ہے صہبا میں سم
سب کرشمہ سازیٔ ذوقِ نمو ہے دوستو

دل تو دیوانہ بھی سیکھ ہوش کا کیا علاج
ہوش کا دامن بھی محتاجِ رفو ہے دوستو

ہر قدم پر جل رہے ہیں راہِ الفت میں چراغ
ہر قدم پر نقشِ پائے جستجو ہے دوستو

کوششِ عرضِ ہنر فرطِ ہنر میں تاباںؔ کی غزل
اور در پردہ کسی سے گفتگو ہے دوستو

○

تھکے ہیں لاکھ مسافر سفر ہے کیا کیجے
ابھی دلِ کششِ رہگزر ہے کیا کیجے

جنوں پہ قیدِ طلب بھی بہت گراں ہے مگر
جبیں نوازِ ترا سنگِ در ہے کیا کیجے

چمن میں کوئی نشیمن ہے بے ہے نہ ہے
بہارِ موسمِ رقصِ شرر ہے کیا کیجے

بڑا غریب یہ آوارگی کا رشتہ ہے
غبارِ راہ بھی ہم سفر ہے کیا کیجے

تمام عمر شکستوں سے دل کو کام رہا
خلوصِ شوقِ رقیبِ اثر ہے کیا کیجے

نہ حکایتِ ستم روزگار، لاحاصل
غمِ حیات سے کس کو مفر ہے کیا کیجے

ہنسے تھا محفلِ دیوانگی پہ کل تابانؔ
گریۂ خود بھی تو شقہ سر ہے کیا کیجے

○

ہدفِ طنز میں مورِ دشنام نہیں
کچھ بھی خوش ہوں کہ ترے شہر میں گم نام نہیں

دل گزرگاہِ خزاں سے نہ گزرگاہِ بہار
ایک سے تابِ سکوں جس کا کوئی نام نہیں

اس حقیقت پہ فسانے کا گماں ہوتا ہے
میکشی عام ہے اور تشنہ لبی عام نہیں

اتنی آسان نہیں میرِ مذاقِ لم
فکر و احساس بھی ہوں ظرف میں اک جام نہیں

اہلِ الفت کو زمانے سے شکایت کیوں ہو
درد بھر درد ہے تہمت نہیں، الزام نہیں

بات بھی کرتے ہیں فطرت کے مناظر تابانؔ
چاندنی کیا ہے اگر چاند کا پیغام نہیں

سنگ و خشت کو تو بس بام و در ہیں کہتے
رہ گئے ہم جو حسن سے اُس کو گھر نہیں کہتے

دل سے قیدیں ہیں جس نے لذتِ جراحت کی
کس کو تو بھی کہتے ہوں در کو در نہیں کہتے

بات صرف اتنی ہے زندگی کی راہوں میں
ساتھ چلنے والوں کو ہم سفر نہیں کہتے

کوئی کیسے سمجھے گا سادہ دل سیہ دل کو
ماں کو ماں کی حسرت کو ماں کو ماں نہیں کہتے

نخلِ دل کی شادابی کس سراب کا حاصل
دشت کو بسانے کی رہ گزر نہیں کہتے

زندگی کا ہر منظر عجیب دلفریب سا ہے
جانے کیوں اسے ہم بھی خوبتر نہیں کہتے

سب حریفِ مے بستی کے دکھائے ہیں تیور
وہ کوئی سا بھی ہو رات پھر نہیں کہتے

خود نما تو کیا مجھے خود تکلفی سی ہوتی ہے
زندگی سے خود ہوں کی بحث سی ہوتی ہے

ہر بھی ڈھونڈ ہی لیتے گوشۂ اماں کوئی
نیند کے تصور سے گھر سی ہوتی ہے

لوگ بے رخی کو درد کی دوا سمجھے
زندگی کی بیتابی کم نہ سی ہوتی ہے

زندگی کا ہر منظر بھی سا لگتا ہے
سب کہیں سے ہے ایک سی ہوتی ہے

دل نوازیِ کتنی تو سبھی میں تھی
ہر کسی کو تجھ سے ہی کچھ سی ہوتی ہے

حرفِ مدعا تابش جب بھی لب پہ آتا ہے
ایک بات ہوتی ہے یوں کچھ سی ہوتی ہے

بے رخی ہے عنایتوں کا گلہ
ہے ستم بھی کرم سے ہو جیسے

دوستو بھی کروں میں کیا شکوہ
کس نے سوچا تھا رب ایسا چرکے دے جائے

خلق سے ٹوٹے ہوئے پتوں کی تحریریں بس یہ
جس طرف ہوئے گی نکلی ہوئے جائیگی

ماہ و کاہ کا ساتھ تو کیا زندگی بھی
وقت کے ساتھ ہی ہر شے ختم ہو جائیگی

یہ تغافل کردہ یاد کی تابش ہوتی
ساتھ بے فیض بھی سب سے ہو جائیگی

رسمِ تسلیم و رضا سے مصلحت کی زندگی
زندگی کا ہر عمل سوچ کر کرے گی تو کبھی
نوحؔ کی مانند ہر شے سے کنارہ کیجیے
زندگی لانی تھی اک دن اور قضا لے جائیگی

○

سحر کے جاگے بھی کرن سحر نہیں ہوتی
سوائے دشت بہت معتبر نہیں ہوتی
یہ اور بات ہے پھر کوئی حادثہ ہو جائے
وہ بے ثبات سہی بے ہنر نہیں ہوتی
سنے گا کون ہماری کہیں تو کس سے کہیں
کہ گردِ راہ دلیلِ سفر نہیں ہوتی
یہ اور بات ہے پھر کوئی حادثہ ہو جائے
مسافروں سے خطا رہگزر نہیں ہوتی
عجیب بات ہے سن کر یقیں نہ آئے گا
دُعا بھی موتی ہے منزل جدھر نہیں ہوتی
چمن میں چشمِ دو چراغ تیں کسے کہتے
اگر سیاست برق دستور نہیں ہوتی
مرے قریے کی بستی میں جسے لوگوں کی
گھروں کو حاجت دیوار و در نہیں ہوتی
جہاں غم کی روایت کا کبھی گلہ نہ ہاں
طلب کی رات میں سحر نہیں ہوتی

○

سلف کا رشتہ سے کوئی نہ خلف کا رشتہ
دل سے کچھ درست طاہر ہی نہ کا رشتہ
درست جیسی بھی ہو بازنے قائل بھی ہو
کتنا نازک ہے چراغوں سے ہوا کا رشتہ
تم حالات کہو غم کی مکالمات کہو
ٹوٹ بھی جاتے ہو ٹوٹا ہے تو کا رشتہ
سوچیے تو سبھی اپنے ہیں کوئی غیر نہیں
عالم تنہا سے ہے حریم و سرا کا رشتہ
منظر بہت ہیں کچھ رنگ تو بدو بات سے
خار زاروں سے کسی آبلہ پا کا رشتہ
پھول سا باب بھی نکلے تو یہ باب نہیں
آج بھی دل سے وہی آب و ہوا کا رشتہ
کیا کریں ہم زمانہ کی شکایت تا ماں
درد سے رکھتے ہیں ہم لوگ سدا کا رشتہ

○

لبوں کی جنبشِ نوا در خور اثر نہ سہی
حدیثِ شوق بھی کیا کہے کارگر نہ سہی

نہ جانے کس کا لہو سنگِ خشت میں ہوگا
قدم قدم پہ تھیں بیچ بھی کھلے ہوئے گے
عجیب بات کوئی کر گیا ہے دیوانہ
وہی حیات کی تلوار شش دھنو کا ہر گوشہ
کہے میں جس کو فسوں ساز کی غزل تابش

دریا تھا یا سراب دھند لکوں میں کھو گیا
پھر یوں ہوا کہ پھیلوں کھلے دل کے آس پاس
موجوں کا نقطہ بجھ تھا خاموش بھی تھا
دیوار و در پہ لکھی ہیں کتنی کہانیاں
گت سے صحن باغ میں رقص طرب کے بعد
تاباں شراب خانے میں کچھ دوستی تھے

کسی کا گھر وہے آخر خدا کا گھر نہ سہی
جنوں کی راہ بہاروں کی رہ گزر نہ سہی
کہیں تو شمع جلے ہر طرح نہ سہی
گلوں کی نرم تو ہے ایک مشت پر نہ سہی
کسی کا خوب پریشاں سہی ہنر نہ سہی

ایک آسرا تھا وہ بھی سر شام سو گیا
ایسا لگا کہ دشت چمن زار ہو گیا
اب کیا بتائیں کون سفینے ڈبو گیا
صدیوں کا در دشہر کی بیچین ہو گیا
سر مر حد بہت رکا آسان ہو گیا
مسجد بھی سو گئی ہے تو ہم بھی سو گیا

••

معین احسن جذبی

فقیر احسن جذبی (اپریل ۱۹۱۳ء)

عکسِ تحریر

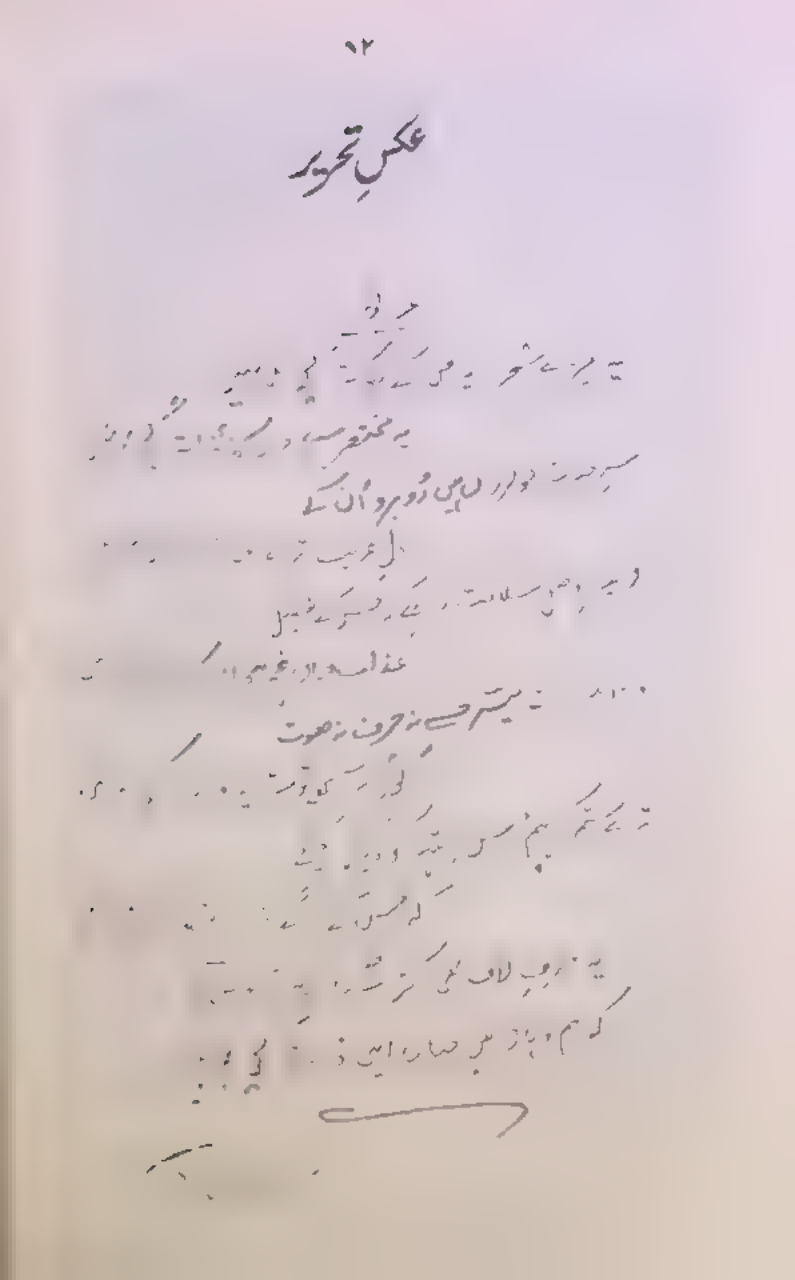

معین احسن جذبی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میری نظر میں یہ بات بہت اہم ہے کہ ہم نے اپنی تاریخ کے ایک نازک موڑ پر اپنی قومی زندگی کا رخ متعین کیا۔ اس کے بعد ہم نے ترقی پسند تحریک کا آغاز کیا۔ یہ تحریک بھی ایک طرح سے ہماری قومی زندگی کا ایک اہم موڑ تھی۔ اس تحریک نے ہمارے ادب کو ایک نئی سمت عطا کی۔ اس تحریک کے بانیوں میں سجاد ظہیر، ڈاکٹر رشید جہاں، محمود الظفر اور احمد علی شامل تھے۔ ان کے بعد بہت سے ادیب اور شاعر اس تحریک سے وابستہ ہوئے۔ ان میں فیض احمد فیض، سردار جعفری، کیفی اعظمی، ساحر لدھیانوی، مجاز، جاں نثار اختر، علی سردار جعفری، اختر الایمان، مخدوم محی الدین، ابن انشا، ابراہیم جلیس، عصمت چغتائی، سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، ممتاز مفتی، احمد ندیم قاسمی، ن م راشد، میراجی، قرۃ العین حیدر، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، صادقین، چغتائی، شاکر علی، اے آر چغتائی، زین العابدین، حنیف رامے، شیدا، گل جی، آذر زوبی، ناصر کاظمی، انتظار حسین، شمس الرحمٰن فاروقی، وزیر آغا، سلیم احمد، جمیل جالبی، ابن انشا، مشتاق احمد یوسفی، شفیق الرحمٰن، کرنل محمد خان، شوکت تھانوی، رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، فرحت اللہ بیگ، نذیر احمد، ڈپٹی نذیر احمد، محمد حسین آزاد، الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، سرسید احمد خان، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خان، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا سلیمان ندوی، علامہ اقبال، اکبر الہ آبادی، چکبست، تلوک چند محروم، برج نرائن چکبست، رتن ناتھ سرشار، پنڈت دتاتریہ کیفی، منشی سجاد حسین، مرزا ہادی رسوا، مرزا محمد سعید دہلوی، نواب سید محمد آزاد، سید احمد دہلوی، مولوی عبدالحق، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر تاثیر، ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر گیان چند، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر محمد حسن فاروقی، ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، ڈاکٹر سید وقار عظیم، ڈاکٹر سید عابد حسین، ڈاکٹر سید محمد یوسف، ڈاکٹر سید محمد اکرم، ڈاکٹر سید محمد عبدالباری، ڈاکٹر سید محمد عبدالحق، ڈاکٹر سید محمد عبدالرحمٰن، ڈاکٹر سید محمد عبدالغفور، ڈاکٹر سید محمد عبدالحمید، ڈاکٹر سید محمد عبدالرشید، ڈاکٹر سید محمد عبدالکریم، ڈاکٹر سید محمد عبدالستار، ڈاکٹر سید محمد عبدالمجید، ڈاکٹر سید محمد عبدالوہاب، ڈاکٹر سید محمد عبدالرزاق، ڈاکٹر سید محمد عبدالقادر، ڈاکٹر سید محمد عبدالرحیم، ڈاکٹر سید محمد عبدالکریم، ڈاکٹر سید محمد عبدالستار، ڈاکٹر سید محمد عبدالمجید، ڈاکٹر سید محمد عبدالوہاب، ڈاکٹر سید محمد عبدالرزاق، ڈاکٹر سید محمد عبدالقادر، ڈاکٹر سید محمد عبدالرحیم

مگر ان درختوں کے سائے میں اے دل
ہزاروں برس کے یہ سوکھے ہوئے پتے
ہزاروں برس کے یہ سوکھے ہوئے پودے
یہ ہیں آج بھی سرد و بے حال بے دم
جو ٹھٹھرے ہوئے ہیں تو ٹھٹھرے ہوئے ہیں

[illegible] کو میور مدت میں [illegible] ہو گئے:

[illegible] یہ [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [

محاذ کے ساتھ اور دوسرے ترقی پسند شعرا کے ساتھ ہم لوگ گورنمنٹ کے کوٹے پر بھی جاتے تھے۔ لکھنؤ میں یہ
پہلی بار ۱۹۴۲ء میں آئے تھے)۔ وہاں ترقی پسند شاعروں کی ایک سرپرست میں گورنمنٹ کے ایسے مستی
تھیں وہ۔ بہت اچھا گاتی تھیں۔ بہت ہی نارمل سی صورت کی عورت تھیں لیکن بہت ہی پرخلوص۔ ان سے ہمارے
مجاز بہت متاثر تھے۔ ہمارے ایک اور دوست تھے سید سبط حسن۔ تو اب پاکستان میں ہیں وہ بھی ان سے عشق کرتے
تھے۔ پھر ایک محفل میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ سردار جعفر نے پوچھا۔ کہ ہر سلطان آپ سے محبت کرتی ہے؟ اس نے کہا:
سید سبط حسن سے۔ مجاز کو بہت ارپٹ ہوا۔ اس دن مجاز کا غصہ جس طرح تھا وہ مجھے عاشق نہیں تھے
اس سے زیادہ پوزر کرتے تھے۔ وہ میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ گو سلطان نے بڑھ چکی تھیں اور وہ بھی دانستہ
کر کے دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک رنگ جا رہا تھا۔ اور مجھے احساس ہو رہا تھا کہ
یہ حضرت آنکھوں آنکھوں میں کچھ کہہ رہے ہیں نوجوانی کا زمانہ تھا۔ ۴۰-۳۹ء کی تو یہ سب باتیں ہوتی رہتی تھیں۔
اسی طرح ایک بار ... نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تھی بہت پہلے ان معاملوں سے گذر چکے تھے ہم۔
جب انھوں نے خط پر خط لکھنا شروع کیا اور ریپٹ آنا شروع کیا تو وہ نظر وجود میں آئی جس کا مطلع ہے ؎

بیتے ہوئے لمحوں کی حلاوت کہاں لائیں — اک میٹھے میٹھے درد کی راحت کہاں سے لائیں

یہ ۵۰ء کی بات ہے۔ پوری نظر سن لیجیے ؎

ڈھونڈھیں کہاں وہ نازِ شبِ تابِ جاں — آہ سحر گہی کی مصیبت کہاں سے لائیں
کھائیں کیسے دل کی نزاکت کا ہم قسم — خاموشیِ نظر کی حکایت کہاں سے لائیں
ترکِ تعلقات کا موجب ہے احتمال — یہ کیوں سمجھ لیا کہ محبت کہاں سے لائیں
افسردگیِ ضبطِ الم آج بھی سہی — لیکن نشاطِ ضبطِ مسرت کہاں سے لائیں
ہر فتح کے غرور میں بے وجہ بے سبب — احساسِ انفعالِ ہزیمت کہاں سے لائیں
آسودگیِ لطف و عنایت کے ساتھ ساتھ — دل میں وہ اضطراب کی قوت کہاں سے لائیں
وہ جوششِ اضطراب سے کچھ ہو چکنے کے بعد — اب وہ شکستِ رنگِ طبیعت کہاں سے لائیں
ہر لحظہ تازہ بلاؤں کا سامنا ہے دل — آسودہ کار کی وہ جرأت کہاں سے لائیں
ہے آج بھی نگاہِ محبت کی آرزو — پر اب کسی سے اپنی قیمت کہاں سے لائیں
سب کچھ نصیب ہو بھی تو اے شوخیِ حیات — تجھ سے نظر ملانے کی ہمت کہاں سے لائیں

[illegible]

نہ کہیں امن کا ساقی نہ کہیں من کا جام

نہ کہیں امن کا مطرب نہ کہیں امن کا ساز
[illegible]

[illegible]

آج کی شام نہیں جذبۂ احساس کی شام

[illegible]

انتخاب کلام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کچھ دل کو محبت میں سہارے نہیں ہوتے

کچھ تیرے قاتل نے کی حوصلہ افزائی

اک طرف لب تک نہیں کھلتے ہیں دو پیارے

○

○

یہاں ہے عشق وہ یہ حوصلہ کہ رند
یہاں ہے شوق وہ یہاں ہے شوق کہ جو
یہاں دکھ وہ ہے کہ جس کا نہ کوئی حد نہ مدّ
یہاں ہے طول کلامی کہ جس کا
زمانہ سب سے رہا ہے یہاں کی قیمت کیا

۱۱۵۰

آ کہ اے دست تمنا ترے ہونٹوں میں تو دیکھ
آ کہ جیسے ترے ہونٹوں پہ تمنا ہے کوئی
آ کہ جیسے ترے ہونٹوں پہ ہے ہونٹوں کی مہک
آ کہ جیسے ترے ہونٹوں پہ ہے
آ کہ جیسے ترے ہونٹوں پہ ہے
آ کہ جیسے ترے ہونٹوں پہ ہے

۱۱۵۱

جسے آج نغمہ سمجھتی ہے دنیا
جسے ساز دوراں پہ گانا نہ آیا
کہ کر جسے رکھ دیا ہے جہاں نے
وہ کلیاں جو چٹکیں نہ مرجھا کے گریں

۱۱۵۲

ہے ہی وہ کوئی ہونٹوں جیسے کی نرمی کرے
ہے نہیں کوئی ہونٹوں جیسے کی نرمی کرے
جو گلاب کھلتے ہیں ترے ہونٹوں پہ کہیں اور کہاں
ہیں نہیں کوئی ہونٹوں جیسے کی نرمی کرے

۱۱۵۳

○

مرے سوا ہے اس دیوانے میں کچھ جی بھی کرتے ہیں
کہ کچھ کہنا کچھ کرنا کچھ رات گئے دن چڑھے کچھ دن چڑھے رات گئے
اے کاکل گیتی ہم تجھ کو جس طرح سنوارا کرتے ہیں
لے نوح ہمارا بھی کوئی غم چار کچھ ہے کہ نہیں
کچھ لوگ ادھر بھی دیکھتے ہیں کچھ لوگ ادھر بھی دیکھتے ہیں
کیا جانیے کب یہ پورے کھٹے کیا جانیے وہ پورا کرتے ہیں
جس دن سے تیرے نام پہ ہم کیا کچھ نہ گوارا کرتے ہیں

○

بیتے ہوئے دن کی عزت کہاں سے لائیں
اک بیٹھے بیٹھے دن کی رحمت کہاں سے لائیں
ڈھونڈھیں کہاں وہ راتیں تجھ سے تھا جن کا احساں
وہ بے نگہی کی صبحِ رحمت کہاں سے لائیں
سمجھ میں کیسے دل کی نزاکت کو ہم جسر
خ موتی لطف کی خلوت کہاں سے لائیں
ترک تعلقات کا ہو جس سے احتساں
ہے بے گیوں میں تیری صورت کہاں سے لائیں
افسردگی مبط مے آج بھی سہی
لیکن نشاطِ حسرت کہاں سے لائیں
ہر فتح کے وہ رہیں سے وجہ بے سبب
ت ہیں شعاعِ بیت کہاں سے لائیں
آسودگی لطف و سنابت کے ساتھ تھا
ان میں فراوانی کی قیامت کہاں سے لائیں
وہ جوشش اضطراب پہ کچھ سوچنے کے بعد
یہ ت کہاں سے ہم یہ ہمت کہاں سے لائیں
ہر لحظہ تازہ تازہ جنوں کا سماں
ما آر سودہ کاری کی عزت کب ہاں سے لائیں
ہے آج بھی نگاہِ محبت کی آرزو
پر کہاں کہ نگاہ کی قیمت کہاں سے لائیں
کچھ نصیب ہو بھی تو اے شورشِ حیات
تجھ سے لطف چرانے کی ہمت کہاں سے لائیں

○

یہ نیرے ستم پہ ہیں کہ ہیں دل کچھ بھی نہیں
یہ نظر ہی مری کائنات کچھ بھی نہیں
مرے حیات تو مرزا میں رہ رہا اس کے
ترے غریب ترے کچھ بھی نہیں
ہو ایک بات نہیں جینے کے حرف و صوت
کوئی سمجھے تو یہ وہ بات کچھ بھی نہیں
ترے ستم کی ہم میں نہ کہ دیکھ چکے
کہ تجھ کے آگے ترا ہاتھ کچھ بھی نہیں
یہ حرف لاف بھی کہ سکتے اے صدیقی
کہ ہم دہاں میں جہاں ہو زر کچھ بھی نہیں

پتی سوں سوں، سب کہہ دوں تو جیوں
ا، اک جماعت نئی بڑھتا، ما تو جیوں
جاسے اک دن بھی کسنے نہ غرض
آندھیاں چلتی ہیں دنیا سوں جاتے ہے۔

پت گرتے ہیں تب کہ مجھ سوں تو جیوں
بھی چلتی ہوں زمانہ کو سمجھوں تو جیوں
اُٹھ لا تھا، ہے آتے نہ سا میں
تھوڑی دل ہوں، زانوں میں آنوں تو جیوں

وہ مرا سحر وہ اعجاز کہاں ہے لانا
میرا ٹوٹا ہوا وہ ساز کہاں ہے لانا
میں تھکا ہارا تھا اتنے میں تو آسے دل
اف وہ رنگیں پرستی وہ سے محل

میں ہی کھوں سوں تو وہ کس لیے مانے
اک زرگیت بھی سن یہ گمان تو جیوں
کسی متوسے بے چینے سے بڑھ ہی بوتل
لیسے دو چار محل در بہ لوں تو جیوں

مجھ سے کچھ کہیے تو کہتی ہے زباں کی جھن
آنسو و اترے تو بیکار کھنکو یہ دس
یہ جو آنکھوں میں کھنچ تک ہے محبت کا ور
میرے ماتھے پہ کھنچ تک ہے عزت کا ور

کیا کیا میں نے زمانے میں نہیں جس کا چین
بیٹے بیٹھے گئے ہوئے، اس کو سکھاوں تو جیوں
میرے ہونٹوں کو بھی تک ہے تبسم کا غرور
لیسے دو بوسے بھی اب خود کو سکھاوں تو جیوں

حسن نعیم

حسن نعيم

غزل

مٹ گئے سب داغ، داغِ عشق تنہا رہ گیا
گر گئی دیوار، لیکن اس کا سایہ رہ گیا

اک سمندر روچکا، اک بحر اور امڈا ہوا
پھر بھی آنکھوں میں کسی کی ایک دریا رہ گیا

کون جانے کیا ہوا ہے اور اب پیار سے،
کام کتنا ہو چکا ہے، کتنا باقی رہ گیا

یاد ہیں سب آج تک ہمدم وہ اک اک بات کی
آسمانِ ہند پر اک عہد تابندہ رہ گیا

مر گیا وہ ماہرو، سر کر گیا جو یہ علم
علم کی طاقت تھی جس کے بل پہ وہ رہ گیا

حسرتؔ

بمبئی ۲۲ جون ۱۹۸۵ء

حسن نعیم

[illegible] ۱۹۳۰ء [illegible] ۱۹۳۱ء [illegible] ۱۹۳۲ء [illegible] ۱۹۳۳ء [illegible] ۱۹۳۴ء [illegible] ۱۹۳۵ء [illegible] ۱۹۳۶ء [illegible] ۱۹۳۷ء [illegible] ۱۹۳۸ء [illegible] ۱۹۳۹ء [illegible] ۱۹۴۰ء [illegible] ۱۹۴۱ء [illegible] ۱۹۴۲ء [illegible] ۱۹۴۳ء [illegible] ۱۹۴۴ء [illegible] ۱۹۴۵ء [illegible] ۱۹۴۶ء [illegible] ۱۹۴۷ء [illegible] ۱۹۴۸ء [illegible] ۱۹۴۹ء [illegible]

مشکل سے تین برس تک قوم کے بعض افراد نے اس کے ساتھ بڑے بھرپور
تعاون کا ثبوت دیا مگر جب یہ تعاون ختم ہو گیا تو اس کے بھی قدم
لڑکھڑانے لگے۔

اس ۱۹۴۸ء میں ایک چھوٹی سی بچت بھی نہ ہو سکی جس کے سہارے یہ
ادارہ کچھ دن اور چل سکتا۔ ۱۹۴۹ء میں یہ ادارہ بند ہو گیا۔ اس کے
بعد ۱۹۵۰ء میں ایک بار پھر اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس
بار یہ ادارہ ایک کالج کی شکل میں قائم ہوا تھا۔ یہ کالج بھی
زیادہ دن نہ چل سکا۔

یہ تھی گھاٹ کے قیام کی مختصر سی داستان۔ اس کی بنیاد جس
قلیل سرمایہ پر رکھی گئی تھی اس کے پیش نظر اس کا قائم ہونا اور
اس وقت تک برقرار رہنا جس وقت تک اس کے بانی زندہ رہے، ایک
معجزہ ہی تھا۔ اس کے بانی تھے سید حسین۔ ان کی ساری زندگی
ایک کھلی کتاب کی طرح تھی۔ ان کی زندگی کے بارے میں کچھ
لکھنا خود ان کے لئے بھی ایک مشکل کام تھا۔ سید حسین کو
خود نمائی سے ہمیشہ نفرت رہی۔ وہ ایک سچے مسلمان تھے۔
اس لئے وہ ہر کام صرف اللہ کی رضا کے لئے کرتے تھے۔ اس
کے بدلے میں کسی سے کچھ چاہنا ان کے مزاج کے خلاف تھا۔
سید حسین کا ذکر بھی ہم صرف اس لئے کر رہے ہیں کہ ان کے
بغیر گھاٹ کی تاریخ ادھوری رہ جاتی۔

وہ ایک صوفی درویش منش شخص تھے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ
گھاٹ کے مسائل کو حل کرنے میں گزرا۔ ان کی زندگی کا ایک
بڑا حصہ

[illegible] ۔ [illegible] ۔ [illegible] ۔ [

ہو کر باقی زندگی ادبی اور علمی کاموں میں مصروف رہے۔ ۱۹۵۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی ادبی حیثیت کے بارے میں ابھی تک کوئی واضح رائے قائم نہیں کی گئی ہے۔ ان کی شاعری کا ایک بڑا حصہ ان کے دوستوں کے نام لکھے ہوئے خطوں میں بکھرا پڑا ہے۔ ان کی نظموں کا مجموعہ "نقشِ فریادی" ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد ان کی غزلوں کا مجموعہ "دستِ صبا" ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔ ان کی وفات کے بعد ان کی نظموں کا مجموعہ "زندان نامہ" شائع ہوا۔ ان کی شاعری میں قید و بند کی صعوبتوں اور زنداں کی تنہائی کا ذکر بار بار آتا ہے۔ ان کی غزلوں میں بھی یہی رنگ نمایاں ہے۔ ان کی شاعری میں رومانس اور انقلاب کا امتزاج ملتا ہے۔ ان کی نظموں میں "صبا" اور "زنداں نامہ" کی نظمیں بہت مشہور ہیں۔ ان کی غزلوں میں "دستِ صبا" کی غزلیں بہت مقبول ہیں۔ ان کی شاعری میں فیض احمد فیض کا رنگ صاف نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری میں فیض کی طرح رومانس اور انقلاب کا امتزاج ملتا ہے۔ ان کی شاعری میں فیض کی طرح رومانس اور انقلاب کا امتزاج ملتا ہے۔

انتخاب کلام

آنسوؤں کے قحط میں سید حسن نثیر

سیدھی کی روشنی پہ کہاں تک یقیں کیا
وہ دوست آئے تو اس کی بھی کچھ آزما رکھیو
نظر کی آنچ سے کھلتے ہیں پھول دشت کے
دیارِ غم میں جہاں منزلیں بھی فرضی ہیں
وہ کب غزال سے کب تک بہلا چھپے گا
کچھ اصولوں کا نشہ تھا کچھ مخالف ذات تھے
میں عادی جنوں میں تھا کہ آنکھ اٹھا
سانس لیتے ہیں ہر دور کے جیالے جن میں
"جاں لاکھ دے ہے کسی نے مگر مجھے تو کہا

جس کو جانا ہمنوا وہ کھو گیا بازار میں
ہے یہی اک کچھ کروں تو بات ہو
وقت بھی وہ وقت ہے جس کا سب کو
میں بھی سوچوں کہ تیری سمت بھی
اس طرح کہ شور بھی نغمہ سا
دیکھ ہیں جو جس نے ترے
کچھ ہے یہ آنسو کہ دیوں میں
ہے سبک یہ لو
وہ کام میں سب حرف یوں
تیر یک قطرہ کی سے
کیوں
ڈھنڈتا ہوں میں
یہ حادثہ بھی کی
لحہ کوں
خوش یہ
جہ
ہے
لے گئے ہم سائے سب
جسے
ہے

ہے کیا اک واہمہ جس شخص کو اپنا کہا
کس
ہونے کے پردے
کیسے کیسے
نہ
کیا قیمت کیا
ہے کی
کس میں ہے
خستگی گل بھی
اسے بھی
اب
جس نے دی تھی یہ
یہ
کیجیے کچھ کہ
مگر جو
مجھ کو آ کے
بھی
یاد ہو کا دم کہاں ہے
جب سے
روز پرانا
جو سے
مرے

مجھ کو خط لکھنا تو یہ بھی لکھنا — تم نے کھو کے مجھے پایا کیا
سب سے جاں بچا کے دیکھیں تو حسن — دل و جاں کا حساب کیا کیا
اس سے پہلے کہ دفن ہو جاؤ — وادیٔ فن میں کچھ تو بو جاؤ
تیر و تیدر کی ہیروی سے نعیم — کچھ تو اسباب ہم بھی ہو جاؤ
کچھ نہ تھا اپنی گرہ میں ان کی خوشبو کے سوا — پھر بھی ہم گلوں کی سب نے تمنا کی
حسن کا در ہو بھی بند رونق ہے نعیم — اپنے خوابوں کا خزانہ ساتھ لے کر چلے
جاری ہے حکم قتل بلا مہر و دستخط — تم اپنے سے فیصلہ تو ہو کی رسید ہے
سب سے حسین ملک ہے خوبوں کی سرزمیں — سب سے بڑا شہر داغ جدید ہے
قبضے میں جس کے غلط کا فی و نسخ ہے نعیم — تقدیر خوب ہی کی وہ کلید ہے
یک بھی حرف نہ تھا خوش خبری کا لکھا — نامہ وقت ملا اور کسی کا لکھا
ایسے کتنے ہی لوگ مکان جب ہیں میں — بام و در پر ہے مگر نام اسی کا لکھا
موجۂ اشک سے بھیگی نہ کبھی نوک قلم — وہ نہ تھی کہ کبھی درد نہ جی کا لکھا
کوئی جدت تو کوئی حسن تغزل سمجھا — مرثیہ جب بھی کوئی اپنی صدی کا لکھا
بات شیریں سی لگی فن کے لطافت کو — قصہ ہر چند حسن کو بکنی کا لکھا
ملا نہ کام کوئی عمر بھر جنوں کے سوا — تمام عیش میسر رہے سکوں کے سوا
لگی وہ آگ کہ دیوار و در بھی چٹ کے — کوئی مقیم نہیں گھر میں اب ستوں کے سوا
پڑی وہ دھوپ کہ سب رنگ پڑ گئے پیلے — کھا نہیں ہے کوئی سرخ غنچہ خوں کے سوا
ہر ایک فن کی بنا درد و جزر دل ہے نعیم — کہ شعر و نغمہ نہیں کیا موج خوں کے سوا
کسے بتاؤں کہ وحشت کا فائدہ کیا ہے — ہوا میں پھول کھلنے کا قاعدہ کیا ہے
پیمبروں نے کہا تھا کہ جھوٹ ہارے گا — مگر یہ دیکھیے اب تک یہ کیا ہے
میں نکل جاؤں گا اپنی ہستی میں ایک دن — بزم یاراں میں خیال آرائیاں رہ جائیں گی
بہار باغ تمنا ہے آرزو مندی — اگر نہ جسم و بر سایہ دیدۂ تر کھی
اتنی ہاتھ تو فریاد کی قسمت ہو نعیم — حاکم وقت بدل جائے تو سن لے شاید

دیے جلیں کہ بجھیں آفتاب تُو ہے گا
یقیں کرو کہ یہ شب بھی عذاب تُو ہے گا

شہِ ستم کو اٹھانے گا جو سر نیزہ
وہ شہ سوار مرے ہم رکاب آئے گا

نشانِ فتح کسی دن ہو میں ہو
مرا ثواب ولی دے تو تب آئے گا

پیستِ قد ہے نہ کوئی بلند قامت ہے
نگاہ ہو میں ہو لحاظ کی مروت ہے

چلا تھا میر کے پیچھے سخن کی وادی میں
اسی کی خاک سے ازکی مری امامت ہے

پہن کے دوست بھی نکلے لباسِ حسنِ
وہ یعنی آستیں میں کی جا دو ہو تو ہو

یہی یک جی میں ہے ہم سا بھی یک سر گریباں جو ہے
جھجھے اس عہد میں نہ سکا کسی خوں میں نہ ڈوبا ہو

ہزار تجھ سے الگ ہے میں ہوں بجھے جذبوں
کبھی تو دل کے دیوانوں کا بھی ہو اس کا سودا ہو

ابھی اپنی خاک میں قید ہوں کبھی تو کھلی ہوا میں بسے
تو طلب بہک گئی ہو سے میں لپٹ کے رہ گیں کا

سچ ہے اب عشق کو وہ منصب والا بھی نہیں
شاہ شمس و قمر آفسر و دلا بھی نہیں

گل جنہیں کہتی گئی اشک رواں کی صورت
ہم تھے سعدِ امکاں سے نثار بھی نہیں

وہ دیارِ ہستجو کے قافلے کی جان ہے
اس کی شہرت کے ہے ہی کی پہچان ہے

کس جو لے سے اُسے بھی بھجن ہے یہ
صوفیہ کی ہیں میں خمسہ قال فنوں کی سا ہے

پہلے سچ کی صف میں بھی کہ فن رہتی تھی کن
سو تو میں ہوں ہر تہہ بات تو فوں کا ہے

سونے میں تو دمک ہے وہی اس کی آبرو
مشتعل میں تو چمک ہے وہی اس کی گرمی

آتا ہے وقت شام ہو چلنے کی سمت سے
کب سے ہے تو دل میں ہے

اداؤں کا حسن خواب کے لہجے میں گفتگو
وہ حسن میر کے ہے ہیں ہے

میر سے لہو کو حسن نے جو دیا تھا لے لہو
وہ ہم نہیں سے شہ میں ہے خوب ہے

وہ حرفِ جو سخن کو وقار بخشتا ہے
وہ دل خوش جو خوں کو نکھار دیتا ہے

یہ کون دل میں چلا آتا ہے خوش خرید
زباں خنجر کو کہتے ہے ہار دیتا ہے

ہیں اس ادا سے کم نو سو ہیں حسن
جو ہوں سے کہ کا پیار دیتا ہے

جو کچھ ہو کچھ سچا ہی ہے
سب خواب وقتی باقی ہے

خوب شدوں میں اس کی آنکھوں میں ہے
حسن کی آنکھوں میں ہے

ہم گئے جس شجر کے سائے میں
اس کے گرنے کا احتمال ہوا

بسکہ وحشت تھی کاروبار سے
کچھ بھی حاصل بحسب حال ہوا

جس سخن پہ فخر تھا مجھ کو
وہ سخن بھی کب زبان ہوا

وہ شعر میں کیسے کیسے [illegible]
تیری تصویر جھیلی جب ہو تجھے [illegible]

[illegible] ممکن ہے، شرح آرزو ممکن نہیں
[illegible] کہ [illegible]

[illegible] کی اس فضا میں [illegible]
چھوڑ کے قید سے پریوں کو وہ کیسے بچتے
[illegible] اب [illegible] بے وسعتی

وہ ہنر ہے مہر ہے اخلاص ہے تہذیب ہے
[illegible] میں [illegible]

خوش نصیبی سے ہوا یوں وارث سوز حسین
[illegible] نہیں

مجھ میں کیسے وہ جنوں [illegible]
عمر کتنے گراں [illegible]

[illegible] کوئی بازار میں ہر روز بکے تو دیکھے
[illegible] کر [illegible]

[illegible] کیا مسائل تھے رہے کے تو [illegible]
[illegible] کر دن [illegible]

[illegible] کام [illegible]
[illegible] تھے [illegible]

اگر اڑان ہو اونچی تو پر اعتبار بھی
[illegible] جس کو [illegible]

[illegible] اب اس کا حسن بھی پردہ دکھائی دیتا ہے
[illegible] کا [illegible]

[illegible] اپنی سب روداد لکھے [illegible]
[illegible] آئے یاد آئے، میں [illegible]

کیا سمجھ کے مجھے الجھے ہیں حسن لیل و نہار
مدت ہوئی غزالوں سے گیا شور گلستاں
شکوں میں کہاں ڈوب گیا تو بہ سحر
محفل گوئی بھی اک حسن تماشا نے
ں وہ کشت نہ زرد تھا جس کی ہو شہ کی
اس نے تو بھی روپ بھرا اس نے تو بھی کھلا
یہ ہنر کا بھی ستارہ ہے نہایت منحوس
رکھے کا جو گہ تھ سے ہیں رکھ لیں
ہنے ہو کی بوند ہا کر دم شط
موسم سیلاب آیا ندی نالے بھر گیا
کیسں کاں رت تق کیسا کا ان چڑھا
وحشت سودا سے اس میں وہ بھی تھا جنبی
تہذیب قتل گاہ نے تھا سکھ دیا
اس کہ سے تیر کا لے اب سا گوشہ تیغ
مجھے بھی اس کسی کو پہ گمان ایسا
پتا چلا یہ ہوا وں کو سر ٹپکتے پر
کچھ خطوط دست میں تھا کچھ کتاب خریں
س کی بھی طوں ہوئی س قدر سے کیف تھی
جب سوا میں رقص کرتی جا رہی تھی ایک تتلی
ت ا ہنا تو اس سے کہوں گا دا ف
عجب یہ رات تھی نے حسن کہہ تھا یہ
کھلا سو ہوں مثال گیت د طوں میں
یہی ہجوم جو گھ کو جلاتا آیا ہے

آپ بیتی روزنامچہ ہوں یہ سب ہوں
ہے ورق ورق ناں ناں سنا سو ہوں
مطلعوں میں کہاں گرہ وہ سوا وں ہے
کیا غزل ری ہے حسن ایک پریدہ لفظوں
میرا نیا ہے سو ہوئے کوئی خواہش ری
ہی ہے کی مرنے ہی ہے ا ائش ری
ہر کسے غیر تا ئیں کسے اپنا سمجھیں
بیٹے کا تھ جو وں کتابوں کو ے ا
کس سے ا ا ں ستر ہوں کو ے ا
بے وطن سا کہ پرندہ ٹوٹ کے واپس لوٹ گیا
تو ہجوں سے بڑا تھ وہ صدے ٹوٹ گیا
ں میں ہو مقیر تو اپنے مکاں میں تھ
مرنا کہاں کاں سے جینا ہے فن کہاں
چاند کا آئینہ خانہ بادلوں کا گھ بھی تھ
تنہا بچ گیا کہ سمندر کا میں غریق
میں ریگ دشت نہ تھ سنگ صدا تھا
جو ہوں تھ وہ اپنے میں تھ لکھ ہوا
وہ تو کس دھنوں میں رت گا جا بجا
ے کہ ں کا ٹکڑ چھوٹے سے گر گیا
ے جنوں سے ع کیا ق وتا کو اب
میں کس طرح سے کھلوں گا اپنے کو
کوئی رحمت نہیں ہوں کہ وہ گر دے گا
رکا کے آگ مجھے تم وفا دے

ایک دنیا میں اپنے اندر ہوں
اس قفس کی فضا سے باہر ہوں

حاصل صد سفر ہے لب تشنہ
جس کی ہر موج بوند بھر بس ہے
پہلے دریا تھا، اب سمندر ہوں
ہر ادا ایک بے گھر ہوں

سر سے پا تک لہو ٹپکتا ہے
آپ اپنی انا کا منظر ہوں
ہر عبرت ہے یہ جنم میرا
اگلے وقتوں کا میں پیمبر ہوں
رنگ آتی نہ تھی میں حسن تھا جب
اس زمانے میں سب سے کمتر ہوں

وہ کوہ سے آواز دو تو آؤں بھی
میں ہر مقام میں طلب کی شکستہ پا ٹھہرا

مرنے کے بعد میں تارہ ہوں اب میں
میں بہت نہ جیتے کہ ہاں صاحب ٹھہرا

وہی بھی ایک صفت ہے شباب تک میں
سب سب میں وہی سلطانہ ٹھہرا

لکھو گے کیسے حسن خواہ کو وصف نہ یاد
تمہارے ساتھ تمہیں اے سلسلہ ٹھہرا

جو تھی کا وصف عادت علاج بنے
یہ ارمان ہے ایک شعیب ہے

آئے تو زہر عشق میں سب رہ گئے گلے
اب شاعری کی جان ہے گلے ہی ہے

کیا دانت اب کش کی قیمت اے بھی کہو
کس وقت تو میں رسم بھی ہار ہی ہے

قتال کی نوا سے مشروف ہے گو نغمہ
اردو کے سر پہ تیغ کی غزلوں کا تاج ہے

جو تشنہ کاموں کو ساتھ لے کر تو ہیں آب رواں میں نکلا
سمندروں سے سوا ہے گہرا اپنا ہر موج ہے

ہر رہبر سے یکجا ہے دیوانے شیشے میں دل کو
جو اس کو ٹھکرا بھی جائے وہ ایک نیا کو جانتا ہے

غم نہیں مسکن اس کا ٹھہرے دماغ
اس کے سر میں سو فتوں کے بجائے کیا حق

کیا ٹھہرا کوئی صحرائے تمنا میں حسن
رنگ ماضی کے سوا اس میں دھری کیا حق

جو اک یاد کی دستبو میں سے بستے رہنا
وصل کہ تو دیکھتے سے تنہا ہے

ہی صفحوں میں عمر ہے جرات نے وفا سے
یہ ہیں کہ سچ کو مقدر شکست ہے

تیکے تمام چن کے میں ترنی چھپیں
اس ٹھہرا ہوا ہے جدا ہوا وفا ہے

پتے جنوں کی دست میں سورج کبھی چاند بھی
ماضی حسن نہیں بھی ٹھہرا ہے

ہاں ہے یک بھی ٹیلہ لفظ نہ تاثیر
دل سے جو بات نکلی ہے اثر لے کر آئے ہیں

کتنے ہیں یادوں ہاتھوں کے بن چھپے ہوں
ماں موج ترے ہو کر آئے ہیں

ساتھ چھوٹے تو موتوں کی مہک گئے
جس کو پڑھنے سے ہم شب وہ ماہ بھول گئے

پتے پتے کی ہی موج صحت یاد
ہوں سب شاخ سے ہوا ہے جدا بھول گئے

یاد سے گئے کہ گھڑی ہے یہ نوید وطن
اس کو سمجھ کر تو ہے دل سے میں

ہر لہو روئے میں برسوں تو بھی رنگ حیا
یوں ہے گل کو ہنسنے کے لئے

اک میں دیکھ لیتی ہیں جہاں میں دل کے پنچھے
وہ چہرہ ڈوب جاتے ہیں آنسو بہانے میں

کرو نہ دفن کہ مقتل کا یہ وتیرہ ہو ___ لہو خاک پہ رہتے کہ قصبہ رہ کر کے

جب تک شعورِ عشق کے پس جاں ہے ___ زندان آرزو سے نکلنا محال ہے

یہ لحظہ انتظار ہے، یہ لحظہ انتشار ___ دل کا وہی ہے حال جو دیدار کے سمے

کوئی تو جانب بہیں دنیا میں کہ دو دن ___ سکھ کے بھی ترے آنسو نہ ہی کہ کہی

کوئی جیسے نوکِ سناں لیے شب و روز سر پہ کھڑا ___ ہے ذہنوں کے شہر میں یہ ذہنوں کا بس بھی

کہ معنی کا وہ گھر تھا جس سے اٹھتے ہے دھواں ___ جس جگہ یہ مدرسہ جس کا بار رہتا

رہ جو کاغذ سے مل جاتیں ہزاروں نعمتیں ___ سارے منگتے کا عشق ہی کردار تھا

جاگے تمام رو کر یہ سونگاہ تھی ___ دنیا سے حبیب کی آرام گاہ تھی

یادوں کو ہر طرح کا تحفظ عزیز تھا ___ ہر نے جی وہ رہ جو دوں کی رہ تھی

نہ وہ علاج کوئی آرزو ہے اس کی ___ ہی طلب کہ بہ جاں رائگاں کیجیے

ان دنوؤں کے صحن میں کچھ بھی چاہیے ___ مجھکو جیسے کہ ہے تازہ ہو بھی چاہیے

اس جہانِ آرزو میں زندہ رہنے کے لیے ___ آدمی کو مہرباں اک خدا بھی چاہیے

خیموں و خواب نے انکار سے قرض رکھا ___ زمیں کی سمت بھی ہو لے تو بس ہو میں نے

غم تھی سب کی نوا بسکہ نام میرا تھا ___ یہ سنے نہ اس دوراں تھی جام میرا تھا

وہی ہی ضد نے کیا بادباں کو چاک مگر ___ بھنور سے بچ کے نکلنا بھی کام میرا تھا

شعور و ریا نہ سنو، کتبۂ ساحل کو پڑھو ___ ہر سمس کا یہ تقاضا ہے مرے دل کو پڑھو

اس خرقہ گاہ میں اک دفترِ حیرت ہے وہی ___ قیمت طلب لگائی ہے تو جب ہل کو پڑھو

کتنے ہی باقی کھیں منصف وقت ہے کے ___ قتل عام ہے مگر صورتِ قاتل کو پڑھو

ایک لفظ خط کوئی میرے وہ سب سے جدا ___ آنکھیں روشن ہوں جو اس زمرہ قاتل کو پڑھو

پو پھٹی تھی کہ تھکے دل کا پیمانہ ملا ___ سو گئے خواب کی بانہوں میں جو آرام ملا

ڈھونڈتے رہتے ہیں سب روز زمینوں کے قدم ___ کوئی رسیف ہے کے ہی کام ملا

یا نہیں وہ تھا مگر راہ میں وہ دھوپ بچی ___ تھک کے تنظیر سے شہزادۂ ایام ملا

ہم نے بچی نہیں جس روز متاعِ عزت ___ اک بیمار بھی نہ ملنے کا نہیں اس کا ملا

سمٹے جہاں کی سیکڑا امکان مل گیا ___ بوسے چمن کو راہ میں عنواں مل گیا

[illegible] ___ میں چلا برسوں تو اں تک جسم کا سایہ گیا

[illegible] ___ [illegible]

یہ دل کہ قطبۂ گم نام سے مشابہ ہے ترے قدم سے ہے معروف شہر کی مانند

[illegible] انتظار روشنی میں اپنا دیدہ بہ دیدہ

[illegible] [illegible]

خواب کی راہ میں آئے نہ در و بام کہیں اس مسافر نے اٹھ یا نہیں آواز کبھی

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] ___ [illegible]

رات ان میں گفتگو نے ڈھائے ہوں یورت ___ ہمیں سے سرکا کہ تھکا تو یک ہوت

کوئی وجہ شعر ہمیں نے کسی بات کا غم بھی [illegible]

[illegible] ___ [illegible]

شاید کہ مقتل مہسر کوئی [illegible] ___ [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

پیکر ناز پہ جب موج حیا چلتی تھی [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

ہے کی فکر کرو اصلی ہے تشنہ فن ___ تشنہ لب سے محفل میں ہوا ہے تو ہے

رہے تو ہے کو پیمانہ خدا وند نے دیا
بہت دیا تو مجھے موقع وفا نہ دیا

ملا نہ زخم دل کا کوئی حساب مگر
یہ در ریشت کی طرح سے سجا لیا دیا

مہ عیوب کی تصویر ہے طرح کھینچی ___ مرے ہنر کو بس شہرت سخن نے ڈبویا

قصیدہ تجھے اس تجھ سے زیبا تجھ
زمیں کشادی غزلے کھلی کتاب سخن

زمیں سے پھوٹ پڑا جیسے چشمہ موسیٰ کا
کہاں سے آ دود موسیٰ کی خو سیکھی

یہ بچپنا تو جاتا سر خیر آباد ___ مگر ہے سمت قدم تیر پا تجھ

قصبۂ شہر میں ہے تنگ کا جو فاں بر پا
کوچہ دیر میں ہے ستوں موج رمک کے

مجھ کو ہر رنگ میں وہ شخص بھلا لگتا تھا ___ اس کو غرور وہ دل موتی کہ ہنستا دیکھوں

قصۂ شہ سے ہے بارت ہے طوفاں طلب
یہ بھی تسبیح کو تجھ سے جوڑے جوتی ہے

میں محسوس ہے شخص تو جب ہے تو تیغ ___ تیرے آنچل کا کوئی رنگ تو ہوگا

بتا میں کہ وہ جھوٹے کا رنگ تھا کیا تھا
کل ٹوٹی ہے دل روح کیسے بدن سے

ہی ہے فک رک پیشتر تو جھوٹ دیکھوں
تیر کتنے چمن در کھلے ہیں

مکتب یار ہوا حرف بڑھتے
جیسے ہی سامان جوڑ بطوں کا آیا

کسے بتائیں کہ عمر کے صحرا کو خلد دشت بنا کیسے ___ کہاں سے آب رواں کو مڑا کہاں لائے

ڈھونڈو تو صرف آپ ہے شعلہ کہیں نہیں
جلتا ہے دل کہ غم کا سراپا کہیں نہیں

شاعر کا ہے وہ خواب، رسموں کی آرزو ۔۔۔ تو جس کو ڈھونڈتے ہو وہ دنیا کہیں نہیں
سامان صد چمن کھلا اٹھائے ہوئے نسیم ۔۔۔ وہ کاروانِ بو جو ترا کہیں نہیں
یہ کس ورق کو چھیڑ دیا دکھ دکھ کون سا باب ۔۔۔ کسی صحیفے میں لکھی ہے زندگی کی کتاب
گیا تھا دشت سے ٹھوکر سمندروں کی طرف ۔۔۔ وہاں بھی تشنہ نصیبی وہاں بھی مگ سراب
رکھیے بچا کے اپنا یقینِ حسنِ نعیم ۔۔۔ غم کو گنوائیے نہ زر و ماں کی طرح
اب خدا جانے تجھے بھی ہے حق کہ نہیں ۔۔۔ لوگ جیتے ہیں مرنا ترے نام کے بعد
اشت ہیبائی ہے میری عہد جام کا جنوں ۔۔۔ بن چکے ہیں مجھ سے پہلے بت خدوں کے خداں
کتنے شکوے کے دیے جلتے ہیں بجھتے ہیں ۔۔۔ یوں نظامِ چمن سے میں رات بھر سوتا رہا
سچ تو یہ ہے کہ ابھی دل کو سکوں ہے لیکن ۔۔۔ اپنے آوارہ خیالات سے جی ڈرتا ہے
تا رہے ہوں غم یار ذرا سا جنس کر ۔۔۔ مسکراتے ہوئے لمحات سے جی ڈرتا ہے
جو بھی کہنا ہے کہو صاف شکایت ہی سہی ۔۔۔ ان اشارات و کنایات سے جی ڈرتا ہے
وہاں یقین کہ خود ہی کہیں گے حرفِ جنوں ۔۔۔ یہاں یہ کد فضا سازگار ہو تو کہیں

●●

خورشید الاسلام

نور رشید الاسلام

اپریل ۱۹۱۹ء

خورشیدِ اسلام

[illegible] ہیں جیسے [illegible] لوگ کہیں سے ہیں یہ تھے ہیں ہیں

[illegible] قریب ہیں [illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

کہ میں [illegible] بلکہ یہ کہ [illegible] ہوں [illegible] پھر [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [

جو غمزے وہ کرتے ہیں کرتے ہیں کیوں سے ہے ___ جو ناز بھی ہے رسانے میں ڈوبا ہوا سا ہے
یہ کیفیت ہے تو اک روز کچھ نہ کچھ ہو کے ___ رہے گا حلِ توجہ، دماغِ شورِ قسیم
جس سے دل پر اس میں کرتی تھی ___ وہ لوگ بھی جب دل سے اتر جائیں تو کیا ہو
وہ سادہ دل میں رقیبوں کو راز داں جانا ___ وہ مہرباں ہیں کہ مہرباں جانا، دھوکا گئے
ذوقِ لطیفی کی حسنِ مروت کی عرضِ حالت ___ جو کچھ دکھ سے عمر رواں، دیکھتے ہیں
ذکر یکاں ہی کی عرضِ ثبات ___ پھر بھی حساب سود و زیاں دیکھتے ہیں
یہ رنگ و روئے گل و لالہ خوب ہیں لیکن ___ اس رکھ سے مرا شوق سوگوار آیا
چراغ جلتے ہیں بجھتے ہیں ٹوٹ جاتے ہیں ___ تمام کارِ خانہ یوں تمام ہوتے ہیں
یہ آرزو ہے کبھی تو وہ سنتے جاں سنتے ___ کہ عرضِ دہر جو سنتے ہیں، سخت مہمل ہے
اسی خیال کے آدم تو زمیں تک آیا ___ جو دم گزشتِ بیکار سے آگے نہ گئے
تاویرِ اہلِ زم رہیں غم و راستے بہم ___ تاویرِ تخ کشتہ کے سر پہ دھواں رہے
یہ سرمک غم ہے کہ نفسِ دہ شراب ___ گرتے کے پیر مغاں، لالہ الجھتا ہے
تمام عمر سچ و تاب میں گذری ___ کہ فتنہ سیں کا تھا اور خ ریاحل کا
کہاں ہے بیخبری سے کہ سلف جانے کے لیے ___ ہم اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں ہاتھ قاتل کا
تمنا عرضِ محبت، ری تمنا ___ وہ شانِ گل پہ ری، اور میں قفس میں ہوا
دو زخ خ خریف ہو کیا حس کے، رہیں ___ شعلوں کی رتی ہے، ری بری ہے غم
ہم ہیں تمام عمر کہ ہم ہیں تمام عمر ___ تم بھی نہیں ہیں حشر کی تمہید لگے غم
قبلہ دیدہ قبلہ رب لوب ___ مہر و فا ہیں شوق شہادت عزیز ہے
کب سلف اس خشہ میں خرابی میں کب ہو ___ کوئی ستم ہو اس کی نہایت عزیز ہے
ہم کو دستِ جوابر کی ___ ہو کاستہ ہو تو
مری مستی سے پیدا پانو کی گرمی سے ہم ___ زمانے بھر خدمتِ کوہ گراں کرتے رہے
گزشتہ کی آگ میں تپ کر جواں نکھرتے ہیں ___ کھرے کے خط کو خطا سے آتے ہے جاب

دیکھ لے ہیں ۔ ۔ ۔

غزلیات

○

یہ عادت نے تھے عجب رنگ دکھائے گے
گریہ بھی خود بخود بھر سو کیے چھن جائے گے

مجھے مٹنے رہیے کب تک اس طرح تیشے بھلاؤ
موتیے کے نفس مہکے ترد ملتے ہوں جائے گے

خدا رہے دل حزیں سے نہ دل تپش
کوئی ایسی غزل چھیڑو کہ داغ کہن جائے گے

ہو گیسوئے نشیں سے کہ بادل تجوہ رہیں
ذرا بیدب کھولو کہ گل کی انجمن جائے گے

کوئی ایسی بھی ساعت ہو کوئی ایسی بھی شب آئے
کہ تیری حسرتیں موجیں تیر مانگن جائے گے

جو یہ آرزو اس رنگ کس انداز سے لوٹے
کہ تم شانے پہ سر رکھو تو بستر کی تکن جائے گے

کب تم نرمی سے زلفی اندر زلفیں
جاب شوق گریزی سے تکن اندر شکن جائے گے

بدن تھک جائیں شل بازو میں الجھیں بہ بوجھیں
گلے سے لگ کے یوں ہوں میں بچھن اندر بچھن جائے گے

عجب عالم دکھایا ہے تری کافر ادا نے
جوانان خطا بھرے عالاں فتن جائے گے

یہی شان کریمی ہے یہی کان بندی
کہ جب پیغے کا دل تم تو گل کلیہ بن جائے گے

جسے پینے سے نے دعظ نہ تن جائے گے
بچوڑہ تے تو ہم پیتے ہیں تم پیتا تو زم کیے

○

بہت دنوں سے بدن کی تھکن بہت ہے یہاں
گریہ سینہ میں سر دسمن بہت ہے یہاں

کبھی تو در پہ گرت ہیں ٹوٹ رہیں کر
کہ حلقہ حلقہ بچھن در بچھن بہت ہے یہاں

کہ خمیدہ ہے سب جنگ ہیں تو آنکھیں نہ
کہ دوش دوش پہ بار بچھن بہت ہے یہاں

یہ بال تب میں تھوں کی انجمن سے میلیں
کہ ذکر مژگاں کو رد کفن بہت ہے یہاں

نہ سر حدیں میں رہا غم نہ تھوڑہ نہ سجود
بشر کے دسترس دل کا بچھن بہت ہے یہاں

ستم کشوں کو تو مسلک ہی زیبا نہیں
ستم گروں سے یہاں بغض بہت ہے یہاں

تمام عمر رہے سے ذرا غصے
رہا دی جو اب اس کفن بہت ہے یہاں

مے کی خلد نہیں، اس کے عیش وہ حوریں
یہاں تو بات کا رہ بہت ہے یہاں

کسی حبیب کا حرف عطا، عنایت سے
کسی طبیب کا انس سخن بہت ہے یہاں

کسی کی آنکھوں میں شفقت کا وہ رسیدن
کسی کے موتی بہت ہے یہاں

○

آسودگی میں شدت غم کیوں ہے تربت ز
جو جا کے نہ گریں سوتے ہیں یہ یہ فجر

شاید یہ بتکدہ سے حور دیں ہے یہ
زمزمہ ہے دور زمزم کیوں ہے تربت ز

ٹپکا کر خون سے آنکھوں میں تم گیت
خون دقت عدالت کیوں ہے تربت ز

مانا کہ تیغ تیز تھی حق کا پیٹ سے
فتح عاب شکست تم کیوں ہے، تم بتاؤ

جو میں ہر نقطہ کے گرد کتنی سے لیوں
گردن میں ہر ایک تم کیوں ہے تربت ز

ہر دم جیل اور جسم کہاں ہے چھ کو
مشرق میں دھواں اٹھتی ہے دل پہ دھیدم

قد جس کا سرو تھا شبلی
اس کی کسی نقطہ سے رم کیوں ہے تربت ز

ہاں نرم نرم، نرم بظاہر کیوں فتح ہے
ہاں گرم گرم، گرم ندم کیوں ہے تم بتاؤ

ہاں کہنہ کہنہ طاق پہ کیوں بتکدہ میں
ہاں تازہ تازہ نغمے ہم کیوں ہے تم بتاؤ

کس سرد آب در کے تیسکے تھے رہیں
زد سرد یہ فوس وہ غم کیوں ہے تم بتاؤ

خوشبوئے گل ہے ہاں ہاں بادِ نسیم
یہ کرت وہ کہ کیوں ہے تربت ز

○

جو بار سے پہنچ وہ آنکھ نے تک تجھ
وہ سینہ میں خلش رہتی نے لب دیکھ

ہاں تھی اک ہاں تھا ملک ہاں سر
کٹے ہیں کے رہیں کا کسی نے کب دیکھ

[illegible] جو کسی موڑ پر سستی سے [illegible]
[illegible] تو کیسے [illegible] سے [illegible]
[illegible] پر تھا گرد [illegible]
[illegible] تشنگی کو [illegible]
[illegible] خمار
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]

[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]
[illegible] سے [illegible]

خوب ہیں خواب تیرے سب لیکن ... ہیں ترے خواب خواب سے لگتے

... دل، ناب دلبراں کھو کے ... بیٹھے ہیں
... کی نہیں ... ہیں
... ہیں
... ہیں
... ہیں
... ہیں

کاشمر یوں ہوتا کہ دنیا میں اکیلے ہوتے

ساقی فاروقی

ساقی فاروقی

ملکی تحریر

شعر

وقت اچھا بھی بیتا ہے ہوا تھا تم بھی یار میں تھے
ایک میں کیا سبھی ساتھ نبھا ہم بھی سارے میں تھے

ان سے یار کیا اس پر دوستی یاروں کی
ان پر ہم کیا حرف آئیں آواز میں تھے

ہر قیدی پر رات کو کن فرداری کرتی
ہونٹوں کا اظہار ہوتے جو لفظ سارے میں تھے

خبش تو کوئی صبح وہ ہو سو رہے
تمام آدم وہی پرندے سارے بردار میں تھے

جس نے خوب نغمہ کیا اور آگ پر رقص کیا
حیف کہ سارے ہوا ہے سیلاب اظہار میں تھے

۶ ۶/۸۶

ساقی فاروقی

[illegible] لیبوریٹری ورکنگ (لندن)۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ایک [illegible] ہے [illegible] دوست [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] میں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہی

جگہ ہے، مگر افسوس کہ یہاں اتنی ہمت ہیں ——— فرزانہ کی ذات ہی سے رہ گئی اپنے آپ کو لیئے دوڑے
کھڑے دوستوں کی نظروں سے بھی دیکھنے کی کوشش کرتے یا یہ کہ اس میں زیادہ تر بھلا ہو۔

انتخاب کلام:

(ہر غزل سے ایک شعر)

وہ جس روز تری دنیا بدل جانے کا سبب ہوگا — تبسم کی یہ ہلکی سی لکیر تو نے بھی دیکھی ہوگی

تری یاد آ رہی ہے دوستو انداز ایسا ہے — میری آنکھوں میں چھلکے ہیں جو آنسو اس طرح کیسا

میں ہی دشت ہمیشہ کا نہ بسنے والا — تو بھی کہ لوٹ سا بادل سے بچھڑنے والا

نیچے ہونٹوں پہ سے ہونٹوں کی لطافت کھوئی — میں اسی بات پہ یہ کہہ بھی گیا دوں کا

وہ منتظر ہوں یہ شعلوں کا عیں کھیت ہوں — مری کبھی کی دیتی ہے دستان نیچے

جس نے اس نے تجھ کو دیکھا دشت ہو گیا — جیسے خود کا بوجھ مری جان پہ نہ ہو

اب تو بھی میں کھوئی تھی تو بھی نہیں ہے — مدت ہوئی سوچا تھا گھر جائیں گے اک دن

میں بھی اس دشمنی کے سامنے ہیں — وہ کہیں ہو جائیں گی ہم اک دن

زندگی بھی نہیں کہ تم اس محبت سے — جس محبت کی طرح ہی زیر رہا آئی

ہے رات جو ہے ایسی جب دھیان میں سوئے نہ ہوں — جسموں کی رہ گزر میں روحوں کے سائے نہ ہوں

جو تیرے دل میں ہے وہ بات ہے دھیان میں ہے — تری شکست تری فتح داستان میں ہے

نیچے خوف تھی — سر اشک رکھ میں رہا — یہ حادثہ تھا یہ میں عرصہ سے سوچتا رہا

ہم مست سے پہلے ہوئے شعلوں میں ہوئے ہیں — میں تک میں اس کی ہوئے کی تو ہو

حادثہ بنے دوستو دوں سے نیچے نسبت ہے — نیچے کو اس دست کے تو سب سے دوں

ناموں کا کب نیچے ہوں یہ ہے کہ ہی یاں — دل کس کے بس میں دھڑکا ہے نہ ہوں

نیچے دشت سا نشست خاک میں یہ بھی — تو یہ کھڑے ہو میں ٹوٹ رہا ہے نیچے

یہ ہے تو ہم بھی کوئی ہیں ہمیں کچھ ہے
یہ کچھ نہیں ہے تو ہم بھی نہیں ہیں

جو ہیں یہ شعلے تو ہم بھی ہیں آگ کی صورت
جو ہیں یہ آنسو تو ہم بھی ہیں آسماں جیسے

میں نے اٹھ کر جب آواز دی تو وہ رکا
روح کو اندھی روشنی بلائے کہ پکارے کسی کو

حسن سمندی فن سے نہ ہو جب تک
حسن رقص کرتے تو دنیا کا وجود نہیں

ہر دفعہ یہ ہے کہ ہم ہی نہ سمجھ پائے
وہ تو ہر شعبدہ تھا سب کو دکھایا ہوا تھا

تمام سے ٹوٹ کے یہ ذات ہی جیسے کائنات تھی
ہر سمندر میں بلا شرکت غیرے موجود تھا

تجھ کو مری شکست کی ڈھیری سنبھالنی
تجھ سے بچھڑ کے زندگی دنیا سے جا ملی

سوچا میں ڈوب جاؤں مگر یہ نہ دیکھ کر
کتنی زمینیں کھا گئی ہیں کتنے آسماں

شہروں شہروں گھوم رہا ہوں شہر ہی سارے
ہمکلاموں کی بات مگ نے درد کوئی تمہارے

جیسے کا جو حصہ ہو تو نہ ہو ساری
نقشہ ہی پھیل ہو تو کہاں کھینچے

بیکار اُس کے واسطے آنکھیں ہوئیں تب
یہ لوگ آنسوؤں سے گریزاں کب ہوئے

اس نے نظر انداز کیا مجھ کو سر بزم
کس میں کوئی تحقیر کا پہلو بھی نہیں ہے

میں پیاس کا صحرا ہوں ترسنے کے لیے ہوں
تو کان گھٹائے، تو برس کیوں نہیں جاتی

خواب دیکھا تھا ہوں کے بھوت نے
سہما سہما ہوا ہے ہونٹ پہ

ایک دوزخ تھا میرے سینے میں
جس سے چہرا مرا منور تھا

وہ سحر کون ہے، بدن بد حواس ہیں
ہر چٹکیوں میں جان تو مردہ بدن میں

تیرے بدن کی آگ سے گھر میں ہے روشنی
یہ ہے تو مگ یہ ہے تو

دیوتا ہے خلوتوں میں بھی نہ عریاں
سے دوستی دشمنی دیوتا نہ ہو

یہ ہے خدا اُسے کھونے کی تمنا کیوں ہے
جس نے مجھے سے ہی ذات کو جدا سے

ہم تنگ نائے ہجر سے باہر نہیں گئے
تجھ سے بچھڑ کے ہم بھی بہت رہے

جاں جہنم نہ ہوئی میں تھا برہنہ ایسا

یہ تاب تو نہیں کہ تجھے دیکھ کر کہوں — مجھے چین نہ لینے دے اے دل نہ تو ہی لینے دے

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے — کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

اس بحر میں یہ بحر ہوئی دیوار نہ دیکھ — دیکھا اس میں کوئی نقطہ سوا دو نون کے

قد میں سات حصہ شوخی ہے — ایک خیال سے دہشت پھیلی ہے

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں — روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں اس نے — اس سے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا — میں یہ سمجھا یہ بھی میرے دل میں ہے

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال — ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

ہر قدم دوری منزل ہے نمایاں مجھ سے — میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب — ہم نے دشت امکاں کو ایک نقش پا پایا

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال — ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور — کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

ہر بو الہوس نے حسن پرستی شعار کی — اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

ہے کہ ہے زباں پہ بار خدایا کہے کیا — یہ بے دلی کہ ہائے تمنا کہے کیا

ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے — سیماب کو ہے طعن تسلی بجا مجھے

ہے وصل ہجر عالم تمکین و ضبط میں — معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیے

ہے وہ غرور دوست کہ دیتا ہے دل مجھے — عاشق ہوں پر معاشقہ کی آرزو نہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

غزلیات

○

گو میانہ روی تسوّف کے بس میں نہ تھی
یہ کائنات محبت کی دسترس میں نہ تھی

انا کی آگ میں دو سرد مہر جلتے تھے
کسی امید کی لَو شعلۂ نفس میں نہ تھی

دلوں میں بیٹھ کے طیب تھے رخواہشِ جدید
مرے لہو میں تری چشمِ خوب بس میں نہ تھی

ہم اجنبی کی طرح ایک دوسرے میں بسے
رہِ فرار کوئی، خوف کے قفس میں نہ تھی

ہمیں ملال رہے گا کہ ابتدا کی لگک
تعلقات کے کُل عمر تری برس میں نہ تھی

○

میں تیرے غم دلھاتا ہوں اپنا، تجھ کرنے کے لیے
تری آنکھوں میں تسوّف تری آنکھیں نم کرنے کے لیے

مٹی سے ہوا خسوب مگر آتش خانہ سا جلتا ہوا
مٹی سونا بھی میں ڈوب کے رہ سب یہ رہنے کے لیے

وہ یاد کے اب حل پرت رہے موتی بکھر بکھر گئے تو
کب رہ ہو میں آنکھی تھی مجھے تازہ دم کرنے کے لیے

آج بچے نہ ہے کاٹ دیا سب تنکے پرندے نغموں کا
گذرہ کے مدینوں کی تاریخ رقم کرنے کے لیے

مکتی سے اب بھی سوتوں پر وہی بھور بر شدہ ہو
میں جینے جینے زاد ہوا جب مدھم کرنے کے لیے

○

لوگ تھے جن کی آنکھوں میں اندیشہ ورائی نہ تھا
میں جس شہر سے لوٹ رہا ہوں وہ شہر سودائی نہ تھا

جن راہوں کے جانے تھے ملتی کم سے تھی
اور مجھے یہ ریگ وہاں اشوہ کوئی نہ تھا

تو نے جن ہوں کو دیکھا ہے میں ہوں
وہ بھی دھیان میں آیا جس کا سایہ کوئی نہ تھا

جو تھا میرے طیب یادوں میں اُس کی تو رسی
بس اپنی ہی گرفت تھی مجھ میں ورنہ کوئی نہ تھا

وہ جس خواب میں تھا اُس میں تو بھی نہ تھا
میں جس خواب میں تھا اُس میں دور دور نہ کوئی نہ تھا

●●

سردار جعفری

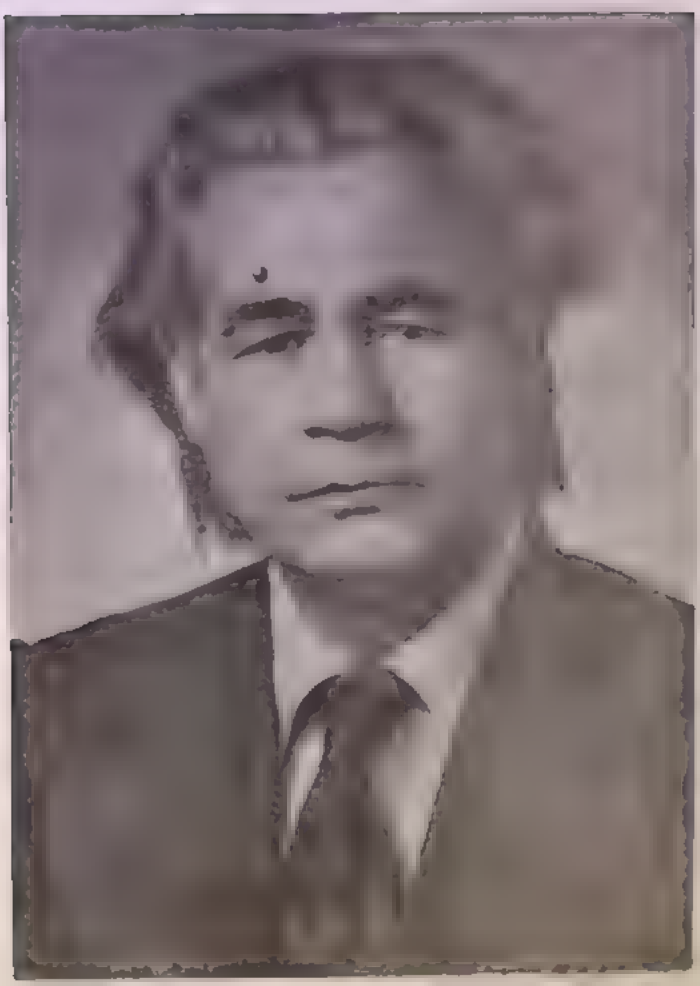

سردار جعفری

سردار جعفری

پ ۱۹۱۳ء

عکسِ تحریر

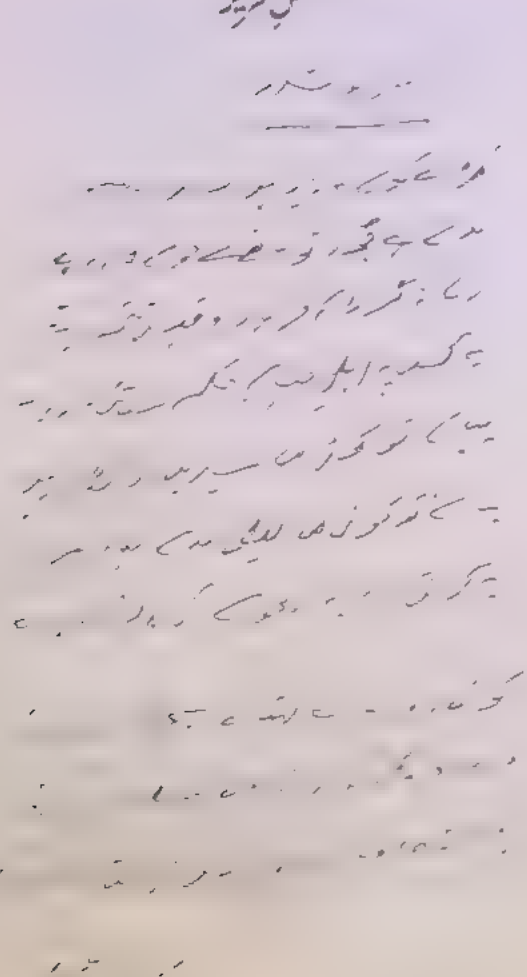

سردار جعفری

تاریخ پیدائش ۲۹ نومبر ۱۹۱۳ء۔ پہلے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی، پھر لکھنؤ یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ ۱۹۳۹ء میں انگریزی ادبیات میں ایم اے کی خاطر لکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ لیا، ایم اے کے آخری سال میں ہنگامی مخالف نظم لکھنے کی وجہ سے گرفتار ہوئے۔ لکھنؤ اور بعد بنارس جیل میں رہے۔ رہائی کے بعد بھی اپنی حیاتِ پیدائش بلرامپور میں نظر بند رہے۔ اس طرح طالب علمی کے زمانے سے ہی کانگریس اور کمیونسٹ تحریکوں سے وابستہ رہے۔

بنگ نثر میں چار اور نظم میں پونے بیس شائع ہو چکی ہیں۔ آج کل نثر میں اپنی یادیں لکھنے میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ ایک طویل منظوم ڈرامہ "خونِ ناحق" زیرِ تکمیل ہے۔ جیل کی یادوں کے علاوہ خاص طور پر نومبر میں ہونے والی واقعات پر مشتمل ہوگی ● تاجدارِ ملک رح آمد و رفت کے ساتھ ۱۹۴۰ء کی ترقی پسند تحریک کے بانیوں میں ● ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۲ء تک "نیا ادب" کی ادارت میں ● ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۷ء تک ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کے "قومی جنگ" کے ادارتی بورڈ میں ● ماہنامہ "گنگو" کی اشاعت ● ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۳ء تک ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی

کے گمریری رسالہ "نذیر" کی ادارت ● "روشنی" ۱۹۰۰ء میں بزرگوں کی تربیت ۔

(۱) لال قلعہ (۲) شاہجہاں (۳) مہاتما گاندھی کا (۴) جواہر لال نہرو کا تین لوگ جان

● خواجہ عباس کے ساتھ مل کر دوستی میں ملائیں۔ "ڈکرمحمد قاسم اور ہندستان ہمارا" یہ بہال کی مشترکہ تہذیبی میراث ● عزیزات و ملاقات و کتاب "خوش آمدید" پر سوویت یونین ایوارڈ ۱۹۷۵ء ۔ ۔ ۔

مطبوعہ کتابوں کی فہرست

● نئی زندگی نئی روشنی ۔ طویل تنقیدی نظم ۔ ۱۹۴۲ء ۔ ایڈیشن میں مرزا جعفر علی خاں اثر کا دیباچہ ۔ نیشنل بک ٹرسٹ نئی دہلی سے اس کا ترجمہ ہندستان کی سات زبانوں میں چھپ چکا ہے ۔ پانچ زبانوں میں ہوگا ● خوں کی بکی (نظمیں) ۔ ۱۹۴۳ء میں ہوگا ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شاعر نے نظم کہنا ترک کر دیا تھا ● ایشیا جاگ اٹھا (طویل نظم) ● اس کا ستارہ (طویل نظم) ۔ اردو اور انگریزی کے علاوہ ہندستان کی بارہ زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے ● یکم مئی (نظمیں) ۔ منتخب نظمیں روسی اور انگریزی میں ترجمہ ● ایک خواب اور (نظمیں) ۔ منتخب نظموں کے نئے پرانے مجموعوں کی مختلف زبانوں میں ہونے والی ہے ۔ ہندستان اور پاکستان کی سات زبانوں میں ۔ ● یہ ہیں شہر (نظمیں) ۔ ہندوستان کے دیباچے کے ساتھ ● ہوچکا ہے ● نرگس ۔ ۱۹۴۳ء ۔ ایک کے بعد (نظمیں) ۔ ہندستان میں دو بار پاکستان میں کئی مختلف ایڈیشن نئی نئی کے ساتھ چھپے ● لکھنؤ کی پانچ راتیں (نثر) ۔ مکتبۂ جامعہ نئی دہلی) ۔ مکتبۂ جامعہ دہلی کا ایڈیشن آرہا ہے ۔ لکھنؤ سے نیا ایڈیشن گذشتہ سال شائع ہوا ۔ پاکستان میں الگ شائع ہوئی ● پیغمبرانِ سخن (کبیر میرا اور غالب پر مضامین) پاکستان میں ایک وقت دو ایڈیشن ● قبال شناسی ہندستان اور پاکستان میں الگ الگ ایڈیشن ۔

لکھنؤ سے فیض آباد جانے والی ریل گاڑی میں ایک رات کا سفر تھا۔ میں نے ایک پرانی کتاب کھولی
اور چند ہی منٹ میں اس کی دنیا میں کھو گیا۔ یہ کتاب ایک قصہ گو کے بارے میں تھی جو گاؤں گاؤں
جا کر لوگوں کو کہانیاں سناتا تھا۔ اس کا نام تھا میر حسن۔

میر حسن کی کہانیوں میں ایک بات بار بار آتی تھی۔ وہ ہمیشہ ایک ہی جملے سے شروع کرتا تھا:
"سنو بھائی سنو، ایک تھا بادشاہ۔" پھر وہ بادشاہ کی تعریف کرتا، اس کے دشمنوں کا ذکر کرتا، اور
آخر میں ایک ایسا موڑ لاتا جہاں سننے والے کی سانس رک جاتی۔ میں نے سوچا کہ یہ کتنا آسان
طریقہ ہے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کا۔ صرف ایک جملہ، اور پھر باقی سب خود بخود پیچھے
چلا آتا ہے۔

میں نے کتاب بند کی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ کھیت، درخت، اور دور کہیں کہیں
روشنی کے چھوٹے چھوٹے نقطے۔ مجھے لگا کہ ہر گاؤں کی اپنی ایک کہانی ہوتی ہے، بس سننے
والا چاہیے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ میر حسن کی کہانیاں آج بھی پڑھی جاتی ہیں، کیونکہ
ان میں انسان کی وہ کمزوری چھپی ہوئی ہے جو ہر زمانے میں ایک جیسی رہتی ہے۔

اگلے دن میں نے اپنے دوست ارشد کو یہ کتاب دی۔ اس نے پہلے صفحے پر ہی کہا کہ یہ
تو بالکل ہمارے محلے کے بزرگوں جیسی باتیں ہیں۔ شاید اسی لیے یہ کتاب اتنی پرانی ہو کر بھی
نئی لگتی ہے۔

[illegible] کے ساتھ ساتھ [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

[illegible] مجھے تھی۔ لگا رہتا کہ میں نے نیا [illegible] سے [illegible]

[illegible] ہو
[illegible] ہو
کیا ہیں مجھ سے بچھڑاں کا تھوڑے

[illegible] ہے [illegible]

[illegible] ہے [illegible]

[illegible] ہے [illegible]

زمانے میں چند سوالات سے مجھے جیل کیا۔ درحقیقت ان سوالات نے میری زندگی میں بہت بڑا انقلاب برپا کر دیا۔ مجھے اس سوال نے کبھی پریشان نہیں کیا کہ یہ دنیا کیوں قائم ہے کہاں سے آئی ہے کس طرح سے چل رہی ہے کب تک چلتی رہے گی یہ دنیا ایسی کیوں ہے اور اس کی تمام چیزیں جیسی ہیں ویسی ہو گئی تھیں۔

میں نے بیسویں صدی کے بالکل نئے نئے ہوئے، کچھ ہی برس کے اور بالکل نئے نئے اپنے گاؤں میں آنکھ کھولی تھی۔ شکار اور گھوڑے کی سواری کا مجھے شوق تھا۔ میں ہندوستانی گاؤں کا اور جنگل جنگل مارا مارا پھرتا تھا اور ریاست کی تحصیلوں اور ضلع داریوں میں گھوما تھا اور اس طرح اودھ کے دیہات کی زندگی سے آشنا ہوا۔ یہ خوبصورت گنجان آباد اور گیہوں سے کھیتوں اور امراضی قسم کی زرخیزی سے اس میں تنگ دستیاں نہیں ہوں گی مگر خون کے اثر سے اس کے جسم میں جذب ہو گئے ہیں یہ نہ جانے کب تک کی نفسانی بھوک تھی کہ گیہوں کی بھجیاتی ہوئی روٹی اب مجھے اچھی نہیں لگتی تھی۔ اس کی میٹھی پر بیٹھی ہوئی مکھیاں کے جوتے مارے جاتے ہیں۔ اور وہ ہوا میں اڑ جاتی ہیں۔ پڑ کر کاٹتی ہیں۔ ان سے لگی ہوئی حرارت پتلی پتلی سوکھی ہوئی گائیوں اور بیل کی ہوئی بیلوں کے پیٹ پر بڑی بڑی سیاہ مگر کبھی کبھی ہیں۔ ایک بزرگ سے ایک کسان عورت نکلی کہ ان کی یاد اس قسم کی ہے تو ان کی تصویر میں حور کہاں ہوتی ہے۔ یہ دیہات کی تو نہیں ہیں ہاں دیہات میں جا کر مجھے ہلکی ہلکی یاد ہو گئی کہ ان کی ہوتی ہیں گھنٹے میں صرف ایک بار کھلتے ہیں۔

مجھے کسی یاد نہیں ہے کہ کب یہ تہیہ ہوا کہ ایک گاؤں کے کسانوں نے بغاوت کر دی ریاست کی فوج نے جو ہے میں ساتھ گاؤں کا گھیراؤ کر لیا اور کسانوں کو ہتھیار ڈالنے پڑے کیس پر بڑا ہنگامہ ہوا اور اخباروں میں خبریں چھپیں اور کانگریس کی طرف سے پنڈت جواہر لال نہرو اس معاملے کی تحقیقات کرنے کے لئے ریاست کے علاقے گاؤں تک جانے سے روک دیا گیا۔ ان کی گاڑی سرحد پر جا کر لوٹ گئی۔ مگر پنڈت نہرو کی کار وہاں تک پہنچ سکی۔

غالباً یہ کار ان لوگوں کی ہوتی ہے گی جو اس گھر میں کوئی خاص تھی میں اس قصبہ پڑھنے کے لئے [illegible] لیکن میں چلا گیا تھا۔ ریاست ہونے والی ظلم استبداد کے خلاف تقریر کی جلسے کے بعد میں واپس آیا تو گھر گئے مجھے ڈھونڈھتے ہوئے آئے تھے۔ [illegible] کی بات ہے یہ [illegible] میں پڑھنے لکھنے کی بات ہے۔

زمانے میں میں نے وہ نہایت ہمکتابیں پڑھیں جنہوں نے میری زندگی پلٹ کر رکھ دی یک مہاتما گاندھی کی کتاب تلاش حق اور دوسری ہوڈرک کی کتاب مشہ یہ یوگ اور دوسرا گیتا جی کی کتاب میں ہری کرشن کا تجزیہ کیا ہے کہ وہ انگریزی میں تھی اور میری انگریزی کی استعداد نہیں تھی کتابیں میں نے چوری کی تھی انھوں نے

خواہ اسے بڑے شوق سے پڑھ لیتی تھیں مجھے یہ تھی کہ اسے اس کے مطالعہ کی عادت کروں۔ خود ہی اس کی سیاہ چھپی ہوئی سطروں میں نور اور روشنی کی جستجو کرتے رہتے۔ ہوٹل کی کتاب انجمن ترقی اردو دہلی کی چھپی تھی اور خاص اس کا اردو ترجمہ نئی فوجداری کے بارے میں تھا اس کا آزمایشی گاہ پڑھ کر میں نے اس سے کچھ سیکھا تھا اس لیے اس عورت سے گرگس نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اسے یہ تمام مشکل سے کس کی کون سی آگ کو کھا بجھائے۔ گھر میں کوئی میرا جواب دینے والا نہ تھا میں نہ رہتے سے نہ اخبار میرے بعد اور بچی کھچی وقت خرچ کرتے تھے میں یہ کہ کوئی میرے سوالات پر کبھی متعلم ہوتے تھے کی شخصیت پر نے کی گنگ میں کھو سکی۔ ایک دفعہ نے اس گنگ کو دیکھ کر ایک دیگر میں عادت ہوگی کہ کتابوں سے یہ وقت کے تفصیل کو کھا سے مار دیا۔ میرے بعض جوابوں پر مشکل ان کی اس کی بجائے گنگ نے سب کی تعداد یا سے ہوں اور مے ہوئے تفصیل رکھ ساتھ تفصیل یہ کی تعداد یا ت کو سے ساتھ۔

سے مجھے ہر میں چیز سے حرت موگئی جس سے وقت کی زرتی تھی ہوئی موجود رہی اس حد تک وقت اور عقل کو جذبات کی تسخیر کا راست ہیں ہوا تھا اس عالم میں سے ایک طرف کہ کبھی کہ حد نہ ہوگا۔ حد دے والے میں ہے۔ نہ بڑے کے محلوں میں خدا تو کی روشنی میں سے سوچ کی چادر میں سے اور کمزور میں جیسے دن جس کی تعداد میں ہے اس کا ایک مظہر تھی یا تھیں سے کیں یہ طرح سے کی تفصیل میں کی اور میں کی اور تھی کی اور کی اس نظر کو سمجھا کیں اندر ہوتے سے ایک کے تفصیل کی میں ساتھ سے تھے ہے کرتے تھے ان کے کان کھڑے ہوگئے تھے سے کی اور کچھ تھے ہے کی تعداد کے ساتھ ہی تھے ہے جا چاہتے تھے۔ میرا اور سب خدا کے ہوئے ہے کیں تھے ہیں۔ ہے ہیں تھی کہ کیں سے کہ میں خدا کو میں ہے ماں کے رسول کو ہوتے ہوں۔ لوگوں کی تعداد میں ہیں ہوگئے اور ہوں ہے تھے کہ کیں کیں میں میں ذات کے کی ہوئی ہے ایک ہیں ہے ہے کہ ہوئے ہوں کہ ہیں ہے۔ کیں میرے ہے اس اور ہوں گے کہ تھے کہ ہے ہیں ہے ہے کہ ہوں ہے ہے کہ کی کتاب اور پڑھنا ہوا ہے کہ ہے ہے ہے

ہے ہیں ہے ہے ہے

ہر کو محبتِ خدا پہ پرستش کی تھی ورعایت تیرے محبوب کی دیوانی تھی

تو خوشی سے میری بچیں کھل گئیں کہ میں اپنے بزرگوں کے سامنے قرآن کی بیٹیں پڑھ کے آیا ہوں۔

ب فاتحہ میں میرا ختم قرآن بھی کیا جا رہا تھا اور لوگ میرے نام پر زر سب مسکرا بھی دیتے تھے۔

میں نے بھی چین کی چھوٹا بھی تھیں بیس کھیل ورشکار کھیل بھی تھا مگر ترک کر دیا تھا زیادہ تر کتابیں پڑھنے میں وقت گزرتا تھا لیکن کا کی کتابیں کر تھیں سب سے مجھی کتاب بانگ درا تھی جو زبانی یاد ہو گئی تھی ہی دنوں میں نگار کے کچھ پرچے پڑھے کہیں سے مل گئے غالباً ۱۹۲۰ء کی فائلیں تھیں اس میں پہلی بار حال نارنفتوری کی کسی تحریر میں مقدمہ شعر و شاعری کا ذکر پڑھا میں نے قوس کی طرح دائرے کھینچ کر یہ خواہوں کی کئی قسمیں کر دی تھیں۔

ان اب میری حالت پر بڑھتے تھے اور بعض جملے حیرت سے تکتا رہتا تھا یک رتبہ کی جیسا کی آنکھوں میں حیرت سے زیادہ پسندیدگی کی چمک تھی کو کس نے پڑھا اور کیا تھا کہ میں اس کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کر سکوں اس سے ہمیشہ مفلسی اور عبارت طرز و مضامین کی بات کرتا رہتا تھا لیکن مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے درمیان کچھ ایسے دقیق اور نظیف رشتے پیدا ہو گئے ہیں اور میں نے ایک دن کہہ دیا کہ ہوں جب یہ شادی کا سوال ہوا تو میں نے اپنے والدین کو اس لڑکی کا نام بتا دیا کہ میں اس سے یہ کہہ کر کا کہ دیا کہ میں اس سے شادی کروں گا ظہیر نہ ہونے کا کھٹکا نہ ہوگا۔ کھٹکے کا لڑکی کیوں کر ہو سکتی ہے۔

یہ غالباً ۱۹۲۳ء کے تابستان کی بات ہے کہ میں نے کہ میں نے کہ میں ن

طن کی روایت کہ لیجیے لیکن یہی روایت تو زندگی میں بس پیدا کرتی ہے۔

اب پھر بزم پور کا کنول تھا اور میں عمل کا کوئی رستہ کھاتی میں دے رہا تھا۔ اسی تھیں آنکھ جو رہی تھیں بے بس تھا اور اندر اندر تیج و تاب کھا رہا تھا۔

انتخاب کلام

برتو سے جس کے عالم امکان بہار ہے ___ وہ نو بہار ناز ابھی رہگزر میں ہے

سو میں زندگی سے سو خاتیں ___ مر کو آوارگی ہی راس آئی

تو وہ بہار جو اپنے چمن سے آوارہ ___ میں وہ چمن جو بہاروں کے انتظار میں ہے

کبھی کبھی کچھ رنگ کھلے ہوئے گلشن میں ___ اب بہار کے نکلی ہوئی وہ تم ہو

بہت رہے ہیں لیکن صدائے انقلاب آئے ___ وہیں سے وہ پکار اٹھے ہو وہ جس سا ہوگا

کہ لیے تو ہے زنداں کو جستجو میری ___ یہ قفس کو کس کی نے کہی میں نے

اس وقت کو ابھی تک وہ دے رہے ہیں فریب ___ تصورت کہیں کے قید بہت خوب نے

ہمارے دل کی تپش سے چراغ جلتے ہیں ___ ہماری تشنہ لبی میکدے بناتی ہے

نگاہ ساقی نامہرباں کا شکوہ کیا ___ ہمیں سے نام کی صہبا چھلک بھی جاتی ہے

جواب تیغ لب یار ہو کر ہوسکے ___ اگر وہ قند مکرر نہیں تو کچھ بھی ہیں

بہت حسین سہی زندگی کا بت خانہ ___ نگاہ شوق صنم گر نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ تیرگی کی آرزو ہے کوئی کوشش ہے چمن کو ___ یہ تم رنگ دلکشت ترے حلقے میں ہے

ترے ہاتھ کی بلندی میں فراغ بیکساں ہے ___ یہ تمام ماہ و انجم ترے انگلیوں میں ہے

تری تیغ بے باک نگاہوں میں سمایا نہ کوئی ___ وہ وہ ہیں کہ ہر تک تازہ خدمے فرماتیں

وہ رہ ٹھوکریں کھاتے ہوئے پھرتے ہیں سول ___ اور عجم کی طرح خاصے گریزاں ہیں خواب

○

ساحلوں کے سلام آئے بہاروں کے پیام آئے ___ ہزاروں نامہ ہے شوق اہل دل کے نام آئے

نہ جانے کتنی نظریں اس دل وحشی پہ پڑتی ہیں ___ ہر رگ کو مکدیتہ اس کی یہ شامیں روز و شام آئے

اسی مہر میں سب تابی جاں بڑھتی جاتی ہے
ہماری تشنگی بجھتی ہیں شبنم کے قطروں سے
انہیں راہوں میں تیغ و محتسب حائل رہے اکثر
نگاہیں منتظر ہیں یک خورشید قسمت کی
یہ عالم مدت تخلیق کا ہے رقص لافانی
کوئی سردار کب تھا اس سے پہلے تیری محفل میں

سکون دل نہیں ممکن مو شاید وہ مقام آئے
جسے ساقی گری کی شرم ہو نشہ ہی آئے
انہیں راہوں میں حوران بہشتی کے خیام آئے
ابھی تک جتنے مہر و ماہ آئے نا تمام آئے
تصور خانہ حیرت میں لاکھوں صبح و شام آئے
بہت اہل سخن اٹھے بہت اہل کلام آئے

○

وہی مہر و ماہ لائیں جو فق فق کرن دیں
یہ نیا زمانہ لے دیں جو وقار کھو چکا ہے
جو ہیں رند بھٹکے بھٹکے جو ہیں ساقی بہکے بہکے
بڑی دیر ہو چکی ہے کہ ہیں نوحہ خواں ستارے
لب تیغ پر لہو ہے لب زخم پر تبسم
نئی روح جسم خستہ کو عطا نہ ہو سکے تو
نئی ابروؤں کو بجلی نئی انکھڑیوں کو صہبا
یہ زمیں مری زمیں ہے یہ فلک مرا فلک ہے
اسی بزم میں ملیں گے ابھی شہ ترک و گدا

وہی مہر و ماہ لائیں جو فق فق کرن دیں
اسے اپنی سرحدی کے اپنا یقین دیں
انہیں درس میکدہ دیں انہیں ذوق انجمن دیں
چلو اب شب یہ کوئی صبح کا کفن دیں
یہ حیات تن برہنہ اسے کیسا پیرہن دیں
یہ کریں کہ روح نو کو کوئی اک نہ دن دیں
نئی تیغ دیں نظر کو نئی راحت کو شکن دیں
انھیں صید کر چکی ہیں مری فکر کی کمندیں
چلو بزم مقصدی میں تمہیں جام فکر و فن دیں

○

اب کوئی ہے کہ نہیں ہے کوئی
باعث رشک ہے تنہا روی رہرو شوق
ہم نے دنیا کی ہر اک شے سے اٹھایا دل کو
یہ مصیبت تو نہیں ہے کہ برستی ہوں تاہد
جانے کس رنگ سے آئی ہے گلستاں میں بہار

راستے بند ہیں سب کوچہ قاتل کے سوا
ہم سفر کوئی نہیں دوری منزل کے سوا
لیکن اک شوخ کے آشوب تغافل کے سوا
بے گہ کوں ہے اس شہر میں قاتل کے سوا
کوئی خنجر ہی نہیں شوخی بسمل کے سوا

آئے ہیں ہم قفس میں بہاروں کے بعد
معلوم قیدیوں کی ہوا کھائے بعد

کیا باغباں نے پھونک دیا آشیاں کہ ہم
کچھ گیرے ہوئے ہیں شرارے شرار کے بعد

رہرو بھی دور دور ہیں کچھ خضر ہی کا ساتھ
کوئی نہیں ہے منزلِ دشوار کے بعد

ہم بیکسوں کی راہ میں وحشت سا کیا کریں
کچھ ہو چلے گا کام خزاں کی بہار کے بعد

مجھ کو معاف رکھیے وہ دامن کہ چھٹ گئے
بیتابیوں میں ہاتھ سے دامن کے بعد

تسکین ہے کہ ٹھہرے نہیں بیقرار ہم
ٹھہرے گی کون دیکھیے تسکین کب تلک

آل احمد سرور

عکسِ تحریر

عنوان

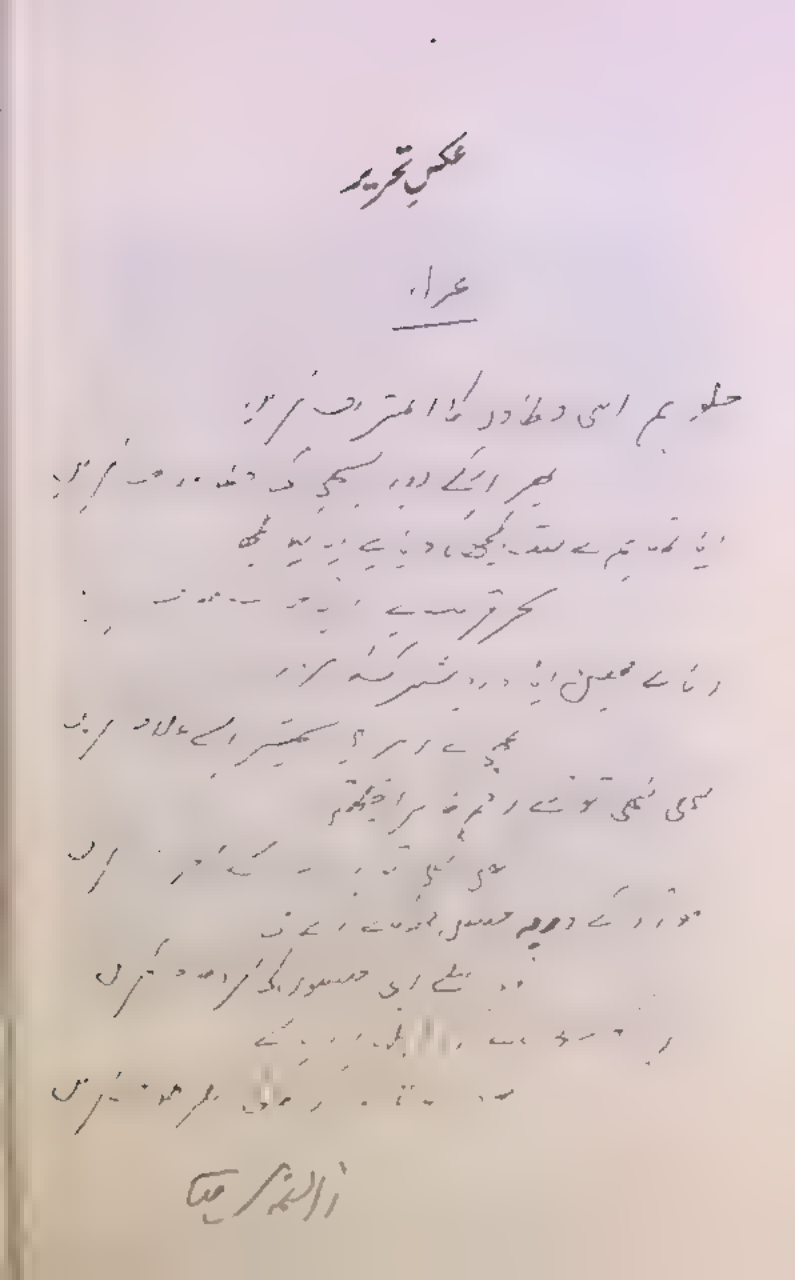

آل احمد سرور

سے یا ۱۹۵۵ء میں [illegible] کے [illegible] میں [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

بات کرنے کے بہانوں سے دل دھڑکتا تھا — ہوا جیسی تو کلی پھر بھی مسکرا ہی گئی
ساحل کے سکوں سے کسے سکا رہے لیکن — طوفانوں سے لڑنے میں مزا اور ہی کچھ ہے
دشمن ہو سے جو سے تو دنیا کے بھی سائے — ایسے بھی دیے ہیں جو سے تصور نے جلائے
دشمن ہیں بھی کھونے نے ہے ہل وفا — سنتے ہو ہاں میں کر نام نہ لینے ہے
ہے سحر ہو کل نے ہر رنگ — لیکن جمال دوست کا عالم ہو کی
ہیں سے ہوتی ہے توبہ کا زمانہ ہیں — جو خار دشت سے الفت زیادہ رکھتے ہیں
بھڑکتے دل کے علاوہ کسی کو کیا معلوم — معاملے جو مرے سے کے دل پہ بیتے ہے
دشت و دل میں جو کھلائے تو بات ہے — یہ کپ ب رہے جو مقید ہیں بے
ہر ... ی تیغ کو گلے سے لگا لیں — اگرچہ جلے کے نئی مشکلات آئی ہے
سینے سکا رہا ہے مستورت کب کیا — نیند دل پہ کیسے فاش کریں گھر کی بات ہے
سلا ہیں مستند تھیں ب کر جو ہے تو ہو گئے — مگر یہ رات تو کچھ اور کالی ہوتی جاتی ہے
مری مستند ہی میرخانہ خانی میں تھیلک گئی — وہ پیم کھنے جاتے ہیں یہ خالی ہوتی جاتی ہے
رہا ہے تھی ہے ہیں جو تو ہوں کی ہاں سکا ہا ہیں — سر تو تھی ہی صورت ہوں خالی ہوتی جاتی ہے
تھوت ہوں کے تقاضے کبھی تے تو نہ تھے — نیند کی دلدہ ہی ساحل کبھی ایسی تو نہ تھی
... تھی کو سو ... ترے گیسو کی ... — کام تھا کر جو صورت تخت گر ہے کیے
وہ بات ترے بچے دفتر سے گزری ہے — کسی دن کوئی سیدھی سادہ سنا نہ گیا
... سرت سے ہے نرغم سے ہے — ... گی کشمکش کے دم سے ہے
... ای اب تھوڑی سی بستی اور ... کون دیکھا — ... کی برکت سے کھا اللہ ... ش تو ہے
تمہارے ہاتھ کا ہاتھ ہو تو چھو سکتے ہیں — چاند دل میں رہے یہ بھی شرف کیا کم ہے
یہ ہو رہے تو آئے ہے ... کا سلام — شرف خواہوں سے مقابل کو مسئول ... گیا
وہ بھی وقت کتنے ساتی بھی مدہوش ہیں — میکدے پر بھی مستوں کا ... گیا
ہے دل و پر ہوتے ہے اللہ سے اب حوصلہ — ... ہیں ... کر ... نے ہے
ہیں ... ہوں ... ...

ہم تو سمجھے تھے کسی درد سے جی بھر آیا
جانے کیوں آنکھ سے آنسو نکل آئے ہیں

تم نے کیا دیکھتے ہی ہم سے نظر پھیر لی ہے
ہم تو اک بھولی ہوئی یاد سے ٹکرائے ہیں

چشمِ ساقی کی عنایت سے چھلکتے ہیں جام
پھر وہی تشنہ لبی آنکھ میں لہرائے ہیں

کل دوراں کی نگاہوں کے بڑے چرچے تھے
آج کیوں ہم سے نگاہیں نہ ملا پائے ہیں

کوئی دے رُت کی یہی تشنہ لبی تیسری ہے
یہ ہوا سے سلگا ہوا دشت نہیں ہے

یہ ہے کب سکان تھی یہ گھر کبھی
کتنی ہے رگیدہ تھے اور رگیدہ ہیں

رہ گئی ہے یہ کے سال رُت لب
کس تھے ہیں ہیں گھر ہیں

ہے ہمارے خواب کتنی سب سیت
کس یہ ہیدا ہوتے ہیں

مشک خوب ہو ہو ہو ہو ہیں
یہ ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے

صدا دی ہے گھر ہیں ہیں ہیں ہیں
ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے

وہ ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے
وہ ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے

دست بازو کے کوئی شایاں نظر آتا نہیں
چینی بنی ہے گھر ہیں ہیں ہیں

ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے

ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے

ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے

گزرا ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے

ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے
ہے ہے ہے ہے ہے ہے ہے

جو ہم اپنی حدوں کا اعتراف کریں
کبھی کبھی آئے رنگ کا مزہ جگمگیں

جو اس کے در پہ جبیں خم کئے آتے ہیں
وہ جیسے بھی ہیں بہر حال گراں ہیں

غزل میں ذات بھی ہے اور کائنات بھی ہے
ہماری بات بھی ہے اور تمہاری بات بھی ہے

وقت کی گرد سے دھندلا سے تھے نقش
[illegible] کی نیسرن کی [illegible]

[illegible] روں کی قسم میں [illegible] بھی [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]

شاعر لکھنوی

حسن پاشا شاعر لکھنوی ——— (پ ۔ ۱۶ نومبر ۱۹۱۷ء)

عکسِ تحریر

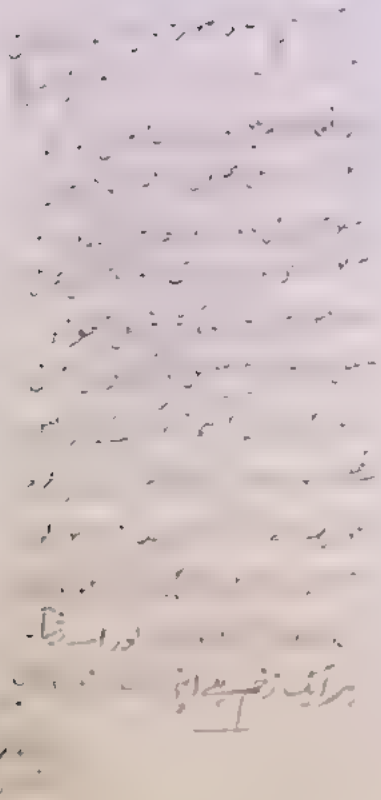

شاعر لکھنوی

میرا نام حسن پاشا اور قلمی نام شاعر لکھنوی ہے۔ ۱۰ نومبر ۱۹۱۰ء کو لکھنؤ کی خاک پر پہلے وجود کی آنکھ کھولی۔ والد محترم منظور حسن صدیقی قصبہ سیتھی بندگی میاں ضلع لکھنؤ کے ایک معزز زمیندار گھرانے سے متعلق رکھتے تھے۔ میری عمر بمشکل ۵ برس کی تھی کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والدہ محترمہ سے دو سال چھوٹا ایک بھائی اور آٹھ سال بڑی ایک بہن۔ یہ تھی کل کائنات۔ زندگی کا سفر کیسے کٹا جب میں تو زمیندار کی بگڑتی رفتہ رفتہ زوال پذیر ہو کر رہ گئی۔ شدید مالی مشکلات کے علاوہ مدرسہ کی تعلیم بھی ختم ہو گئی۔ زندگی کے ہولناک حالات کا کوئی ذریعہ نہیں رہا۔ عزیزوں اور بزرگوں نے کوئی مدد نہیں کی۔ چھوٹی چھوٹی ٹیوشنیں کر کے پیٹ پالنا رہا۔ حسن و جمال کی قصبہ کا کوئی صنم لکھنؤ کے ایک زمیندار خاندان میں ہو گئی۔ جب آہستہ آہستہ مالی حالات کچھ سنبھلتے ہوئے تو اب علم و دانش اور صاحبانِ فضل و کمال کی صحبتوں میں بیٹھ کر حصولِ علم کے ذوق کو آسودہ کیا۔ میری ادبی و مذہبی تربیت میں مولانا عنایت اللہ اثری مرحوم کی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔

۱۹۳۲ء سے ادبی محفل میں شرکت کی ابتدا کی۔ لکھنؤ میں میری شہرت کا آغاز کرسچین کالج کے ایک بڑے مشاعرے سے ہوا جس میں بوجہ کم عمری میں نے حاصل مشاعرہ غزل پڑھی۔ ایک شعر یہ تھا

مرنے والے کو تو جینے کا سلیقہ نہ ملا ۔۔۔ سانس بھی لی تو نئے طرز سے جینا بھی سیکھ

اس کے بعد یہ مقبولیت کے لکھنؤ کی گلیوں میں مجھے نوجوان شاعر کے خطاب سے پکارا جانے لگا۔ اس کے بعد میری شہرت کا سفر شروع ہوا۔

۱۹۳۶ء میں کالج میں ایک مشاعرہ حبیب احمد صدیقی کی صدارت میں ہوا اس وقت میں نویں جماعت کا طالب علم تھا۔ مقطع میں یہ شعر خاص مشاعرہ لوٹ گیا

عدم کے دوش پہ قدموں سے کائنات چلی ۔۔۔ حقیقتیں مسکرائے ہیں فسانے

بلوچستان کی تاریخ اور ثقافت

۱۹۴۰ء میں [illegible] کے [illegible] کی [illegible] سے [illegible] کے [illegible] کے [illegible] ک

اور اس لطیفہ کا بیان کچھ ایسے ترتیب

کوئی ۱۵ سے کم پیمانہ میں ۱۰ سینٹیمیٹر کے دو سے زیادہ کسی سطح پر جو ہیں

انتخاب شعر

خوشی کی بات کہہ بھی نہیں سکتا میں ۔۔۔ غیب غیظ محبت سے عاری دوں میں

مدھوں کو حسن دیدہ ۔۔۔ ی کی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

کیسے کیسے کوئی محبت سے ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

بھی کبھی ذکر ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

گزرگاہ ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

صبح کو ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

یہ پیشوا ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

غلط ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

یوں ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ ہوئی

کہ شاید اسی طرح حق کی ہو تکمیل
تم ہو اک گورکھ دھندا
یہ کس کو فرصت ہے کون سمجھے
نصاب کس کو پڑھا رہے ہو
ہم تو سمجھے تھے کہ ہے فقط زیب داستاں
دل کی تسکین کو یہ خیال اچھا ہے
چاہے کچھ لوگ اسے حسن کا پیمانہ کہیں
دل کی تسکین کو یہ خیال اچھا ہے
ہم کہ ٹھہرے اجنبی اتنی مداراتوں کے بعد
پھر بنیں گے آشنا کتنی ملاقاتوں کے بعد
کب نظر میں آئے گی بے داغ سبزے کی بہار
خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد
تھے بہت بے درد لمحے ختم درد عشق کے
اک دعا ہے یاد تیری اک دعا میرے لیے
اس کے سب دکھ سکھ میرے اور میرے سب دکھ اس کے نام
لے دعا یاد آ گیا اک شخص بھولا سا مجھے
دعا کر کہ یہ شہر خواب ہونے
دعا کے کچھ معتبر سے لمحے
دعا کے دیپک جلا کے راہوں میں رکھ لیے ہیں
دعا کرو اس کی جس کی خاطر یہ عمر بھر کا سفر کیا ہے
کچھ لوگ ٹھہرے ہیں حرف حق پر
میں ہی تہی دست و بے ہنر ہوں
دل تو میرا اداس ہے ناصر

ہم تو سمجھے تھے کہ اک شخص کا غم ہے غم عشق
ہم تو سمجھے تھے کہ اک شخص پہ ٹھہری ہے نظر
یہ کس خوشی میں ہے مصروف آسمان و زمیں
نصاب کس کو پڑھا رہے ہو
ہم تو سمجھے تھے کہ ہے فقط زیب داستاں
دل کی تسکین کو یہ خیال اچھا ہے
چاہے کچھ لوگ اسے حسن کا پیمانہ کہیں
دل کی تسکین کو یہ خیال اچھا ہے
ہم کہ ٹھہرے اجنبی اتنی مداراتوں کے بعد
پھر بنیں گے آشنا کتنی ملاقاتوں کے بعد
کب نظر میں آئے گی بے داغ سبزے کی بہار
خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد
تھے بہت بے درد لمحے ختم درد عشق کے
اک دعا ہے یاد تیری اک دعا میرے لیے
اس کے سب دکھ سکھ میرے اور میرے سب دکھ اس کے نام
لے دعا یاد آ گیا اک شخص بھولا سا مجھے
دعا کر کہ یہ شہر خواب ہونے
دعا کے کچھ معتبر سے لمحے
دعا کے دیپک جلا کے راہوں میں رکھ لیے ہیں
دعا کرو اس کی جس کی خاطر یہ عمر بھر کا سفر کیا ہے
کچھ لوگ ٹھہرے ہیں حرف حق پر
میں ہی تہی دست و بے ہنر ہوں
دل تو میرا اداس ہے ناصر

خامشی خود ہے ایک گہری چُپ — چُپ میں جو رنگ ہے سو سندر ہے
دل پہ گزری ہے جو بتانے کی — ریزہ ریزہ تمام نشتر ہے

میں سے طلب جو من میں سمجھتے ہیں — ہم کُل سنگھار کا دے سخن سمجھتے ہیں
دے رہو ہے سے حسین شعور تن — کہ کہ سے کم نگر راہ زن سمجھتے ہیں
یہ چنا نظر ہے سفر سے کہ ہم سگاہ کو بھی — نئے جہاں کا اک پیرہن سمجھتے ہیں
چمن پہ تیرا سفر تھا سبھی مگر کلیو — نہیں نہ چھیڑ جو بگ چمن سمجھتے ہیں

جینے کا سماں ہے خواب جیسا — دریا ہے یہاں سراب جیسا
مرگانہ وہ شہر میں نہیں ہے — اس دل میں ہے اضطراب جیسا
مدت سے جو مجھ میں جل رہے ہے — پرتو ہے وہ آفتاب جیسا
ہے کس کے نقاب کا ہی رنگ — ہے رنگ ترے نقاب جیسا
کانٹے کی طرح چبھے ہے دل میں — اک شخص کہ ہے گلاب جیسا
تن تو بڑا نہ تھا میں شاہ — دل نے کیا خراب جیسا

کون سی شکل چھپی ہے مجھ میں — بس جو شہوں سی بسی ہے مجھ میں
تو نہیں ہے تو یہ جو ہے گم سا — جیسے میری ہی کمی ہے مجھ میں
اک نظر تو نے اٹھائی تھی کبھی — مدتوں شمع جلی ہے مجھ میں
مجھ کو گمسم رکھے دیتی ہے — وہ جو اک آگ بجی ہے مجھ میں
اب مجھے نیند بھی آئے تو کیا — ساتھ ہی خاک بچی ہے مجھ میں
اجنبی سی کوئی مورت ہے — رستہ بھولی گئی ہے مجھ میں

کیا کہئے مضمون جنوں ہے میں کہتے ہیں کہانے لوگ — دیوانے کو دیوانہ ہی کہتے ہیں سیانے لوگ
آجاتے ہیں بہر تو ضبط دل کے پتھر کیوں سے — دل جاتے ہیں بستی میں کچھ جانے پہچانے لوگ
جتنی سانسیں لیتے ہیں اسی کو ترس جاتے ہیں — اُن گلیوں میں جیب رو کر بھی گئے ہیں آنے لوگ
ذکر سر شوریدہ و خیمۂ دشت جنوں کا بات کرو — شہر میں ہیں ہر کہیں ہم سے دیوانے لوگ

کیسے کیسے لوگ ہمیں بدنام کرنے میں لگے ہوئے ہیں
ہم ہیں کہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں

ہم کو بھی کچھ کرنا ہے
ہم بھی کچھ کر سکتے ہیں
ہم بھی کچھ کر سکتے ہیں
ہم بھی کچھ کر سک

ابھی ہے پھول، ابھی غنچہ، ابھی سحاب
ذرا ذرا سے بدلتا ہے رنگ چہرے کا

ہوا ہے گنبدِ مینا میں کام کیا کیا کب
دماغ سے ہوا فرصت ایک لمحے کا

ہیں بوئے گل نہ بھی گردِ کارواں ہی سہی
نظر ہے شوق کو سامانِ سیر سب کا

سنا ہے بوئے گل اپنا راہ آپ پیدا کرے
نہ ہو جو یہ بھی تو عنقا ہے عیبِ تسخر کا

ہوئی ہے جس سے وفا ہوتے آپ سے نہ سہی
یہ تجھ کو دیکھا ہوا ہے بھلے کا

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ سب کے کہنے سے امیدوار بیٹھا ہے

کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے
جو تو کہے مدعا اپنا تو اپنے زور کے ساتھ

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو
جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں

دل میں آتا ہے ابھی پر دہ سیمیں نوچوں
ایسے وحشی کو سلیماں سے شکایت کیا ہے

سر پھوڑنا وہ غالبؔ شوریدہ حال کا
یاد آیا مجھ کو دیکھ کے در پر جناب کے

ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

ہر بن مو سے دمِ ذکر نہ ٹپکے خونناب
حمزہ کا قصہ ہوا عشق و عزا میں مبذول

ہو نہ جو دل میں تری مہر کا منزل پیدا
بیضۂ آسا نہ ہو بام پہ محفل پیدا

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد

کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں
تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گماں نہ ہو
ہر ایک بات پر کہو تم تم کہ تو نہ ہو

ہم سے کھل جا بوقتِ مے پرستی
اس سیہ بخت کو بھی کیا کہیے

خاک بسر سایوں میں بھی ملتے ہیں جیسے کے سر پر
ویرانوں میں نخلِ دعا کے سائے ملتے ہیں

خود ہی راہ سجھا لیں کب منزل ہے کہاں
خود ہی راہ سجھا لیں کب منزل ہے کہاں

سوئے میخانہ ہم جو چلتے ہیں
عادتاً اپنا رُخ بدلتے ہیں

تیرے تجھ کو دیکھنے کے لیے
کتنے آئینے ہاتھ ملتے ہیں

یہ عجب تیرِ رہ دے بزرگ
جب ہوا تیز ہو تو جلتے ہیں

منصفوں کے سوا کسے معلوم
کس طرح فیصلے بدلتے ہیں

ہم اکیلے سفر نہیں کرتے
راستے ساتھ ساتھ چلتے ہیں

دشت بے رنگ ہو تو دیوانے
شہر کی سمت چل نکلتے ہیں

اہلِ دل بھی عجیب ہیں ساقی
پھول کو زخم سے بدلتے ہیں

وہی مزاجِ مشیت کا رُخ بدلتے ہیں
جو حادثوں کو سبب را بنا کے چلتے ہیں

نہ بن سکے گا کبھی اس کو منزلوں کا سراغ
جو ہر قدم پہ نئے کارواں بدلتے ہیں

سلام کرتی ہیں بڑھ بڑھ کے جن کو تعبیریں
بجھے سجائے شبستاں کی روشنی پہ نہ جا

تری نگاہ کی قربت سے بے وجود کہ ہم
ترے خیال میں بڑھ بڑھ کے فاصلے نکلتے ہیں

نگاہِ دل میں بڑے فاصلے نکلتے ہیں
ہزار راہ میں سایہ ہو پھر بھی جلتے ہیں

وہ دل ہی کو توڑتے ہیں یہیں سے ترے
ہم اپنی درد سکوں سے کہاں بہلتے ہیں

●●

شہریار

کنور غلام محمد خان شہباز (پ ۲ جون ۱۹۳۶ء)

عکسِ تحریر

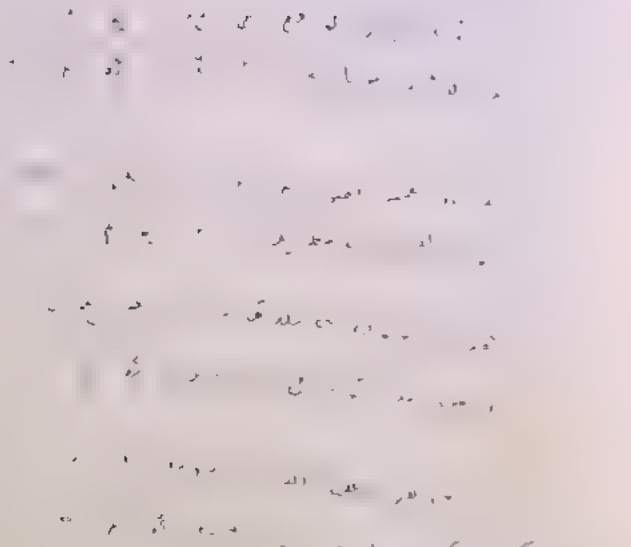

شہریار

ولدیت: کنور اخلاق محمد خاں تاریخ پیدائش: ۱۶ جون ۱۹۳۶ء

قلمی نام: شہریار تعلیم: ایم اے، پی ایچ ڈی

۱۹۵۸ء سے شاعری کی ابتدا کی۔ اسکول کے زمانے میں کھیل کود سے زیادہ دلچسپی تھی اور اسکول کے مقابلوں میں حصہ لیا کرتے تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے کیا اور گولڈ میڈلسٹ رہے۔ ۱۹۶۶ء میں ایم اے کرنے کے بعد علی گڑھ ہی میں لیکچرر ہو گئے۔ ۱۹۷۲ء میں پی ایچ ڈی کی۔ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۹۵ء تک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر رہے اور ریڈر کے عہدے سے ترقی کرتے ہوئے پروفیسر ہو گئے۔ ۱۹۹۶ء میں یونیورسٹی سے سبکدوش ہوئے۔ ۱۹۷۸ء میں انجمن ترقی اردو (ہند) کی دعوت پر کراچی گئے اور وہاں کے ادبی حلقوں سے متعارف ہوئے۔ ۱۹۸۳ء میں ماریشس کا دورہ کیا۔ ۱۹۸۴ء میں ماسکو یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے مہمان رہے۔ ۱۹۸۵ء میں ماریشس کا دوسرا دورہ کیا۔ ۱۹۸۶ء میں ماریشس کا تیسرا دورہ کیا۔ ۱۹۸۷ء میں ماریشس کا چوتھا دورہ کیا۔ ۱۹۸۸ء میں ماریشس کا پانچواں دورہ کیا۔ ۱۹۸۹ء میں ماریشس کا چھٹا دورہ کیا۔ ۱۹۹۰ء میں ماریشس کا ساتواں دورہ کیا۔ ۱۹۹۱ء میں ماریشس کا آٹھواں دورہ کیا۔ ۱۹۹۲ء میں ماریشس کا نواں دورہ کیا۔ ۱۹۹۳ء میں ماریشس کا دسواں دورہ کیا۔ ۱۹۹۴ء میں ماریشس کا گیارہواں دورہ کیا۔ ۱۹۹۵ء میں ماریشس کا بارہواں دورہ کیا۔ ۱۹۹۶ء میں ماریشس کا تیرہواں دورہ کیا۔ ۱۹۹۷ء میں ماریشس کا چودہواں دورہ کیا۔ ۱۹۹۸ء میں ماریشس کا پندرہواں دورہ کیا۔ ۱۹۹۹ء میں ماریشس کا سولہواں دورہ کیا۔ ۲۰۰۰ء میں ماریشس کا سترہواں دورہ کیا۔ ۲۰۰۱ء میں ماریشس کا اٹھارہواں دورہ کیا۔ ۲۰۰۲ء میں ماریشس کا انیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۰۳ء میں ماریشس کا بیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۰۴ء میں ماریشس کا اکیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۰۵ء میں ماریشس کا بائیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۰۶ء میں ماریشس کا تیئیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۰۷ء میں ماریشس کا چوبیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۰۸ء میں ماریشس کا پچیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۰۹ء میں ماریشس کا چھبیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۱۰ء میں ماریشس کا ستائیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۱۱ء میں ماریشس کا اٹھائیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۱۲ء میں ماریشس کا انتیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۱۳ء میں ماریشس کا تیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۱۴ء میں ماریشس کا اکتیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۱۵ء میں ماریشس کا بتیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۱۶ء میں ماریشس کا تینتیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۱۷ء میں ماریشس کا چونتیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۱۸ء میں ماریشس کا پینتیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۱۹ء میں ماریشس کا چھتیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۲۰ء میں ماریشس کا سینتیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۲۱ء میں ماریشس کا اڑتیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۲۲ء میں ماریشس کا انتالیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۲۳ء میں ماریشس کا چالیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۲۴ء میں ماریشس کا اکتالیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۲۵ء میں ماریشس کا بیالیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۲۶ء میں ماریشس کا تینتالیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۲۷ء میں ماریشس کا چوالیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۲۸ء میں ماریشس کا پینتالیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۲۹ء میں ماریشس کا چھیالیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۳۰ء میں ماریشس کا سینتالیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۳۱ء میں ماریشس کا اڑتالیسواں دورہ کیا۔ ۲۰۳۲ء میں ماریشس کا انچاسواں دورہ کیا۔ ۲۰۳۳ء میں ماریشس کا پچاسواں دورہ کیا۔ ۲۰۳۴ء میں ماریشس کا اکاونواں دورہ کیا۔ ۲۰۳۵ء میں ماریشس کا باونواں دورہ کیا۔ ۲۰۳۶ء میں ماریشس کا ترپنواں دورہ کیا۔ ۲۰۳۷ء میں ماریشس کا چونواں دورہ کیا۔ ۲۰۳۸ء میں ماریشس کا پچپنواں دورہ کیا۔ ۲۰۳۹ء میں ماریشس کا چھپنواں دورہ کیا۔ ۲۰۴۰ء میں ماریشس کا ستاونواں دورہ کیا۔ ۲۰۴۱ء میں ماریشس کا اٹھاونواں دورہ کیا۔ ۲۰۴۲ء میں ماریشس کا انسٹھواں دورہ کیا۔ ۲۰۴۳ء میں ماریشس کا ساٹھواں دورہ کیا۔ ۲۰۴۴ء میں ماریشس کا اکسٹھواں دورہ کیا۔ ۲۰۴۵ء میں ماریشس کا باسٹھواں دورہ کیا۔ ۲۰۴۶ء میں ماریشس کا تریسٹھواں دورہ کیا۔ ۲۰۴۷ء میں ماریشس کا چوسٹھواں دورہ کیا۔ ۲۰۴۸ء میں ماریشس کا پینسٹھواں دورہ کیا۔ ۲۰۴۹ء میں ماریشس کا چھیاسٹھواں دورہ کیا۔ ۲۰۵۰ء میں ماریشس کا سڑسٹھواں دورہ کیا۔ ۲۰۵۱ء میں ماریشس کا اڑسٹھواں دورہ کیا۔ ۲۰۵۲ء میں ماریشس کا انہترواں دورہ کیا۔ ۲۰۵۳ء میں ماریشس کا ستترواں دورہ کیا۔ ۲۰۵۴ء میں ماریشس کا اکہترواں دورہ کیا۔ ۲۰۵۵ء میں ماریشس کا بہترواں دورہ کیا۔ ۲۰۵۶ء میں ماریشس کا تہترواں دورہ کیا۔ ۲۰۵۷ء میں ماریشس کا چوہترواں دورہ کیا۔ ۲۰۵۸ء میں ماریشس کا پچہترواں دورہ کیا۔ ۲۰۵۹ء میں ماریشس کا چھہترواں دورہ کیا۔ ۲۰۶۰ء میں ماریشس کا ستترواں دورہ کیا۔ ۲۰۶۱ء میں ماریشس کا اٹھترواں دورہ کیا۔ ۲۰۶۲ء میں ماریشس کا انیاسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۶۳ء میں ماریشس کا اسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۶۴ء میں ماریشس کا اکیاسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۶۵ء میں ماریشس کا بیاسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۶۶ء میں ماریشس کا تیاسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۶۷ء میں ماریشس کا چوراسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۶۸ء میں ماریشس کا پچاسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۶۹ء میں ماریشس کا چھیاسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۷۰ء میں ماریشس کا ستاسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۷۱ء میں ماریشس کا اٹھاسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۷۲ء میں ماریشس کا نواسیواں دورہ کیا۔ ۲۰۷۳ء میں ماریشس کا نوےواں دورہ کیا۔ ۲۰۷۴ء میں ماریشس کا اکانوےواں دورہ کیا۔ ۲۰۷۵ء میں ماریشس کا بانوےواں دورہ کیا۔ ۲۰۷۶ء میں ماریشس کا ترانوےواں دورہ کیا۔ ۲۰۷۷ء میں ماریشس کا چورانوےواں دورہ کیا۔ ۲۰۷۸ء میں ماریشس کا پچانوےواں دورہ کیا۔ ۲۰۷۹ء میں ماریشس کا چھیانوےواں دورہ کیا۔ ۲۰۸۰ء میں ماریشس کا ستانوےواں دورہ کیا۔ ۲۰۸۱ء میں ماریشس کا اٹھانوےواں دورہ کیا۔ ۲۰۸۲ء میں ماریشس کا ننانوےواں دورہ کیا۔ ۲۰۸۳ء میں ماریشس کا سوواں دورہ کیا۔

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

عشق کیسے کو کس کی ہدایت کچھ ہے
تیرا آنا بھی ہے اندھیرے کے ستم سہتے سے
آج کی رات میں گھروں کا کھلی سڑکوں پہ
خشخشی کی تھی اُس نے تو یہ بات ہمسے
صبح کا احوال وہی ہے جو ہمارا ہے آج
پھر بھی سچ ہی کہا سپنے کے سوا کچھ بھی نہیں
جیسے ہیں ہم تجھیں ہیں جو ہوں سر کیوں سے
دل سے تو بھولے ہو جب زبان سے بھولے
تم نے ہی یہ کوئی سی منزلیں سے بھیجو
یہ خانہ بادوں کے کہیں ٹھوکے ہوتے
اے شہر ترا نام و نشاں بھی نہیں ہوتا
ہر بار پلٹتے ہوئے گھر کو یہی سوچا
ہم خوش ہیں یہیں دھوپ و ہوا تیز یہاں ہے
کس منھ سے کہیں تجھ سے کہ صدمے میں تنہا
کا یہ دنیا سے فرد مایہ محبت سلی
تم کو زیست کو کس رنگ میں کھونے
ابتدا عشق سے افسانۂ ہستی کی ہوئی
ہوئے خون آنکھوں سے تمنے بھی بہائے ہیں
پھر کوئی مختصر بے نام بلاتی ہے ہمیں
باس کی نیندوں یہ دو بوند شبنم سے
زندگی عیش سے تم دور ہو دنیا کی
رنگ و حشت سے بھی رنگ بہت اُڑتے ہے
قطرہ اشک سے آنکھوں کا بھرا کرتے ہے

کھوئے ہوئے دیکھ میں جیسا ہی کی صورت کچھ ہے
رت کو جو بھی میرے لوں سے شکایت کچھ ہے
آج کی رات مجھے خوابوں سے دہشت کچھ ہے
اس بہانے سے مگر دیکھ لی دنیا ہم نے
یہ الگ بات کہ شکوہ کبھی نہ ہم نے
اجر کیا اس کا ملے گا یہ سوچا ہم نے
اس شہر میں ہر شخص پریشان سا کیوں ہے
پتھر کی طرح بے حس و بے جان سا کیوں ہے
انجانہ خطہ ایسا میں ہراساں سا کیوں ہے

کب یاد بھی اگر تجھے سے سو گئے ہوتے
جو حادثے ہوئے تھے اگر ہو گئے ہوتے
ہے ہوش کسی سے سفر کو گئے ہوتے
ہم نہیں یہ بھی کچھ کھوئے ہوئے ہوتے
میرے سر دوں سے بھی ہو گئے ہوتے
ان دل میں بھی ہمت جینے کی حرت سلی
زندگی اپنی تو خوابوں کی امانت نکلی
ہتھ اس کی مگر حرف و دیعت سلی
رہا تو قوی دل کا نہ کدورت سلی
بہانے سے یہ دھوپ کی شدت سلی
کھڑے تو کون سے ملاقات کی صورت نکلی

آنکھ کا کام فقط دیکھ لینا تھا بلکہ کی
تم نہ ہوتے تو تھا تصویر بنی صحرا کی
نہیں ہے تو اس کو بھی ہوا دنیا کی

یادآتی رہی ہر آن سمندر دریا کی

[illegible]
[illegible]
[illegible]

شہزاد احمد

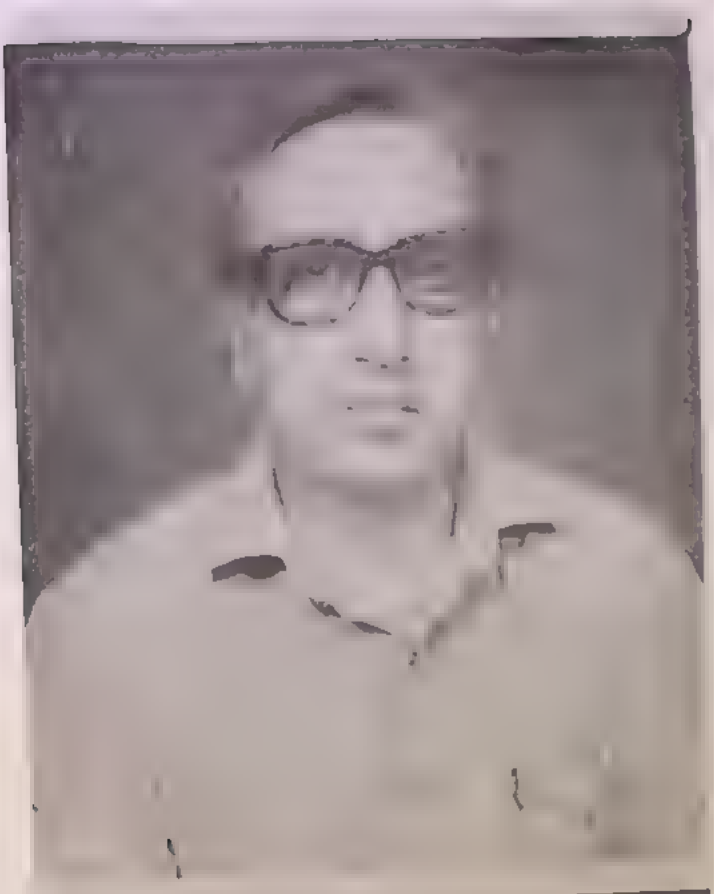

شہزاد احمد

پ ۱۹۳۲ء

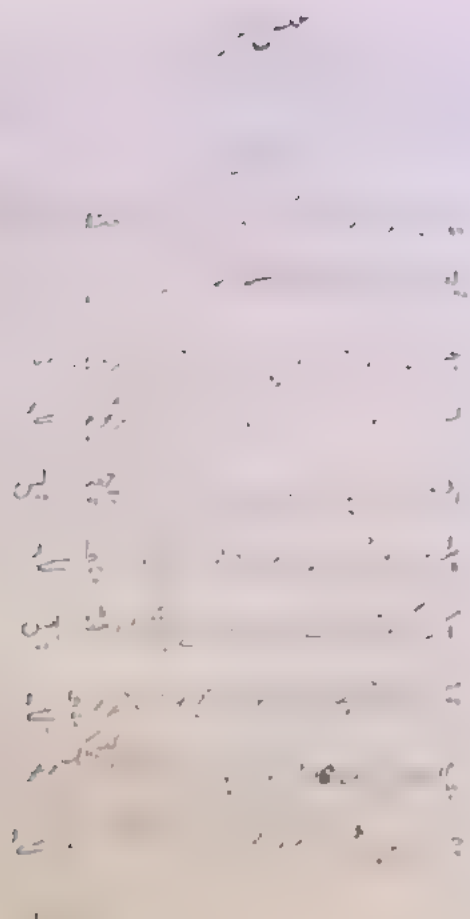

شہزاد احمد

روٹی کا پورشن شامل ہیں، مشکل لمحوں سے شائع ہونے والے تیری دنیا کے مجلے ساتھ منسلک ہوں۔

انتخاب کلام

نہ نقش پائے تمنا، نہ کاروانِ حیات
تمہارے حد سے گزرنے کا کچھ بھی نہیں

بجھے ہوئے ستاروں کی راکھ ہے ہر سو
یہ نور ہے یا نور کی ادھ جلی گری ہے

ابھی سے ہاتھ گریباں کی سمت اٹھتے ہیں
ابھی تو یہ ہنسی گل بھی پارہ پارہ نہیں

کوئی آہٹ بھی نہ سن پائے گا خوابیدہ چمن
خشک پتوں سے دبے پاؤں گذر جائے گی رات

شمعیں بجھتی ہیں سو گئے ہیں لوگ آنکھیں موند کر
کس کا در وا رہ سکے گا کس کے گھر جائے گی رات

دل و نگاہ کا یہ فاصلہ بھی کیا رہ جائے
اگر تو آئے تو میں دل کو آنکھ میں رکھ لوں

یہ رات وقت کے زنداں سے جب نکلتی ہے
قدم ستاروں کے سینے پہ رکھ کے چلتی ہے

لٹے ہوئے مرے دل میں یہ آرزو تیری
کوئی نہیں ہے یہاں اور کوئی صدا ہے

سب بھی تو وہ ہے سن لیتے ہیں پتا گل کی صدا
بند دروازوں سے آجاتی ہے مانوس کھنک

کبھی آ بھی نہیں تو، مگر اس شام میں
دل پہ پڑتی ہے، کبھی سے ترے پاؤں کی چھنک

کبھی دل سے نہ گیا ترک محبت کا خیال
جا و دل ہو گئی ٹوٹے ہوئے تارے کی چمک

بجھ کے بھی جلتے گئے شمع کے گریے سارے
مرتے مرتے نہ گئی ڈوبتے سورج کی دھنک

دل تو مینائے تمنا کی عبارت کب کی؟
تو مجھے دیکھ رہا ہے وہ ترا سایہ ہے

شوق کے روپ میں اترے ہوئے گلفام ہوں
ہائے وہ غم جسے جوگی کی طرح پالا ہے

مرجھائی ہیں نغمی نغمی روحیں
بہتی ہیں زندگی کا دریا

اپنے بھی کنارے چاٹتا ہے
غم خوار نہیں کسی کا دریا

شہ سوار دیگر یہ دل
اور نیل خود آگہی کا دریا

ٹوٹے گئی، صبا بھٹک رہے گئے
چمن میں صبا بھٹکتی رہ گئی

اگرچہ وہ صورت ستارہ نہ تھی
دلوں میں مگر روشنی رہ گئی

نہیں دل میں کچھ حسرتوں کے سوا
جی ایک محفل جمی رہ گئی

دامن زندگی میں ہیں کونسے صدمات ابھی
دور کتنی گذر گئی، دور کتنی رات ابھی

زندے کے نور کی کرن تخت سفید کو چھو گئی
پھر بھی نگاہِ خلق میں یہ دبدبہ کمال بھی

روح کی درد سے شہر کو آشنا کر
خاک پہ روشنی نہ ڈال خاک کے یہ عطا بھی

کیسے گذر سکیں گے زمانے سب کے
چپ ہو گئے ہوں موسم گل کو پکار کے

یہ میری زندگی میں اجالا کرے کوئی
یا بھیک نے کہیں یہ ستارے اتار کے

اب نہ وہ شور نہ وہ شور مچانے والے
خاک سے بیٹھ گئے خاک اڑانے والے

یہ لگ بات میتہ اب گویا نہ ہوا
دل میں معدوم کر سکتے ہیں زمانے والے

اس ساتھ نہ ہے بائیں گے ٹوٹے ہوئے بازو
لڑتے ہوئے لمحوں کے ہی سوچی ہے

بلند ہوں تو کبھی پستیاں نہ دیکھیں گے
خود اپنے ہاتھ سے ہم توڑ دیں گے زینہ کو

یہ اور بات ہے زندگی نہ کہہ پائیں
مگر نہ آج بھی ہم حق بات میں جینے کو

باغ کا باغ جوڑ گیا کوئی کہو پکار کر
کس نے شفق پہ پل نئے پھولوں کے لگ تار کر

شام کو موضع ہوا جب دشت لے اڑے
صبح چمن میں آگئے خاک پہ شب گذار کر

پاس ہی مزار ہے خاک میں بھی چھپی ہوئی
راہ میں پا رہیدہ لوگ بیٹھ چکے تھے ہار کر

وہی نگاہ میں رہتے ہیں خاک کے ذرے
مت شکر کہ آنکھیں مری ستارہ نہیں

تو ہوا گئی ہے زباں خاک چاٹنے کیسے
ریگ تمت کہ دریا کہیں کنارہ نہیں

چھو لو فنی کے صدمے قبول ہی کر لیں
اگر بھی ہے زمانہ تو کوئی چارہ نہیں

شوقِ نظارہ بھی ہے حسرتِ دیدار کے ساتھ
ہر تو سلسلے سے لگے بیٹھے ہیں دیوار کے ساتھ

یہ ان کا شہر ہے مشکل ہے اس سے بچ
چھو لو سن شہر ہیں اب خاک اڑانی

کبھی شورِ قیامت سے لگے آنکھ
کبھی پتلے اور چونک جائیں

اب یہ عادت ہے کہ جیتی ہوئی بازیوں کی
ہار آتی ہے تو حیرت ہوئی ہے

کوئی دیوانے کی زنجیر ہلا دیتا ہے
نیند آتی ہے تو حیرت ہوئی ہے

یہ وہ لمحے جو زمانوں کو جلا دیتا ہے
یہ وہ لمحے جو زمانوں کو جلا دیتا ہے

دلِ تنہا کو اگر وحشت بیگانہ ملے
مجھ کو گوشہ صحرا میں سما دیتا ہے

کسی دیا: کسی دشت میں بھٹکے جب
میں ہوں خاک ہوں مجھ کو کہیں اڑا دیجا

دل نے وہ جسے کہو سدا گلے لگا لیا
قریب رہ کے بھی کبھی نہ ہو سکے قریب ہیں

بس کہ ہوئے ہوئے کہ ہو گئے ہوئے کہ رہ گئے
ہاں ہوئے ہوئے کہ ہو گئے ہوئے کہ رہ گئے

تمام عمر ہو چکے ہوئے گئے
ہے یہ ہر گھڑی کا مسئلہ یہ

دل میں وہ یاد ہے جس کو بھی دیکھ رہا تھا
تو ہے کہ تھا کہ ہے کہ تھا کہ رہا تھا

تم کی کھیں فراز سے گلے ہے یہ بھی
لگ گئے ہے ہیں تو ہی ہو گا

یہ کہ کھیں دل میں وہ چلتے ہوئے یہ بھی
تھا کہ سا یہ بھی تھا کہ رہا تھا

کوئی ہم سا جسے صبح سے خیر کریں
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

دل لگا لیا ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

کبھی ملتے ہیں کبھی ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

تم ہو گئے ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

تو ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

گذر ہی جائے گا روزِ فراق بھی آخر
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے
ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے کہ ہے

تو شب بھر مدھیں تھیں ... گیا جب رب
تو ... گیا ... گ فی ... یہ خاک اڑتی ہوئی ہے

جانے لگا تو دے گیا راہ عشق میں ... آنے لگا تو آپ میں آیا نہ جا سکا
کچھ نہ کچھ فیصلہ ... جو نہ سکے ... نہ مجھے تاب کر تو کی رات
دریا سا پر ... دب دنی حال ... دور تسکیں ہوا ہے دھوکے کی رات

ہم سے درد کے ماروں کی مجبوری یہ تھوڑی کیا ... جینا ... لیکن ... سے کیتے جانا
تم بھی نہیں ... روتا ... ہے ... کہ اندر شکیبائی
جس بھی چکے پروانے ... بھی چکی ہوئی ... اب خاک اڑانے کو تیتے میں نہ شائی
راتوں کی ... ہی میں خاموش ہے ... سا نیرا ... بے حس ہیں تمنائیں نیند آئی کہ ہوش آئی
کب شام ... آئے تھے ... رات ... وہ تا ہم نہیں ہوتی وہ رات نہیں آئی

(قدر ... الغالب)

میں بھی شامل ہو ... تیرے ... کی آبادی میں ... اب کہاں تک تری دیوار کا سایہ جائے
اتنے ... تو ... جنگل بھی ... ہوتے تھے ... جی میں آتا ہے ... شور مچایا جائے
گھل گیا پانی میں مٹی کی طرح چاند کا عکس ... گدلے پانی کا عجب شعبدہ دیکھا میں نے
جھپکی تھی میں نے ... کچھ ... منظر بدل گیا ... لمحہ لمحہ کہ زمانے گذر گئے
مٹی ہے مرے کاسے میں پھر باؤں کی آہٹ ... دروازہ دل کس سے کھلا دیکھ لیا ہے
ابھی تو دن ہے خدا جانے رات تک کیا ہو ... سر آفتاب نے سایہ بڑھا دیا ہے مجھے
گلہ یہی ہے فقط یہ ... دست ... مجھے ... وہ ٹوک دیتے ہیں ... بار ... سے مجھے
میں سوچتا ہوں یہ آواز بھی ... تو نہیں ... صدائیں دیتے ہے کہ ... سارے مجھے
بلا رہا ہے مجھے بار بار ... کی طرف ... خدا نے پھینک دیا ... آسماں سے نیچے
نکھر گئی ہے حقیقت سے روشنی ... میں یہ ... سے ... لگی ہے پانی نے
تمام خلق خدا دیکھتی ہے حیرت سے ... کوئی نہیں جو ترے ... کو ... دے
... نے ... ی ... یہ تبسم نہیں ڈالی ... لیکن مجھے چپ ... لگنے تو دیا ہے

فرق آجکا دلوں میں عدم ہی فیصلے کی ہے ___ کیا ہے تعلق نہیں ہتہ خسارہ سے

مخلوق چیختی ہے کہ تھم جائے یہ بلا ___ دریا پکارتا ہے کہ رفتار دیکھیے

نشے وہ تو تراش اس کی کبھی رہتی ہے کبھی ___ ہاتھ آئے یہ جسے چھوڑ دیا جاتا ہے

دیکھنے والوں کو احساس تحیر بھی نہیں ___ ایسے عالم میں تو سر چھوڑ دیا جاتا ہے

تہاں پڑتی ہو فقط یعنی خدا کا ڈر ہیں ___ وہ جگہ کوئی ہو ویرانہ کہا جاتا ہے

آنکھ وہ قیدی کہ سب کچھ دیکھ کر بھی کچھ نہیں ___ ہاں وہ دانہ کہ زمیں دوز میں بھی آتا دے

سوچتا ہوں تیرا کہ کچھ کہنے سے آخر فائدہ؟ ___ وہ سمجھتے ہیں کہ خاموشی بھی اک رد عمل ہے

شمن کا تو فصل گل کی تمنا نہ کر سکو ___ جو دوستان کہتے نہیں پتے جھڑتے نوچے

پہچان لیا یہ بھی بڑا ہے کسی نے ___ دیوانے پہ پتھر بھی اٹھایا نہ کسی نے

تو ڈر ہے کہ تیرے کچھ ہو سوجھتا نہیں ___ پیکر سے روشنی کا کہ پیکر کی روشنی

ممکن ہو آپ سے تو بھلا دیجیے مجھے ___ پتھر پہ ہوں لکیر مٹا دیجیے مجھے

رفتار ایسی کہ ٹھہرنے کی نہیں تم کہیں ___ بے چرخ بھی چکر میں ستارہ بھی رواں ہے

جو اپنے نام سے نسبت ہے میں بھلوں کی ___ مل تھی مجھ کو وہ خوشبو ترے پسینے سے

تمہاری یاد نے سینے کو کر دیا روشن ___ چمک اٹھا ہے یہ گھر یک بیک نگینے سے

سوائے شہر اب تری حرمت اسی میں ہے ___ پگڑی اتار کر سر بازار پھینک دے

وہ خاک ڈھونے گی کہ نہ دیکھی ہو شکن جو ___ دیوانہ تو کیا چیز ہے صحرا نہ بنے گا

کیوں بلاتی ہے مجھے دنیا اسی کے نام سے ___ کیا میرے چہرے پہ اس کا نام ہے لکھا ہوا

رات بھلی ہے اس میں کچھ بھی دیتا ہیں دکھائی ___ ہاں کی دھوپ میں شمن ہوتا ہے سائے کا سایہ

عنایت بھی ہمیں مگر میں سے تو بھیک زمانی ___ تیرا دامن کھینچ لیا ہے جب بھی ہاتھ بڑھایا

تیرے گھر کی بھی وہی ہے یورش، دروازہ تھا ___ پھر وہی باتیں ہوئیں جس کا مجھے اندازہ تھا

اب اس کی دھجیوں میں چھپاتے ہیں کائنات ___ وہ پیرہن کہ جس پہ بدن بھی تنگ تھا

مت دیکھ تمن کی طرف آنکھ اٹھا کر ___ اندھوں کی طرح نور کے دریا سے گزر جا

میں نے چراغ سے بھی جلایا نہیں چراغ ___ میں کوئی بات تجھ سے بھی سن کر نہ کہہ سکا

تنہ روی بھی خوب ہیں رہ عشق میں ___ دل کچھ بھی ہے بُرا کہ بھلا ہے ساتھ ہے

سو گیا رات کی تاریکی میں روتے روتے ___ کہتے گی صبح درخشاں تو مجھے ڈھونڈے گی

عمر بھر ایک ہی تصویر رہی آنکھوں میں ___ کتنے آرام سے گذری ترے سودائی کی

شاعری اس کے سوا کیا ہے کہ اس دنیا میں ___ کب بھی خوار ہوئے تیرے بھی رسوائی کی

رنگ تھا میں تو کیوں زمیں کھسے ہوئی نذر غبار ___ خاک تھا میں تو کس لیے نہ اڑی ہو مجھے

کبھی مل بیٹھنا بھی ہو تو بڑا پرگر سا ہو گا ___ زیادہ رابطہ اچھا نہیں ہم سخت جاں سے

مجھے شہزاد دیدہ مسافر یاد آتے ہیں ___ کوئی آواز دیتا ہے گئے گذرے زمانوں سے

دیوار کس طرف سے بڑھے کچھ نہیں ___ سب بے شمار شہروں میں جنگل گھرا ہوا

چلتی ہے زیر دشت بھی پانی کی ایک لہر ___ ہر نامے شہر میں بھی ہرن نہ چیتا ہوا

بے برگ و بار خود کو سمجھتے رہے تھے میں ___ جب جل گئے درخت تو پھر جلا ہوا

ڈرتا ہوں سیر سے یہ ہوس ہے نہ آپ پر ___ چلتا ہوں آسماں کی طرف دیکھتا ہوا

دن نکلتے ہی وہ خوابوں کے جزیرے کیا ہوئے ___ صبح کا سورج مری آنکھیں چرا کر لے گیا

اس نے تو ان موتیوں پر خاک بھی ڈالی نہیں ___ آنکھ کی تھالی میں دل آنسو سجا کر لے گیا

پتھر نہ پھینک کچھ ذرا اجتناب کر ___ ہے سطح آب پر کوئی چہرا بنا ہوا

گھر ہے مسافروں کی یہی بے شکستگی ___ جیسے بھی آپ اپنے قدم رہ نما ہوا

آنکھ سے اوجھل نہ ہونے پائی تھی سورج کی لاش ___ شام کے وقت آسماں جیسے کوئی شمشان تھا

رات سر پر آ چکی تھی منزلت بوجھل تھا جسم ___ پاؤں ڈھیلے پڑ چکے تھے راستہ ڈھلوان تھا

ہر طرف حد نظر تک خاک اڑتی ہوئی ___ دشت کا ہر پھول خود اپنی ہوا مہمان تھا

(جلتی بجھتی آنکھیں سے انتخاب)

جیسے تک رہی ہو وہ تصویر سی حیرت کی ___ وقت ہے کہ یہ ساعت ہے بگڑتی ہی نہیں اس کی

وہ کہیں جاں نہ سے ریت کا ٹیلہ ہو یہ ___ جیسے ہاتھوں یہ سے ہر عمارت اس کی

کچھ تو ہے کچھ نہیں ہے جیسی ہوتی ہے ___ جہاں حیرت کو سوتے میں خدا کہتے

یہ ہوا ریگ و در و دیوار سے کھیلے ہے ___ جیسے کوئی بھی نہیں

چند سے جانے پہچانے تھے رہگیں بدلی بدلی تھیں
سب نے تجھ سے ہاتھ ملایا اور ملا کوئی بھی نہیں

جس کے نیچے گھر بیٹھ ہوں وہ پیڑ نہ بیتے ہوں گا
سب میری جانب آتے ہیں اور گیا کوں بھی نہیں

ملے بھی وہ تو ترے ذکر اس سے موتر کے
فہ نہیں مجھے آئے گا حال سب کہنا

یہ کرشمہ اور ہر روز ایک جیسے ہوں
یہ دائرہ ہے اسے زندگی نہ اب کہنا

چراغ سب کہیں ڈھونڈتا میں سوچ کو
میں اپنا فوص سمجھتا ہوں شب کو شب کہنا

کھل چکی ہیں اس کے گھر کی کھڑکیاں میرے لیے
رُخ مری جانب ہے گا بے رخی جیسی بھی ہے

اب کہاں لے جائیں یہ سانسوں کی سنگینی گ کو
زندگی ہے زندگی اچھی بُری جیسی بھی ہے

کچھ اور بھی وہ حسیں ہو گیا خفا ہو کر
مرے لیے مری آنکھوں نے بے وفا ہو کر

یہ نور نور ترے جسم کی نہیں
اُلجھ پڑا ہوں میں خورشید سے دیا ہو کر

جو زر کوئی اگر مری بندگی کا نہیں
میں پوچھتا ہوں تجھے کیا ملا خدا ہو کر

یہ زندگی ہے کہ بستی ہے سگریزوں کی
میں ٹوٹ پھوٹ گیا اس میں مبتلا ہو کر

میں سنگِ میل نہیں ہوں ستارہ ہوں
پڑا ہوں راہ میں تسخیرِ نارسا ہو کر

میں جس کی آس میں تھا سب کو اٹھ کھوئے
گذر گیا وہی لمحہ گریز پا ہو کر

مجھے تلاش تھی جس کی وہ شخص ہی رہا
بدل گیا وہ میرے غم سے آشنا ہو کر

تصویر کے خدوخال لکیروں سے ہٹ گئے
میں جس کو چومتا تھا وہ کاغذ ہی پھٹ گئے

انسان اپنی شکل بھی پہچانتا نہیں
آ آ کے آئینوں سے پرندے پلٹ گئے

کس شوق سے وہ دیکھ رہے تھے نجوم کو
جب میں نظر پڑا تو دریچے سے ہٹ گئے

اتنی بھی وقت کب تھا کہ پنوار تھا میں
ایسی چلی ہوا کہ سفینے الٹ گئے

پابندیاں تو صرف لگی تھیں زباں پر
محسوس یہ ہوا کہ مرے ہاتھ کٹ گئے

شہزاد پھر سے رخت سفر باندھ لیجے
رستے بھی سوکھ جائیں گے ہاں تو چھٹ گئے

واسطہ مجھ کو خدایا پڑ گیا لوگوں سے
چھوٹی باتوں کی توقع ہے بڑے لوگوں سے

راہ چلتی کوئی لڑکی کہ سنگ آوارہ
کون محفوظ ہے رستے میں کھڑے لوگوں سے

یہ الگ بات کہ لوگوں میں بہت مل تو بھی
تیری فطرت بھی کئی بار الگ لوگوں سے

گر نہ ہو سکے موتی درد کے سمندر سے
اپنے رشتۂ جاں میں سنگ ہی پرو لیں گے

یہ سمجھ کے مانا ہے سچ تمہاری باتوں کو
اتنے خوبصورت لب جھوٹ کیسے بولیں گے

خود ہی مری حالت کی خبر رکھتا ہے
جان کر بھی وہ مری سمت نہ تکنے والا

دن کو گلدانوں میں درات کو خوابوں میں رہے
وہ ہے اک پھول شب و روز مہکنے والا

ہر لحظہ نئے سوال نیا میرے سامنے
فارغ میں آج تک نہ ہوا امتحان سے

چہرہ جسے پٹ کے بھی میں دیکھتا نہیں
شاید عزیز ہے مجھے سارے جہان سے

چیزیں تھیں کیا کہ مجھ کو چکا چوند کر گئیں
میں کچھ خرید کر نہیں نکلا دکان سے

شہزاد جس شکار کا میں منتظر رہا
دیکھا اسے تو تیر نہ نکلا کمان سے

نظر کے سامنے خلد کی فضا پھر سے
زمین پر نہ کہیں پھینک دے خدا پھر سے

وہ آ چکا ہے مجھے جس کا انتظار نہ تھا
خبر نہ تھی دلِ بے کس ہوا پھر سے

امید کی یہ کرن دل میں کس لیے پھوٹی
نئی رتوں نے یہ کیا گل کھلا دیا پھر سے

بجھا بجھا سہی دل تو اپنے آپ میں تھا
چراغ جاں کے اس نے جلا دیا پھر سے

وہ جا چکا تو پلٹ آئی میری بینائی
وہ جاتا تو مجھے مڑ کے دیکھتا پھر سے

میں اس کی راہ کی دیوار بن گیا شہزاد
یہ سوچ کر کہ گرے وہ چلا گیا پھر سے

دل سے امید کا جگنو نہ ضیا لے جائیگا
جاتے جاتے وہ مرے گھر کا دیا لے جائیگا

دیکھیے سورج کی آنکھوں میں نہ انگلیں ڈال کر
اک کرن بھیجے گا بینائی چرا لے جائیگا

میں تو شہر ہوں مری قسمت میں ہے ویرانی ہی
تُو تو خوشبو ہے تجھے جھونکا اڑا لے جائیگا

کچھ نہیں شہزاد تو ترکِ تعلق ہی سہی
کب تلک اس فیصلے کو کل پہ ٹالے جائیگا

ہم اس لڑائی کو شرط اوّل سمجھتے ہیں
وہ سامنے بھی گر آ گئے ملیں گے نہیں

پہاڑ سی نظر آتی ہے مجھ کو باقی عمر
ترے بغیر تو یہ روز و شب کٹیں گے نہیں

جو ہم نے دیکھا ہے لفظوں میں کیسے آئیگا
جو نقش دل میں ہیں وہ ریت پر بنے گئے نہیں

ریزہ ریزہ کر چکوں میں تصویروں کے انبار
کس کا چہرہ دیکھ کر وہ آئینہ لوٹ گیا

اس کے دم سے یکتائی تھی لیکن اس کے [illegible]

آؤ کہ کوں یاد کریں ہم کو بھی کچھ کام ملے
یہ نہ ہو جائے کہیں تم کو بھی کچھ کام ملے

یہ نہ کہا تھا تم سے جب دل کی بات کہی تھی
اب بھی وہی ہے تم سے جو بات کہی تھی

بھی تو شک بہت ہے تم کو ہم بھی ہو چکے ہیں
ہم نے اپنے ارد گرد کس کس کی میں [illegible]

خواب سا خیال ہو رہے ہم بھی کبھی تھے
معلوم ہو کوئی ہم کو ہم بھی سب ورثا کے

محبوب کبھی ہم بھی کسی کو خدا سے [illegible]
تحقیق کیے ہم بھی سب ورثا کے

منتظر کل کے ہم بھی ہو چکے ہیں
لطف ہو اگلا نہ مصب ورثا کے

کب لوٹ میں دل پر دو کچھ بیت گئی
سنے بتائے کب زمانہ نہ لگتے

روز ملتے ہیں کوئی نہیں دیتا تسلی
بہ مجھے ہر روز پر [illegible] لگتے

تم اگر سورج جب ہستے لگتے
پتہ پتہ شبنم [illegible] لگتے

تم کبھی ہی دریا میں ہو تو
پانی لینے رنگ بدلنے لگتے

پہلے میں دیتا ہوں تو کہ تو زمیں
یہ سارا جنگل دیکھا لگتے

سفر تو [illegible] ہوتے ہوئے
تم کہ ہوئے ہو، تو کہ کے بھی دیکھ لیے

اپنی ہی ذات کے درد میں تنہا ہوئے
وہیں تک ہوئے ہوئے، ہوئے، ہوئے

تک اپنی ہی ذات یہ ہوئے لگتے
ہی ہیں دوسروں سے جب سنتے ہیں

جیسے ہم کو دیتے بھی کب [illegible]
بدل گئے ہیں جینے کے ڈھب سنتے ہیں

سنتے ہو ہیں، ہم والے بھی ستارہ
کہنے کی خواہش رہے تب سنتے ہیں

ہمارا جرم یہ ہے ہمیں کیوں انصاف چاہئے
ہمارا فیصلہ کرنے کئی میدان گر بیٹھے

جہاں تک خانہ ہاں ہے ہیں [illegible]
ذرا سیلاب آیا اور ترے دیوار و در بیٹھے

جیتے بھی ہو کہ جیتی لاتی محبوب میں جیلا
جیسے کے ہو ہو گئے سارے ہیں اک [illegible] بیٹھے

فضا میں گرد کے ذروں کی صورت ہو [illegible]
مرے کی تمنا کی نہ خاک ہر بیٹھے

اڑتی ہے خاک بادیوں کی میدانوں کی [illegible]
یہ مٹی کبھی کہ رکھتی رکھ پر ہم پاؤں دھر بیٹھے

فصل گل ڈھاک ہوئی جب نو ہوا ہی نو نے
نے گل تازہ بہت دیر لگا دی تو نے

تو نے خوشبو سے لکھے تھے جو گلابوں میں جواب — سوگئی تھی تو نا بھیگے ہوئے بادل تو نے

زندگی بھر تجھے جلنے کے لیے چھوڑ دیا — یہ بتا ساتھ نبھانے کی کہاں تھی تو نے

کوئی صورت بھی رہائی کی نہیں رہنے دی — اپنی دیوار یہ دیوار سے دی تو نے

بیچ کر کتنے ہزاروں خواہشوں کے قافلے — تشت دل میں ایک درد کے دانے کی تھی

تو نے خود ترکِ تعلق کی قسم کھائی تھی — اور قسم تو نے تو نبھانے کی تھی

پرکشش جتنی بھی یہ برمیں دنیا ہے — خاک میں حسن حقیقی میں ہے تابانی کی

اس کے دل میں بھی جگہ میں نے بنائی تھی — سنگ پر تہمت کہاں نقش کف پا میں ہے

نامہ تو قصہ ہو کر منطقوں دھواں — اس تہمت میں تو بہت ہی رہتی ہیں کھوکھلیاں

یہ اور بات ایک قدم ہم نہ چل سکیں — سنتے ہیں اس زمین کی وسعت ہے بیکراں

یا نہیں وہ لمحہ روشن گرفت میں — جس کشمکش میں ٹوٹ گئیں ہتھکڑیاں

کیا جانے کیا لگے کہ ہوئی ہیں بارشیں — بھیگی ہوئی زمین ہے اور خشک آسماں

میں آئینہ تھا ٹوٹ گیا تیرے ہاتھ سے — کیوں تیرے ہاتھ میں نہ تھیں چوڑیاں

اک زلزلے سے کوہ کی جب دل گئی — شہزاد تھا کوہ کیوں یہ ہنر دل گئی

مثالِ موج تڑپ تھا خود رہنما تھا — نہ ڈوبتا تھا نہ دریا کے پار ہوتا تھا

پکارنے کی بھی خواہش تھی مگر — پکار کر بھی اسے سر سے سر ہوتا تھا

تلاش کرتی تھی کب روز ابتدا تجھے — یہ بھوت بھی سر پر سوار ہوتا تھا

آگ سے پھول جنوں ریت سے گوہر ہاں — تو سکتا ہوں مگر کس کے لیے یہ ہاں

بھی لوٹا ہیں ان کا ٹک خ — نہ تھا کہ کی عمل سے

بہا کرے گیا سیلاب سب کچھ — فقط آنکھوں کی ویرانی بچی ہے

گرچہ وہ اس طرف نہ گئی کہ ہمیں — گرد رستے سے تو ہوا سے آئے گی

مرے بازو میں ہیں کیا پر نہیں ہیں — مری اپنی ذات حائل ہی راہ میں ہوئی ہے

وہ تبسم ہے میں ہوں اس کا ساتھ کیسے — وہ سیہ ہے گل ہے سے تو کیسے

کبھی میرے خوں کی ترنگ سے تو کبھی تن کی ہے
کبھی دیتے اپنے سنوار کھ میں تجھے

ہے دل یہ ہاتھ رکھ کر شب خموشی سے یہ حلفیہ
درد دل کی کہی مشک سے یہ حلفیہ

وہ چاند سے ترے ماہ میں چھوں کیے
تھکا ہوا ہوں مسافرت کا کرداں کیے

فصیل شب میں کوئی در نہیں کھلتا
صبح ہوئی ہے صبح ہوئی کیے

ہر دم تری شبیہ تھی آنکھوں کے سامنے
تنہا بھی ہم نہیں تھے ترے ساتھ بھی تھے

کوئی بستہ میں آواز کا تصویر کے ساتھ
تنکا ہونٹوں پہ رہا اور لفظ آنکھوں میں

خوشی میں آنسو نکل گئے یا غم کا
یک صحرا کہ سمٹ کی رہ گئی مکھوں میں

پیار کا وہی انداز غم کا وہی آہ
گرچہ میں ملاقاتیں کی ہے یک مدت کی

اپنے بند کمرے میں جب بھی جھانکتا ہوں
مدت کو بکل آئی دھوپ کس قدامت کی

یاد جب بھی کرتا ہوں ہونٹ جلنے لگتے ہیں
دوڑتے ہوئیں میں گویا رفاقت کی

میں ہوا کا جھونکا ہے تب ہیں گم تھا
حاصل تنہائی ہے ہے ہے حیات کی

اہل زر نہیں ہر لوگ گہری نیند سوتے ہیں
دن کے رکھوں کا رات ایک ساعت کی

(ڈوگلاس ہیڈ سے انتخاب)

سے گی ب ورق تک یہ کوں تی تصویر
ستارے ڈوب چکے سائباں خالی ہے

دیکھ لے بیوے کو لف ہوئے
تو نے مدتوں سے بڑی کی ہوتے ہوئے

دیکھتے رہتے ہو سب کچھ بولتے کچھ بھی نہیں
کس قدر بے درد و مودد ہوتے ہوئے

ہیں پھیلتی جاتی ہے سائے کی طرح
ہیں تھکن کے مجھ گیا ہوں کہ یہ مدے ہت

ہیں سگ سگ میں ہوشیدہ کئی تصویریں
میں کیا کروں کہ ہاتھ مرے ہے ہت

ت بھی وہ تو ہی بات کہ سنتا ہوں سنائے
وہ بے ہے ہاں سے ہے ہی مرے ہے ہت

ہے مجھے ہر دیدہ زیب سے ہی
عارف مجھ کو نہیں ہے یہ اسود ہے

جس کو عبرت کا نشاں ہے رکھ سے
کل اسی پر سے کہ تاج ہی نکلے گی

دیکھ عیب آئینہ سے جا ہے
دل عجیب آئینہ ہے سدا اس میں

مدتوں سے آنسو بھی تھے ہیں ٹپکا
ہر نے یک دریا کو خشک کر دیا اس میں

رچ گئی ہے کرے میں کچھ ملی جُلی خوشبو ___ یک تو ہوں میں موجود اور کون تھا اس میں
لاج رکھ لیتے ہیں میری مُنہ پہ کچھ کہتے ہیں ___ دشمنی کا کچھ سلیقہ تو مرے یاروں میں ہے
کون سی شئے لے جانے نہیں دیتی دل سے ___ خوب سے اجڑے ہوئے گھر میں سلامت کیا ہے
ہے مجھ کو آرزو اس کی کبھی وہ موج تو اٹھے ___ دیدۂ حیراں کبھی ملنگے تجھے انکار کیا ہوگا
عجیب رنگ کا وہ پھول تھا کہ کھِل نہ سکا ___ ہر ایک رنگ میں اس کی شباہتیں ہیں بہت
میں چاہتا ہوں حقیقت پسند ہو جاؤں ___ مگر ہے اس میں یہ مشکل حقیقتیں ہیں بہت
کبھی کبھی تو چھلک اٹھتے ہے آب و رنگ ان کا ___ اگرچہ دشت تو سوکھے ہوئے سمندر ہیں
جو تیری یاد میں گذرے وہی پل زندگی ہے ___ نظامِ سانس کی گھڑیاں سمے ہے ایک جیسے ہیں

بنا لیے نئے رستے تو کی ہواؤں نے ___ زمیں وہیں کی وہیں ہے درخت سوکھ گیے
آباد ہوئے محل تو ستم رسیدہ ___ کتنے ہی گھر اُجڑ گئے ہیں

لمحہ لمحہ کی مسافت ___ صدیوں سے طویل ان کے حوالے
بے حسی کا ستارہ صبح ___ وہ فصل کبھی خاک میں اگائے
شجر کو رکھ بلند شہزاد ___ شاخوں کو زمین پر جھکائے
ہو کارہِ طلب ناقے عشق پا نہ سکے ___ وہاں سراب میں بھی سلسلہ ملا نہ سکے
کھڑا ہوا سیہ سمندر میں حریف ___ چلتی ہوئی ہوا بھی تجھے راستہ نہ دے
ذرہ ہے گر ملنگ تو پھر رنگ بھی بکھیر ___ بے سود خاک کا تجھے صحرا نہ دے
دل ہی سمجھ رہا ہے میں جو سب تماشے ہیں ___ وہ مجھ کو دیکھتے ہی نہیں مسکرائے ہے
یوں بھی ہیں کہ ہوا کی رکھے ہیں مگر ___ موسم ہوا ہوا ہے رہ کوئی تو ہو
بھولوں کی تتلیوں سے ہے سادہ سی دوستی ___ اس جان سے یہ ستارہ کوئی تو ہو
یہ کیا کہ ہجر میں کٹی ساری زندگی ___ مجھ کو نہ ہو وصال کی خواہش کوئی تو ہو

(صلاح الدین نیر کے نام)

سب پرندوں کی طرح محتاج دانہ تو نہیں ___ جس کو اڑنا ہے وہ اڑتے ہیں ہوا کوئی بھی ہو
پھر بھی دعوٰی تو کیا میں نے شناسائی کا ___ وہ کسے سنگ بھی دیوانہ سمجھتے تھے مجھ کو

میں نے کیا پایا ہے اس پاؤں کی مٹی ہو کر
دل بے حوصلہ تجھے سمجھاؤں میں

عرشہ زادے ڈھونڈھتے گزری لیکن
جہاں یہ ہے کہ جہاں جاؤں اسے پاؤں میں

یہ سوچ کر اے ملا کہ جب ملو گے اسے
اگر وہ کچھ نہ کہے گا تو کیا کہو گے اسے

وہ روشنی کی طرح ہاتھ لے کے آئے گا
تمام عمر فقط ڈھونڈتے پھرو گے اسے

یہ اور بات کہ جی کا زیاں ہے اس میں بھی
مگر وہ کون ہے یہ جان تو سکو گے اسے

ابھی تو دھوپ میں جی بھر کے دیکھ لو اس کو
چراغ لے کے کہاں ڈھونڈتے پھرو گے اسے

وہ آ گیا تو کب آؤ گے اپنے آپ میں تم
چلا گیا تو جدا کس طرح کرو گے اسے

وہ ایک خط کہ خزانہ بھی اور سانپ بھی ہے
جلا ہی دو گے مگر یاد تو رکھو گے اسے

عجیب کیف سا ہے شام کی اداسی میں
وہ رت بھی آئی ہے کیا دیکھنے چلو گے اسے

تھپک تھپک کے سلاتے ہو تم تمنا کو
کہ جیسے حشر تلک جاگنے نہ دو گے اسے

ہزار بار قلم ٹوٹ ٹوٹ جائے گا
جو بات دل میں ہے تم کس طرح لکھو گے اسے

ستارے جتنے ہیں کرتے ہیں ایک تال پہ رقص
وہ جانِ نغمہ سہی کس طرح سنو گے اسے

دل فسردہ بھی شہزاد کام کی شے ہے
خیال آئے گا جب خاک کر چکو گے اسے

ظفر گورکھپوری

ظفر نگینوری

[illegible] ظفر [illegible] ۱۹۰۵ء کو [illegible] میں [illegible] کے ایک [illegible] میں [illegible] ہوئے۔ [illegible] کے [illegible] ہیں:

[illegible]

[illegible] ۱۹۳۲ء میں [illegible] ۱۹۳۳ء میں [illegible] ۱۹۳۴ء میں [illegible] ۱۹۳۵ء میں [illegible] ۱۹۳۶ء میں [illegible] ۱۹۳۷ء میں [illegible] ۱۹۳۸ء میں [illegible] ۱۹۳۹ء میں [illegible] ۱۹۴۰ء میں [illegible] ۱۹۴۱ء میں [illegible] ۱۹۴۲ء میں [illegible] ۱۹۴۳ء میں [illegible] ۱۹۴۴ء میں [illegible]

[illegible]

بھائی نظر پہلے جنوں کا دشواس

بستر خیال پر ہے تو کروٹ بدلتے رہو
یہ فلک ہے خزاں سے تجربہ سے بھرا ہوا

موتی ہو تم تو جس کی تمنا ہے کوئی تم
بیچے کے بیچ بیچ تجربہ کار مت تھی

قیدی کی طرح وقت کی مٹھی میں بند ہے
کہ کہکشاں ہے جس میں ہر اک مہ و مہر

اک تاج محل ہی مری بستی میں نہیں تھا
اونچے محل خوں کی بھی ارزاں بہت تھی

ٹھوکر ہے تاج و تخت پہ بس ٹھوکر سے دور
اپنے لیے فقیر کی جھولی ہی بہت تھی

ہر صبح آئینہ تو وہی ہے مگر ہمیں
ہر صبح ہم کو اپنی جوانی سے ملوا گیا

یہ بھی ہیں معجزے ہوا میں ہوا میں شیخ عجیب
حاصل یہ کیمیا ہوئی تھی ذرہ کی عزت ہے

بچے کا آج توتلا ہونا ہی بہت ہے
یہ وقت بچے سے ہونا ہی شاعر ہوتا ہے

شفق کے رنگ میں نہلا گیا مجھے کل شام
وہ ایک شخص جو سورج کی طرح روشن تھا

معلوم نہیں یہ کب چوراہے آئے
ہر جسم کوئی ٹوٹا دروازہ نظر آئے

مداریوں کا تماشا ہے زندگی میری
کھڑی ہیں کھیرے جھولی پسارے تم کو کر

کھلا ہے جو حرارت سے پھٹ جائے گا
روؤں گا خود بھی ہنسوں گا جو مجھ کو

بہت مشکل سے سوکھی ایک ٹہنی کھڑکی سے
ٹپکتے ہوئے کیچڑ سے خوف میرے حلقے کا

وہ صدیوں کی جھلسا دینے والی دھوپ میں
تمہاری جھولی میں کہکشاں میرے سائے کی طرح

زندگی ہے فقیر کی جھولی
مرے لیے کسی قاتل کا انتظار نہ کر
کریں گے قتل خود اپنی خوشی سے مجھ کو

ہم کو بھی شوق تھا محبت کے
جب بھی آئی تو ہم نہ تھے گھر میں

جب بھی آئی ہے تجھ پہ آئی ہے
تو بھی ہے ایک ہی خطا تیری

ہو گئی ہے یہ کیا ہوا ہم کو
ہم کو اپنا ہی آسرا ہم کو

یہ بھی کیا ہے کہ تم ہو اور میں ہوں
تم بھی ہو جائو میرے جیسے

وہ جو خوشی میں ساتھ دے
غم میں بھی ساتھ دے وہی

تھوڑے سے اس زمین کی
دنیا بھی مل سکتی ہے

دیکھیں قریب سے کبھی تو فاصلے دکھائی دے ۔۔۔ اک دن کی تو نشست ہے یہ بس دکھائی دے

تیری نگاہوں نے ہمیں یہ سنا ہے ۔۔۔ دھوئیں کے رہے ہو سب کے لئے تو

طنز کے کیسے ہیں جو گے روزگار کے ۔۔۔ یہ آدمی تو زخم ہیں مٹ سے

سائل سے رہ گئے ہیں سب تلخ طنز ۔۔۔ کر جو ہے منے کا لوٹ کبھی ہی میں

رہ میں اس کی کبھی سے مرتفع بھی سے ۔۔۔ اب کے موسم اور خوشبو دار ہو کر آئے گا

اب ایسا گاؤں بھی یعقوبہ گیا ہے طنز ۔۔۔ یہ زندگی ہے دنوں کے چھوں کا

یکی سڑکیں کھو ہے ہوا رہتی ہیں ۔۔۔ درست سب کچھ ہے گر ہیں کہاں کبھی میں

چاند کا حسن گھٹانے کی بھک ہمتی سے ۔۔۔ جب سے ہاتھ نے چھوئے کا دھوئیں میں

وہ جو ہنس بولنے کے دکھ ہیں کریسٹ میں ۔۔۔ تھے کو تھا وہ رہتے ہیں قسم سا بستی میں

اب بھیب لگنے کے طریقے بدل گئے ۔۔۔ لوم میں لہا تھ میں کا سر کھانی نے

جس عہد میں سٹ جب تھے تو یہ ہیں یا مک گئی ۔۔۔ اس عہد کے سلطان سے یہ بھول ہوئی ہے

بھرا ج شہر دب سے بڑی حویلی میں ۔۔۔ تمام دن یاں کی تفسیر تھو ڑ گیب

بس زندگی کا نام ہی سننے میں لطف ہے ۔۔۔ ملے گا زندگی سے تو ہو جیئے کا آپ

زندگی بچی ہے اس کا دل نہ توڑ ۔۔۔ خواب کی ننھی سی گڑیا بھیجدے

زندگی یہ بھی ہمت سے رہا کی میں تجھے ۔۔۔ دو گھڑی کھیل کھلونوں سے جاؤں

کبھی تو دھوپ کا بھی جلتے سلوں ہو ۔۔۔ مکان دے گرانا بھی سایہ دار نہ دے

ہاتھوں سے ہوٹ سے ہو رہے بھی ۔۔۔ یہ وقت ہو کے کیسے کے ہاتھ طرز

کیسے ہیں جھاں کا تصف ہیں ۔۔۔ کبھی بھی آدمی کو دیکھ کر ہے

پھر ایک ہیں ہم بھی نضا میں ۔۔۔ بھیجے خوں سے سلوں ہے طریق

یہ سے نصاب میں ہے ہوں ۔۔۔ تو یہ ہو ہے تو ہو سلوت ہو

تو پھر یہ تو ہی وقت ہے ۔۔۔ سب ہے وہ ہیں ہے ہو

وہی ہو جب لوٹ ہو ۔۔۔ حافظ شہر کا ہے خبر ہیں رہیے

تو طنز وقت سے ہے ۔۔۔ ہر ہو ہیں ہے

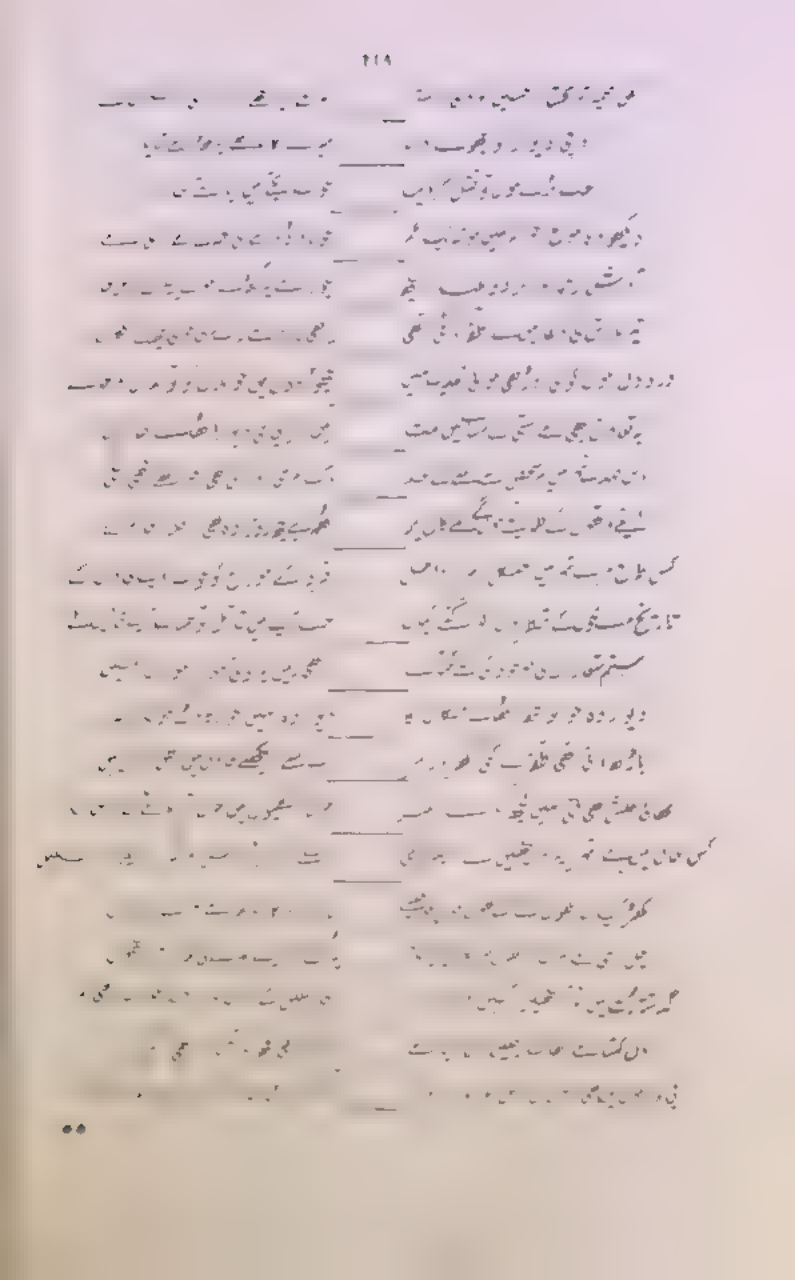

عرفان صدیقی

عرفان صدیقی

پ ۱۹۳۶ء

عکسِ تحریر

عرفان صدیقی

عنایت نامہ میں آپ نے کرم فرمائی کی جو غزلیں پڑھنے کو بھیجی تھیں ان کے لیے بہت شکریہ قبول کریں۔
اگر میں ان غزلوں کے بارے میں کچھ نہ کہوں تو یہ میری بے زبانی نہیں بلکہ ان غزلوں کی خوبی ہے۔
جب ارشاد فرمائی ہے تو میں نے ان پر چار عنوانوں کے تحت متفرق مطالعے لکھ دیے ہیں۔ کون سی غزل کون سے
عنوان کے تحت ہے یہ میں نے نہیں بتایا۔ آپ کی پسند اور دانست کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ یہ خوب آپ جانیں تو خود دیکھ لیں
اپنے نئے مجموعے کے لیے غزلوں کی ایک بہتر سی ترتیب آپ کو خود ہی کرنی ہے۔

○

والسلام — فقیر۔ عرفان صدیقی

انتخاب کلام

دل ناداں عرف موج ہوا سوچ کے چل — پھر ہمیں لوٹ کے آنا ہے ذرا سوچ کے چل
تازہ قریوں کے لیے کوچ مبارک لیکن — بنے وہی ساربانی زمیں کا خدا سوچ کے چل
فشگاف رہ تسلیم تجھے کچھ اور ہی لوگ — یہ ترا صفحہ ہے سر سے نہ جبیں سے چل
یک دستی سے خربہ نہیں ہوتا آباد — لوگ لڑتے ہیں سر شہ ہوا سوچ کے چل
اب وہ اگلی سی تشویش اس کے بارے میں نہیں — مجھ سے کہتا ہے مرا ہر ہوا سوچ کے چل
یک خواہش کی صدا اس کو بھی کرنا کیسی — ایک اندیشے تو چکے ہے ہوا سوچ کے چل
اب کے اس معرکہ صبر کا نقشہ ہے یہ — کچھ ہنر اور بھی ہے دعا سوچ کے چل

○

جب رزق معتبر ہے تو یوں خاک سے نہ آ — تو شرمسار ہو نہ ہمیں شرمسار کر

یہ ساز نغمہ ہے شاید اس کی ہستی ___ یہ ہو سے جیون کی دنیا سے نغمہ پیدا ہوتی ہے

یہ ہے مقصد گردش لیل و نہار ___ تو آ جا ہم کو تیرا انتظار

آ ہو رکا ہے ہو بے یار و مددگار ___ تو آ جا ہم کو تیرا انتظار

طلب ہیں کاوش مہر و وفا کی ___ تمنا جو ہیں تیرے آشنا کی

بھی ہو جاں نثار جرأت و فا کی ___ ہو ختم پر ہے جو تیرا انتظار

فنا ہیں کی ہوئی ہیں ___ اس کے آگے مہ ایماندان طلب دو سرا ہے

جو خاک سے ہوئے ہیں ___ سر جن کے ہیں جھکے

ہے خاک سے جو تم نے ___ ہیں جو دست ہاتھ

یہ ساز دوست پر خود ریز ___ اگرچہ نقش خاکی دیوار سے نکلا آیا

ہوں میں ہے ___ میں خود کو بیچ کے بازار سے نکلا آیا

دست ہیں ___ جو نہ ہو

جب کہ ہیں ___ تھے

مجھے ہے ___ ہیں

ہیں ___ ہیں

ہے ___ ہیں

ہے ___ ہیں

ہے

ہے ۔ غیرت مشتعل ہو تو ہے تلوار بے تاثیر ۔۔۔ بہت بیباک ہو جائے تو ہو بے بال و پر بجلی

ہے ۔ نئی ۔ ت وہی رنگ تر نگوں کی پکار ۔۔۔ کہ ہند و چین بھی جن موج سے کھی ہو عاشق

اور بھی مژدہ ہے پرواز کی دیکھا تم نے ۔۔۔ اب تو وہ مسئلہ بے پر و بالی بھی نہیں

مرشد بیدہ کو تہذیب سکھا بیٹھا ہوں ۔۔۔ ۔۔۔ چھے ۔ دنے والی بھی نہیں

تو نے مٹی سے الجھنے کا نتیجہ دیکھا ۔۔۔ ۔۔۔ دی بہت بدن نے تری تلوار پہ خاک

کل سلطان نہیں میرے سوا تر یک ۔۔۔ صند خاک پہ بیٹھا ہوں برابر اپنے

۔۔۔ بھرنے والے شب درمیاں سے پہچے گی ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

حلقہ سے جب ساون کے بادل کی کمیں
اُٹھ کے چلنا ہی تو ہے کوچ کی تیاری کیا

میں وحشتِ دل کی تفتیش کو نکلی تھی راہ سے
صحرا میں جا کر گریں کیا کیا ہی کیا

وہی ہر سال کی نصیحتیں وہی صحرا کے حدود
ٹوٹ سکتی ہے یہ زنجیرِ گرفتاری کیا

تو نے کہا کہ کسی قفس پہ رحم نہیں آتا
ہر گھستے تھے دیوانے کی ہستی ہی کیا

وہ بھی کوئی کہ جان رہا ہیں جو ہی تھی
تھی کسی بات پہ یہ دل کی دل آزاری کیا

○

یہ تو نہیں کہ غم سے موقوف نہیں ہوں
بات یہ ہے کہ اب تمنا ہی نہیں ہوئی

تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے
غم یہ ہے کہ اب طبیعت ادھر نہیں ہوئی

فریادِ بے اثر کو سادہ دلی پہ محمول
یعنی تجھے جتانے کی جرأت نہیں ہوئی

اتنا ہی تجھ سے ربط بہت ہے مری طرف
بے وجہ بے سبب تری چاہت نہیں ہوئی

میں جانتا ہوں تو مری مشکل سے ہے ملول
یہ بات اور ہے کہ وضاحت نہیں ہوئی

یہ کیا کہ تم نے جور سے توبہ تو کر لی
یہ توبہ بھی کسی کے لیے کیوں نہیں ہوئی

کب تک یہ سوچ سوچ کے دل کو ملال ہو
اپنا نصیب بھی کوئے ملامت میں یار ہے

○

نقیبِ غم یہ تمنا ہی تو نہیں ہے
وہ روحانیاں کی پاکیزگی بھی کاہے پنا

یہ وحشت اور یہ تنگی طرفہ تماشا ہے
تو میں پھنسے ہیں یک دوں کی ہے

مگر سمجھو تو تنا عرض کرنا پسند ہوں میں
کہ یہ بیچیدہ بیانی ہی ہے

مجھے کیوں شوقِ نظارہ بھی ہے گزار خوباں میں
کہ یہ بیانی ہے یہاں

ہمارے دل کو کہتے ہیں یہاں رہتی نہیں گفت — کہ جب دانتے بھی جاتے ہیں خزاں دنیا کی گفتی ہیں

○

ہے محل سیہ بے ہاں کون و مکاں نہیں ہیں — کوئے ہر نہیں نہیں شہر بتاں نہیں نہیں

ہوں رسمیات وہ ہیں کے معاملات وہ — ہیت وہ ہیں ضرور ہیت وہ ہیں نہیں

درد کی کچھ ہوا ہے اس پہ یہ تیرا وہ ہو — کچھ ہو پڑے صبر کچھ میاں نہیں نہیں

نعمتِ خانہ کیک جرمی گر ہیں کہ — وہ نازیں مشیت ہے وہ ہاں نہیں ہیں

پوچھ رہا تھا وہ صنم کیا میں نہیں خدا پرست — ہر زنے حق پرست تھا کہ بتے ہاں نہیں نہیں

دونوں تب وہ جگنے گئے گئے گئے — ہیں ستر نہیں نہیں دل ہاں نہیں نہیں

کرمی متوق ہے سلسلہ اشت کی سعادت ہے — یہ تم خوں کا خوں ہا ہوئے ہاں نہیں نہیں

کیفی اعظمی

کیفی اعظمی

عکسِ تحریر

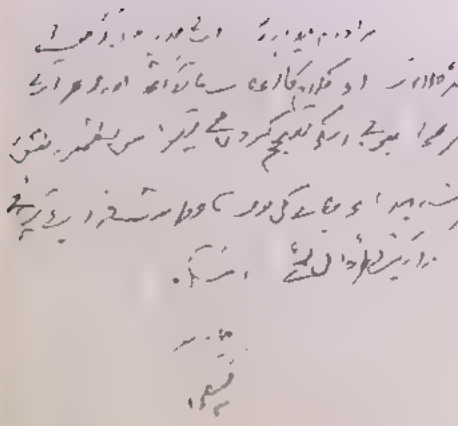

کیفی اعظمی

[illegible] [illegible]

مختصر حکایت ہستی تو درمیان سے سنی ۔۔۔ نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

[illegible] ہوم کا نام سید فتح حسین رضوی تھا۔ وہ زمیندار تھے لیکن گھر پر کبھی کبھی ہوتی تھی تبھی خوشحالی تھی یعنی بارش میں لگا ہوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اب ہندستان میں زمینداری کا کوئی مستقبل نہیں ہے اس لیے انھوں نے گاؤں سے سال بھر دھکی ایک مشورہ یہ ست حرم میں ملازمت کرنا اور بچوں کو لکھنؤ میں رکھنا تاکہ ان کی تعلیم و تربیت ٹھیک سے ہو سکے۔ میں پانچ بھائی ہوں، میرا نمبر چوتھا ہے۔ مجھ سے تین بڑے بھائی گویا بچوں ہی جب میرے پڑھنے کے دن آئے تو نجانے کیوں باہم نے مجھے مذہبی بنانا چاہا اور میں شاہان ہند کی مشہور دینی مدرسے سلطان مدارس میں داخل کر دیا گیا۔ خیر میں وہاں مولوی تو نہیں بنا مگر فارسی اور عربی کے کئی امتحانات لکھنؤ اور الہ آباد یونیورسٹیوں سے پاس کیے لکھنؤ یونیورسٹی سے دبیر اور ادیب کے امتحان اور مولوی الہ آباد یونیورسٹی سے منشی، منشی عالم اور فاضل کے امتحانات میں نے پاس کیے تھے اس کے بعد انگریزی کی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ میٹرک، انٹر، بی اے، ایم اے اور شاعری کا جنون سر پر سوار ہو گیا اور تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ شاعری کیا ہے بس کی تک بندی تھی تو کوئی بڑی عمر میں میں نے پہلی غزل کہی۔

میں نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہاں شاعری ایک مقدس چیز تھی۔ میرے گھر نے میں سانس لینے کی وجہ سے ایک تو میر انیس کے مرثیے برابر سنے کو ملتے تھے۔ امام حسینؑ اور ان کے رفقا شاعر نہیں تھے کبھی کبھار فارسی میں کچھ کہہ کر پڑھتے تھے لیکن ان کے نواسوں کا ذوق بہت اعلیٰ تھا اس وجہ سے گھر میں اردو اور فارسی کے تمام اساتذہ کے دواوین موجود تھے۔ مجھے بچپن میں ہی مطالعے کا شوق ہو گیا تھا اور میں وقت جتنا پڑھتا تھا اس کا بہت کم حصہ سمجھ میں آتا تھا لیکن مطالعے کی عادت ہو گئی جو اب کام آ رہی ہے۔ میرے بہت بڑے بھائی شاعر تھے۔ بڑے بھائی سید ظفر حسین رضوی اور منجھلے مجروح تھے تیسرے بھائی سید قمر حسین رضوی اور سب سے چھوٹا میں تھا۔ بڑے بھائی سید ظفر حسین رضوی اور منجھلے مجروح تھے تیسرے بھائی سید قمر حسین رضوی اور سب سے چھوٹا میں تھا۔ یہ خوش فکر بھی تھے اور خوش گلو بھی۔ بھائی صاحبان جب محفلوں میں جب گھر کے اور باہر کے کلام سناتے تو میں بھی بڑے خوش ہوتا۔ [illegible] اور [illegible] سنتا لیکن جب کبھی بھائی [illegible] تو [illegible] کہ [illegible] کہ [illegible] کہ [illegible] گھر میں [illegible]

[illegible] مجھے اس بات سے بہت تکلیف ہوتی ہے کہ [illegible] کیا میں [illegible] ہوں
[illegible] کہ [illegible] مجھے سمجھتے ہیں [illegible] ہے [illegible] ان کے دھوکے میں [illegible] ہے
[illegible] کے متعلق [illegible] ایک دن [illegible] جائیں گے۔ بھی [illegible] ساتھ [illegible] ہمارے [illegible] دے [illegible]
ایسا کیوں ہوتا ہے [illegible] جب میں نے شاعری [illegible] شاعری [illegible] کی شاعری اور
سیاست کا توازن ساتھ ساتھ [illegible] ہے سیاست میں [illegible] میں [illegible] سیاست [illegible]
حلقوں میں [illegible] کسی کو سیاست سے کبھی کوئی [illegible] نہیں [illegible] اس بات پر بہت [illegible]
کوئی فرد فرقہ پرست سیاست سے [illegible] نہیں [illegible] اس کا حامی۔

[illegible] کریمی عمر تک [illegible] ۶۵ برس سے [illegible] کریمی [illegible] کے [illegible] ہو چکے ہیں
اردو کا دیوں [illegible] کاوش کے [illegible] ہوئے [illegible] بھی [illegible] جیسے [illegible] ہیں [illegible]
ہے۔ میری [illegible] ہیں [illegible] کی بہت [illegible] میں۔ میری [illegible] شاعری [illegible] کی بہت [illegible] ہے
ہی کامیاب فنکارہ ہیں۔ میرے [illegible] بہت بڑا [illegible] ہے۔ یہی بچے [illegible] ترکی میں رہتے ہیں میں
اپنی بچی کھچی عمر [illegible] کے [illegible] صبح، مغرب گزارتا ہوں اور گاؤں کی [illegible] کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی
شاعری سے [illegible] ہوں [illegible] ہیں کم [illegible] زیادہ لکھتا ہوں۔ ایک بڑا [illegible] لکھنے کا [illegible]
[illegible] بھی [illegible] ہوں [illegible] زندگی نے [illegible] ساتھ [illegible] شاید وہ ایک مکمل ہو سکے۔ اس کے بعد موت [illegible]
لیکن میں [illegible] نہیں۔

انتخاب کلام

اک تم ہو کہ تم کو [illegible] شباب و [illegible] سے — کب ہم کہ ہمیں [illegible] ہوئے [illegible] ہوئے

[illegible] کے [illegible] سے [illegible] کی نگاہ — [illegible] کی خوشی [illegible] سکرانا [illegible] سو سکل گئے

[illegible] کے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] [illegible] کریم [illegible] کے [illegible] ہو [illegible]

[illegible] ہو [illegible] گلستاں کا [illegible] ہونا — ہائے اس پھول کا [illegible] ہی پریشاں ہونا

[illegible] دوست [illegible] سے [illegible] کے [illegible] خوش [illegible] میں — کہیں ایسے میں [illegible] غم بھی [illegible] ہوتا

[illegible] ہو [illegible] ہیں [illegible] اک [illegible] کھیتے کھیتے — تنگ آ گیا ہوں یارب میں سانس لیتے لیتے

[illegible] کہ [illegible] ہی [illegible] [illegible] سنانے میں — [illegible] کر کبھی آئے گا اس فسانے میں

اسی میں عشق کی قسمت بدل بھی سکتی ہے
جو وقت بیت گیا مجھ کو کرنا نے میں

یہ کہکے ٹوٹ پڑا شاخ گل سے آخری پھول
اب اور دیر ہے کتنی بہار آنے میں

سرخرو وہ ہے بدنام جفا بھی نہ ہوئی
دل کس انداز سے توڑا کہ صدا بھی نہ ہوئی

تمنا یوس نہ ہو اپنے خدا سے کوئی
یہ ہاتھ اٹھے رہ گئے اور لب سے دعا بھی نہ ہوئی

سنا کرو مری جاں ان سے اُن سے افسانے
شب اجنبی میں یہاں کس کو کون پہچانے

جہاں سے چاہو جدا گذر رہا تو نئے دام
میں میری چاہ کے چھوٹے ہوئے یہ ویرانے

جہاں سے آئے ہو میر سلام کہدینا
مجھے تو آج طلب کر رہے ہے صحرا نے

جہاں سے پچھلے پہر کوئی قافلہ نکلا
وہیں پہ ٹوٹے ہیں یہ دل نے آج یہ جانے

تمہیں نے دل کو وہ سمجھا نہیں ہے
کوئی ارماں نہ جو ایسا نہیں ہے

مرے سینے میں یہ درد بھر تو
کیسے ہو جو یہ اٹھتا نہیں ہے

مری باہوں سے آگے جا رہی ہو
مگر آگے کوئی دنیا نہیں ہے

وہ تیغ اب گئی جس سے ہوا ہے قتل میرا
کسی کے ہاتھ کا اس پر نشاں نہیں ملتا

کھڑا ہوں کب سے میں چوراہے ایک جنگل میں
تمہارے چہرے کا کچھ بھی یہاں نہیں ملتا

جو اک خدا نہیں ملتا تو کیا ستم یہ ہے
مجھے خود اپنے قدم کا نشاں نہیں ملتا

کئی تارہا تھا تھوکریں رستے میں ساتھ ساتھ
منزل یہ ڈھونڈھتا ہوں کہ کب ہوگیا کوئی

سجدے سے تیرے در کے بیکار ہو گئے
اس گھر میں جو مجھ سے قضا ہو گیا کوئی

دیوانہ پوچھتا ہے یہ لہروں سے بار بار
کچھ بستیاں یہاں تھیں بتاؤ کدھر گئیں

یاد بھی ان کو کچھ بھی دیا چپ بھی ہو رہے
اک مختصر سی رات میں صدیاں گذر گئیں

ہیں ۔ ٹوٹنے کا کوئی غم نہیں ہے مجھے
غم ہے تو یہ کہ چوڑیاں کیوں بکھر گئیں

جو وہ مرے نہ رہے میں بھی کب کسی کا رہا
کچھ اس سے سلیقہ رہا نہ گی کا رہا

زمیں نے بوجھ اٹھایا نہ جانے کس کس کا
یہ جو نقش قدم ہے کسی کسی کا رہا

یہ حقیقت ہے مگر کہنے کی نہیں
میر فقیر ترا آسماں تو نہیں

آنا سرگرم ہیں کچھ لڑنے بہت
رہتے ہیں کوئی کار دل تو نہیں

رکھ خوبی کی بنیاد یہ دیکھ کر — اس زمیں پر کوئی آسماں تو نہیں

کوئی جب سے شریکِ گماں ہے — مرے قدموں کے نیچے آسماں ہے
ہماری آرزو کا امتحاں ہے — ہنوز دیکھیں کہاں تک آسماں ہے
آج سوچا تو آنسو بھر آئے — مدتیں ہو گئیں مسکرائے
ہر قدم پر ادھر مڑ کے دیکھا — اس کی محفل سے ہم اٹھ تو آئے
رہ گیا درد بن کے سراپا — درد دل میں چھپائے چھپائے
دل کی نازک رگیں ٹوٹتی ہیں — یاد اتنا بھی کوئی نہ آئے

مدتیں ڈھونڈتا تھا ان کو جو اپنی گھر گھر میں — جو گھر میں بیٹھ رہے اور روشنی کر لی
بنے گا جو بھی ہو بنجا دیکھا جائے گا — خدا تراش لیا اور بندگی کر لی

اب پھر اک خبر تیرے شہر میں — پھر ہنیں گی مسجدیں بنے تیرے شہر میں
آج پھر دُھواں ہے تیرے گھر کی بام و در پہ — آج پھر دُھواں ہے تیرے شہر میں
سنسی سڑکوں پر بھٹک کے دیکھ جب تی ہے رات — رینگتی ہے سرطرف ویرانی تیرے شہر میں

دور تک چھائے تھے شام سائے — ہم سرِ آنگن سے دھوپ ڈھلے
ایسے لمحے بھی عشق میں آئے — حسن سے ہم نے کھائے
حاصلِ زندگی ہے اک وہ رات — چاند باہوں میں جب پگھل جائے
پتھر کے خدا وہاں بھی پائے — مرچ تم سے آج ٹوٹ گئے
دیواریں تو ہر طرف کھڑی ہیں — کیا ہو گئے مہربان سائے
جنگل کی ہوائیں آ رہی ہیں — کاغذ کا یہ شہر اڑ نہ جائے

وہ بھی سرِ آئینہ مجھے — میں بھی بے تیرے کے بعد
عالمِ خلق میں خستہ و رسوا سا مجھے — یہی سوال ہے کہ دورِ بن کے بعد
اس کی خواہشوں کی یوں تب ہیں — دوڑ میں بھی جا رہے دوڑ گھر کے بعد
ہونٹوں کو سی کے دیکھیے یہ آپ — سکے نے جب کھٹکھٹائے کر کھلے
سوچ کیا یہ شہرِ ستمگر کے ہو سکے — جو سر کھلے سکے تھے وہ سر ہو گئے

... ہے آپ کا آزار کس کی تھی — دیکھا جو ہم نے مڑ کے تو پتھر کے بن گئے
... کا خواب دل کسے پھر سر کھل — مڑ کے ہی میں پرکھوں کی چادر کے بن گئے
... ہنستے تھے فرشتے سو دیکھا نہیں — پھر قریب گنبد بے در کے ہو گئے

... دل درد جدائی نہیں جاتی — وہ آئے ہیں اور آنکھ لگائی نہیں جاتی

... تو کھلیں راستہ تو چلے — میں گر تھک گیا فاصلہ تو چلے
... کیسے اٹھاؤں گا — آپ اینٹوں کی حرمت بچا تو چلے
... کھولو زمیں کی نہیں — میں جب دفن ہوں کچھ پتہ تو چلے

... قت میں چوہوں تک — کر مر جاؤں کسی دن کی یاد آؤں گے
... لگتی ہے چرواہوں کو — بھی میں یونہی دور کی چیزیں دکھاؤں گے
... کی طلب جس کو کھل دیتی ہے — ... بھی ہوئی میں آؤں گے

... کے ہر ٹکڑے میں کیا کیا — سناٹے زیر قدم رات آئے ہیں کیا کیا
... سکے — فاصلے سے پیام آئے ہیں کیا کیا
... بہت اس آدمی کا گھنا بادل — وہیں سے دھوپ نے توڑے ہیں کیا کیا

ہاتھ آکر لگا گیا کوئی — میرا چھپر اٹھا گیا کوئی
لگ گیا اک مشین میں بھی — شہر میں مے کے آ گیا کوئی
میں کھڑا تھا کہ بیٹے پر میری — اشتہار اک لگا گیا کوئی

... رہا ہے جلے پر دھواں نہ ہو — ... کے بعد کوئی ملتوں نہ ہو
... سے بھی بگڑ کے بیٹھ گیا — ... نہیں تو کوئی ... نہ ہو
... گستاخوں کو بہکائے — ... تھے کچھ ... مستی میں خرچ
تری نظر سے بہت کچھ نہاں ہیں ذہن میں — ... کرے اسے ... کی پرکھ بھی ... ہے

نیا حسن

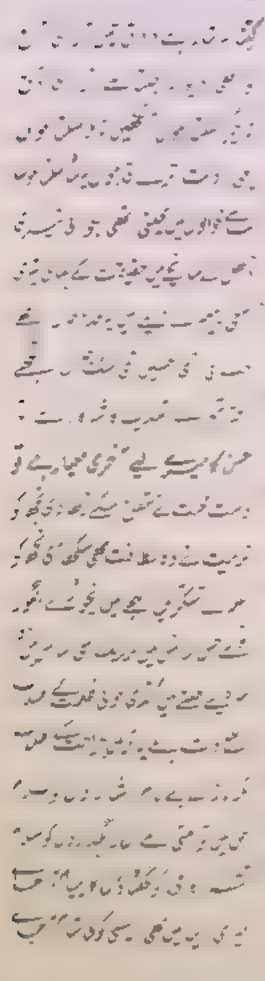

○

کبھی جنوں بھی صف افشار سا ہے
جہاں کو اپنی تباہی کا انتظار سا ہے

[illegible] یہ ضعف
رقص سے نقطے میں حلقوں [illegible] سا ہے

ہیں کس کے پنجۂ مژگاں کی چاک دامانی
کہ آج دامنِ یزداں بھی تار تار سا ہے

سجا سنوار کے جس کو ہزار ناز کیے
کسی پہ خالقِ کونین مہرباں سا ہے

تمام جسم ہے بیدار فکرِ فردا میں
ہر ایک پچھلے زمانے سے ہوشیار سا ہے

سب اپنے پاؤں پہ رکھ رکھ کے پاؤں چلتے ہیں
خود اپنے دوش پہ ہر آدمی سوار سا ہے

جسے پکاریے مڑ کے اک کھنڈر سے جواب
جسے بھی دیکھیے ماضی کا شاہکار سا ہے

ہوئی تو کیسے بیاباں میں آنکھ سی ہوئی
کہ ہر شجر ہمیں اک مرغزار سا ہے

کوئی تو سود چکائے کوئی تو زر دے دے
اُس انقلاب پہ جو آج تک اُدھار سا ہے

○

○

جب بھی چومی ہے تری نرم حسیں آنکھوں کو
سو چراغ اندھیرے میں جھلملانے لگتے ہیں
پھول کیا شگوفے کیا چاند کیا ستارے کیا
سب رقیب قدموں پر سر جھکانے لگتے ہیں
رقص کرنے لگتی ہیں مورتیں جنت کی
مدتوں کے لب بستہ غار گانے لگتے ہیں
پھول کھلنے لگتے ہیں اجڑے اجڑے گلشن میں
پیاسی پیاسی دھرتی پر برکھا برسنے لگتی ہے
ملگجے سے چہرے پر نور پھوٹ پڑتا ہے
مجھ بھرے سب خنجر مسکرانے لگتے ہیں

○

مجروح سلطانپوری

مجروح سلطانپوری (پ ۱۹۱۵ء)

عکس تحریر

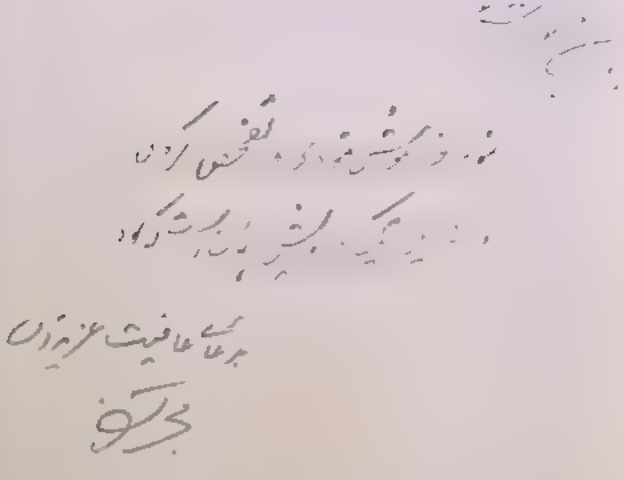

مجروح سلطانپوری

● ولادت پیدائش: ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۷ء تک کے کسی ماہ میں ● تعلیم: عربی فارسی اور انگریزی ● ملازمت [illegible] سال ۱۹۴۵ء ● ۱۹۴۵ء سے ذریعۂ معاش: فلموں میں نغمہ نگاری ● میر مجموعہ کلام: غزل [illegible] ۱۹۴۹ء میں نئے سے نغمات "بزداحد جاں" نے ۱۲ ۴۶ - بی۔ گریڈ۔ فیڈرل بی پریا کرتی ۸ سے شائع کیا ہے ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۶ء تک۔ ۶۶ سال ہی ہے آئندہ بھی یہی رہے گا۔

ہیں ایک زمین دار ماکسان کا اکیلا مٹا ہوں۔ میرا نام اسرار حسین خاں اور تخلص مجروح سلطانپوری ہے۔ [illegible] میرے والد فارسی کے [illegible] اور عربی ہی میں طب یونانی کی سند حکیم اجمل خاں سے لی تھی۔ [illegible] پریکٹس کرنے کے ارادے سے وطن سلطانپور میں جہاں شہ شاہی کا دوسرے [illegible] تھا خود بھی ایک شاعر کی حیثیت سے ہی یہاں ماحول میں قدم رکھا [illegible] گیا یعنی چھوٹی اور شاعری خصوصاً کی [illegible] حصے لکھنے لگا۔ [illegible] لکھنے لگا یعنی [illegible] گزرا نہیں [illegible] ۱۹۴۰ء [illegible] ۱۹۴۰ء [illegible] ۱۹۴۰ء

[illegible] ۱۹۴۵ء [illegible] ۱۹۴۶ء [illegible] ۱۹۴۷ء [illegible]

دیکھ زنداں سے پرے رنگِ چمن جوشِ بہار ۔۔۔ رقص کرنا ہے تو پھر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ

قمری سرو کی ہمسائے کی طرح ۔۔۔ شمعی سے ہمکنار کی طرح

سایۂ ابر میں چلتے ہوئے راہ رفتگاں ۔۔۔ بے خفتش پا کسی دیوار کی طرح

ساتھ ہر پل رہے کچھ جلتے ہوئے چراغ ۔۔۔ جہاں تک یہ سفر کی سیاہ رات چلے

تب فلک زور جہاں سے پکار کے کوئی مجھے ۔۔۔ میں فراز سے کہوں کہاں کا ارادہ ہو

سر پہ ہو سائے فلک چلنے کو جی چاہتا ہے ۔۔۔ اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

فراز کی روایت کے علی رغم سو کو منزل کے سوا رفیقِ سفر کہتے ہوئے یہ شعر

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں وہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے ۔۔۔ تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ کر چراغ راہ میں جل گئے

تو خدا ہے نہ میرا عشق فرشتوں جیسا ۔۔۔ دونوں انسان ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

قربتیں لاکھ سہی حسن کی دل میں لیکن ۔۔۔ دوری یار کا احساس مگر کم تو نہ تھا

ہم کہ مستانہ جیا کرتے ہیں خلوت میں فراز ۔۔۔ تو کہ گھر کو آگ لگا کے ہمارے ساتھ چلے

اپنے بارے میں کچھ قابل ذکر شعر اور بھی کہے ہیں مگر یہ قطعہ اشعار وہ ہیں جو مجھے ہمارے دور دنیا میں زبان زد ہیں۔

فراز جیسے کئی شعرا جن میں سے کسی نے جانے کیا کہہ دیا کے تفصیل کی جگہ نہیں ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میری خواہش کے باوجود ڈیشن انجمن ترقی اردو نے ۱۹۹۵ء میں شائع کیا تھا مگر یہ میری بدقسمتی کی علطی ہے۔ در اصل پہلا ڈیشن نومبر ۱۹۵۰ء میں کیونیں سے انجمن ترقی اردو نے شائع کیا تھا اس کے بعد اس انجمن نے اور بھی کئی ڈیشن شائع کیے پھر کسی کتاب اور رسالے کی کاروبار یک ڈیشن شائع کیا ہے ۱۹۷۰ء میں خود میں سے ۱۹۹۶ء میں مسلسل بک ڈپو حیدرآباد سے شائع کیا۔ اس پورے عرصے میں نیا کلام بھی نئے ڈیشنوں میں شامل ہوتا رہا۔ اور بہت سا پرانا کلام بھی ہوتا رہا۔ اس لیے کہ کی تخصیص تقریباً ہمیشہ ہی رہی اور چوں کہ اندراج میں کوئی قابل ذکر موضوعاتی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اس ڈیشن میں کتابیات کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اس کے ایک صاحب کی اطلاع کے مطابق ہے تو لطیفہ سے کم نہیں کہ ایک کتاب سات بیٹے کاندھا بورڈ کی قبر تک ہے میں لکھی کہ کبھی شائع ہی نہیں ہوئی کیونکہ اس کو وہی پرانی کتاب "عرض کیا گیا" مگر جو کہ یہ بورڈ وغیرہ کتابوں کی طرح میں کتابیات رکھتے ہیں اور اس کی نظر میں کسی نہ کسی سلسلے میں ملک سے باہر گئے سو بھی تک حاصل بیت رکھتے ہیں اس لیے یہ اطلاع مجھے ملی نہ ہو گا۔ مجھے دو تین بار ۱۹۰۰ء کی دہائی پر رہا ہے، ۱۹۰۰ء میں بدل ہے عالب انسٹیٹیوٹ پر رہا ہے سے دو ایک ہو چکا ہے۔ اور دو تین ماہ قبل لکھنؤ پر ہوئی ہے تو ان کی عدالت کے خاتمے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

انتخاب کلام :

[illegible]

دیپ کی لے سے کاجل بن گیا ہے
غمِ حیات نے آوارہ کر دیا ورنہ
یہ تیرگی کا سیاہ زلف یہ رات
زندگی کی قدیم سیکھی شکستہ فال تم
سوچتے ہیں جلائیں گے کچھ سماں سے ہم
سیاہیں شب وقت کی ہم سے مت پوچھ
بڑھا تھی مے تو محبت سے آج ساقی نے
اس طرح سے کچھ رات کو ڈوبتے ہیں ستارے

نہ ٹٹ سکیں گی یہ تنہائیاں مگر کب تک
کس کس کو بتائیں گے تنہا ہیں جو ہم
اللہ رے وہ عالمِ رخصت کہ ہیں تنگ
قدم کو تیز جنوں سے وہ دے رہے ہیں
دگا ہیں ہمسفروں کو بھی ہم پہ شوق
دیارِ غیر میں رستہ بتا کے وہ بھی
ستم کہ تیغ ستم دیا اے تو نے
گلوں سے بھی نہ ہوا جو ہم کا پتہ دیتے
حصار کے ذکر پہ تم کیوں سنبھل کے بیٹھ گئے
ہماری تھی مستی میں مہ سے بھی روشن
ہر میں کعبہ ہر میں بت خانہ ہیں کائنات
کچھ بتا تو ہی نشیمن کا پتہ
دل سادہ رکھا سو یاد ہیں
کہیں ملاقاتوں میں گھر کرنے تو فرض دوست رہ
ترے خیال کو دل سے جو کوئی بھلا

دیپ کی لے سے کاجل بن گیا ہے
غمِ حیات نے آوارہ کر دیا ورنہ
کہ دو تو آج روک دوں فرہ کو میں
دل آہیں بھی تجھے قل تھے کہ
تجھے کو کھو کے رہے
کسی کو یاد جو کیجے تو یاد آ نہ سکے
یہ کہ ہے
جیسے وہ ترا دل یا دیکھ ہے

تو بھی ہو تو طبیعت ذرا بہل جائے
آگیا تو گیا ہوں جھکا کر نظر کو میں
جو خار راہ کو بھی شمع رہگذار کرے
نہ جانے کب ہو کوئی انتظار کرنے
کسے بسد نے
ع
صبا اڑاتی پھری خاک آشیانے کی
تمہاری بات نہیں بات ہے زمانے کی
اب بھی کوئی
ہو سکے
بتا تو ہی نشیمن کا پتہ
میں تو اے بادِ صبا ہو گیا
کہیں
ترے خیال کو دل سے جو کوئی بھلا

کبھی حالِ دل سے جو ہم ہوں دستکش ——— تری آرزو نے مسیحا کہا ہمیں
دکھا دے اسے پرسشِ رنگ میں خوش بہار ——— قفس کر بے تو پھر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ
ذرے کے موج تلاطم سے ہر سینوں کو ——— ہی تو ہیں جو ڈوبا کیے مصطفیٰ کو
تشنہ ہو تی گئی ہے بقدرِ تپش ——— بہ عالمِ ترک چوڑا جو آستینوں کو
جمالِ صبح دیا، روئے نو بہار دیا ——— ہی نگاہ بھی دیتا حدِ نہ سہار کو
دوستو ہیں فیضِ صحبت کی دو دیا ——— چراغ راہ کیے خوں جگر حسینوں کو

[illegible] ——— غزہ بھی ہے، وہ صبح کا بھی بھی
تنہا بھی اجالا بھی میں ہی اپنی محفل کا ——— میں ہی ہی شمع کا رہ بھی رہی بھی
[illegible] ——— خیالِ صبح سے ہم آستیں بھگو دیتے
[illegible] ——— ہم ایک بار تری آرزو بھی کھو دیتے
بچا لیا مجھے طوفاں کی موج نے ورنہ ——— کنارے دے سفینہ ڈبو دیتے

ہم تو پائے جاناں پر گر بھی آئے اک سجدہ ——— سو جیتے ہے دنیا کفر ہے کہ ایماں ہے
[illegible] ——— اس لب تبسم پر شمع سی فروزاں ہے
[illegible] ——— وہ نگاہیں جس کو اب تک رہیگا بھی ہیں
[illegible] ——— ہیں سیہ کاری میں محو بس مستانہ ہم

[illegible] ——— دیکھ تو یہاں قافلہ ہم سفر سا ہے
کام آئے بہت لوگ سرِ مقتلِ ظلمات ——— ہے روشنی کو جو یہ راہ کہاں ہے
[illegible] ——— یہ موسمِ کوئی ہے گریہ مژگاں ہے
[illegible] ——— کبھی کے چراغ بجھا دیے کبھی اک چراغ جلا دیا
گھبرا ہے تشنگی کا مل تو بہلنے بھی نہ لگے ——— جگر ہے تشنگی کا مل تو بہلنے بھی نہ لگے
[illegible] ——— ہر سمت دم و پڑی ہے مہ بہاروں تو کھلا
[illegible] ——— قتل گر بھی ہے تم محفلِ یاراں سمجھے
ترے سوا بھی کہیں تھی پناہ بھول گئے ——— کسی کے ہم تری محفل سے راہ بھول گئے

ترے بیکس تک نہ پہنچا تھی ساقی
سہارا گر نہ دیتا تو بھی تو کیا کرتے

ہوس کا حوصلہ کوئی سکون کا حوصلہ؟
ہوس کی محفل میں نہ کرتے تو کیا کرتے

خوشی ہی ہو رہی تھی دیکھ کر شیشوں کو
خوشی تھی گر یہ ساتھ ہی تھے کرتے

شراب بند ہے مہ خانہ بند ہے لیکن
اپنا لہو بھی سرخی شراب ہی سے ہے

مہر ہوئے طرح طرح جوش کے ساتھ
ہی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

تھوکے ہوئے ہیں سیم بہار کے
خوش بس ہے قفس بھی اسی بانکپن کے ساتھ

ہو دل نہ خون کرکے گلوں میں بکھیرتے
قدر گیسوئے اپنا سلسلہ روزگار ہے

ہیں پیچ در پیچ فصل گل تجھ سے
ہے تیری زلفوں کی گلکاری یہ بہار ہے

تجھے ہیں ہوگئیں نہ لیں وہ ہوتے ہی ہوگئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا کہ چراغ راہ میں جل گئے

وہ کوئے میرے سوال پر کر تھے سکے نہ جھکا کے سر
اڑی زلف چہرے پہ اس طرح کہ شعور کے بل نکل گئے

وہی بات جو وہ کہہ سکتے مرے منہ میں آگئی
وہی لب پہ میں تھے چھو سکا قدح شراب ڈھل گئے

وہی تم سب وہی ہیں وہی نگہ وہی تیں
ہوا زمانہ بھی ہے مہرباں کہ بہانے طور بدل گئے

تجھے چشم مست پتہ بھی ہے کہ شباب گرمی بزم ہے
مرے کار گئیں خوش ہی کاوشیں ہی گر نہیں

آہیں شعور ہوں ہے کہ حسن چمن میں ہے
نالہ ہے کہ حسینوں کی انجمن میں ہے

تو لے بہار گریزاں کسی چمن میں ہے
مرے جنوں کی مہک تیرے پیرہن میں ہے

نہ ہم قفس میں رہے کے مثل برگ خزاں
نہ ہم مثال صبا حلقۂ رسن میں ہے

کھلے جو ہم تو کسی شوخ کی نظر میں کھلے
ہوئے گرہ تو کسی زلف کی شکن میں ہے

سر شک رنگ نہ بخشے تو کیوں ہو بار مژہ
ہو صاحبیں نہ تو کیوں مدعا دہن میں ہے

مجھے ہیں کسی اسلوب شاعری کی تلاش
تری نگاہ کا جادو مرے سخن میں ہے

جو صورتیں ہر میں بدلی نہ ہم سے وضع حرام
تری نگاہ ہمارے ہی بانکپن میں ہے

یہ خلد ہے یہ مٹھی میں جذب سیل نسیم
یہ صدف ہے بحر تپاں گوشۂ کہن میں ہے

زندگی ہماری تجھ سے ہے ہم کو ہے تجھ سے روشنی
ہم تجھی کی طرح جلتے ہی رہیں گے ہم سے

اس کو بھی آواز دے اس کا بھی نام لے کہیں
دل پہ جو ہو کر گئی ہیں تیری نظر ستم کہیں
وہ شہ خوباں کہ تھے یوسف ثانی جس کے غلام
زندگی کو دیں کہیں اور ہمیں کو غم کہیں
تیرے ہی در پہ آ کے ہم سر کو جھکا سکے صنم
سر جھکا ہے جو بھی اب ارباب میخانہ کہیں
تشنگی نے تشنگی سے کس کو ہے مسکرا دیا
ساقیا سب کو دیکھ کر تو بھی کبھی ہمیں کہیں
یادگار ہے وہ دل کی سب سے حزیں مسئلہ ہے
شاعروں میں ہم کہیں ناصح دیں کہیں

ہے یہ زمانہ تجھ سے بھی تجھ کو ہے تجھ سے واسطہ
تیری ہی روشنی سے ہے تیرا چراغ جلتا کہیں
تیرے ہی دم سے ہے یہ بھی کوئے ستم کہیں
کہہ غزل ایسی جسے سن کے وہ خود کہیں

ہم ہیں متاع کوچہ و بازار کی طرح
اٹھتی ہے ہر نگاہ خریدار کی طرح
اس کوچۂ نشہ میں بہت ہے کہ ایک دام
بکتا گیا ہے دولت بیدار کی طرح
وہ تو کہیں ہے در بدر و کوبکو مگر
پھرتی ہے کوئی تیغ نگہ یار کی طرح
سیدھی ہے راہ شوق پر یونہی کہیں کہیں
تم ہو گئی ہے گیسوئے دلدار کی طرح
بے تابیٔ لحد ہے وہی اضطراب ہے
یہ تشنگی بھی ہے لب و رخسار کی طرح
اب تک کچھ کھلا ہے نہ کچھ کھل سکا ہے حال
زخم جگر ہوئے ہیں لب یار کی طرح
ہم بھی کھڑے ہوئے ہیں گنہگار کی طرح
مجرم ہمیں سے ہیں وہ جو عدالت کے سامنے

گو رات ہے ابھی صبح کی بو تو نہیں ہے
سورج ہے آسمان کا آنسو تو نہیں ہے
کچھ زخم ہی کھلے ہیں کچھ گل ہی کھلا کیا
ہر حادثہ بہار کا پرتو نہیں ہے
چاہے وہ کسی کا ہو ہے من گل پر
صیاد یہ گل رات کی شبنم تو نہیں ہے
آئی بھی نہیں جذبۂ غم کب تھی گویا
یہ دوست ہیں ترے کہ کرم تو نہیں ہے

سکارگہ دہر میں لگتا ہے بہت دل
صحرا میں بگولا بھی ہے مجروح جب بھی

اے دوست کہیں یہ بھی ترا غم تو نہیں ہے
ہم سا کوئی آوارۂ عالم تو نہیں ہے

جلتا مشعل جاں سا جو خوں صفات چلے
جو گھر کو آگ لگائے ہمارے سات چلے

دیار شب نہیں، منزل سحر بھی نہیں
عجب نگر ہے یہاں دن چلے نہ رات چلے

ہوا سیہ کوئی ہمنوا تو دور تلک!
بہا سبِ طرزِ نوا ہم بھی ساتھ سات چلے

ہمارے لب نہ سہی وہ دہان زخم سہی!
وہیں پہنچتی ہے یارو کہیں سے بات چلے

ستون دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

بجا ہی نالۂ غم سے یہ لب کبھی نغمہ زن
اگرچہ لٹتے ہوئے رہزنوں کے ہات چلے

پھر آج قصۂ دار و رسن سرِ بازار
ہمارے نام لکھوں کے عاشقوں سے چلے

قطار شیشہ بدکار و جام بے پندار
خرام جام ہے یا جیسے کائنات چلے

بلا ہی بیٹھے جب اہل حرم تو بے تنخواہ
بغل میں ہم بھی لیے اک صنم کی بات چلے

سو نے مقتل کو چلے سینہ چپر ہوتے ہیں
پل دو پل جام بہ کف سر بہ کفن ہوتے ہیں

آگہی فصل خزاں کچھ تو کرو دیوانو
برسر دار کی طرف سینہ فگن ہوتے ہیں

اس کو دیکھا ہیں کرنے کہ یہی کوچہ و راہ
تاج گل توق رعنائے زمن ہوتے ہیں

صدا ہیں نوا نیستی ہے ان آنکھوں کا
جن سے ہم ہستی کے انداز سخن ہوتے ہیں

ہو تھوڑی تو وفا چلتے ہیں جب تک ہمراہ
یوں بھی ہم راہ گزر کہاں سوئے وطن ہوتے ہیں

لٹ گئے قافلہ حسن جنوں بھی شاید
لوگ ہاتھوں میں لیے تار رسن آتے ہیں

روک سکتا ہیں زندان بلا کب فیض
ہم تو دیوار ہیں دیوار سے چن جاتے ہیں

ہر جنوں کیا سکھلائے ہے حسن پریشاں دیدہ
جاک کیے ہیں ہمارے عنوان گریباں سے زیادہ

جاک ہوا جاتا ہے دامن صبح تو اے ناصح
اک ٹوٹا ہوا تار ہے تو کو رہنے شوق ہمارا سے زیادہ

عہد وفا یاروں سے تھے میں نے جو کیے
جب میں نہ رہا تم سے تو ہے کس کا گلہ پھر

ہر بھی ہمیشہ قتل ہوئے اور ہمارے بھی کچھ دور سے میں
یہ کچھ تو ہوا اپنے لہو کا بھی صلہ پھر

جا تم کو دیے اپنی خطا سارے ہیں تم نے کی کہ ہو
ظرف وہ سوداے محبت ہے بڑا سا ہوتے زیادہ

کچھ تھیں رفاقتیں کی کیے چھوڑتے ہیں ہوا سے
ہمرے سبھی زخم کو ہے یاد وفا کا ساتھ زیادہ

زخم دو ہی دیکھی ترے تو تجھ سے مکر نہ
کچھ کچھ کچھ رہتے ہیں ہر زخم سے زیادہ

○

جس نے مفصل غلط اور کیے کیے
بس کہ مکوت کا خط سے ہے

اسیہ مرزا نہ ہوں صاحب جان جس
من خط سے گلوں کو مست ہے

ہے کہ تھی تمنا کہ وہ رفتہ تھا فل راز
کیا ملے تو وہ فقط وہ کیے

لے کھنچی ہوں نہ کچھ ہے دل ہوں کی حرف
حرب کا کل وہ آو ہے ادا کیے

یہ کوشے یار یہ زندان یہ فوشیں مجاز
ہیں ہم اہل تمنا کے عشق پا کیے

وہ یک بات ہے کیے طرح تحیت ط
کہ بخش بدن و تعدد حا کیے

وہ یک حرف ہے کیے اے کتب زخ
کہ شکوہ رس و سدش ہ کیے

ہے نہ کچھ تو کیوں دیکھے سمرقند
کٹے رہاں تو کیوں حرف نا و کیے

پکارے کف قاتل وہ اب ہاں
بڑھے ہو ہاں ہم گرہ کشا کیے

وہ جو سنگ و کیے لے الرر
گ جو زخم ہیں ہے قبا کیے

ہاں کہ کا یہ دل کی خسرو ہے
وہ تو جسے کرہ کیے ہے

○

ہاں کوچہ دیدار گل رت کہ سنگ نے
ہتے اب کہ یہ اس نہ ہیں ہے یہ رگ نے

دتے بھتے فرب تک دست ط یار سے
ہیں کو سہ کر ہم تو کارہ ہ ملے نے

ہصومت اہل ہا پنی ہی جا ہو ہر تو ہاں ہیں
ملے نے دھو تو ہی مت ہاں ہے گ نے

کہاں ہیں جن میں رات کوئے ہ وہ ساں کی
ہوے سا ہ رو یلا ہمرے ہ رگ نے

کرہ ہو صبح تک دار و رسن کے ہ کرہے ہمرے
جب اس قامت کے ہیں ہیں نے ہ ٹھک نے

جس باغ میں وہ سنگ تفاں کر رہے ہوئے
جب تک کسی نہ گوہر اول کہا رہے ہوئے

خوں پر وہ تیغ سے کہ کیا کھلے ہیں پھول
انداز لالہ کاری قاتل کہا نہ جائے

یہ خوش نما ہے رنگ ہیں کس کے لہو کے رنگ
کیا گل کہ گئی وہ نخل کہا رہے ہوئے

ماروں کے مقتل اہل تمنا سے تشنہ ہے
اتنوں سا میرا بھی سا اصل کہا رہے ہوئے

میرے ہی سنگ دشت سے تعمیر بام و در
میرے ہی گاہ گاہ تہ تیشہ فاں کہا رہے ہوئے

زنداں نشیں ہے جبت ہوئے ہیں وہ یار سے
بگڑے وہ شور سلسل کہا رہے ہوئے

ہم ہاں عشق میں نہیں حرف گلہ سے کم
وہ حرف شوق جو رہ محض کہا رہے ہوئے

حسن بلاغت ہے تیغ حسن کا نام ہو
مجروح سے تو سائے قاتل کہا نہ جائے

خنجر کی طرح بولے سخن تیز بہت ہے
دشنہ کی ہو سب کے جنوں خیز بہت ہے

ہاں سے تو سے چھڑا ہے بہت یگانہ کی
ہاتھ سے تو ہر شاخ آویز بہت ہے

دگرگوں کی گل کاری دست کا صور کیے
دیوانے کو کب جوش دل تیز بہت ہے

سوز کی طاق پر جو رہتے ہیں وہ جام
رندوں کو بھی جو جام سے پرہیز بہت ہے

مصلوب ہوا کوئی سزاوار قسمت
آواز جرس پچھلے پہر تیز بہت ہے

مجروح سنے کون تری نغمہ نوائی
گفتار عبث شکر آمیز بہت ہے

دامان تہ تنگی ہوں زخموں سے رشک پیرہن
کس قدر مہکی ہے شاخ درد سے شاخ چمن

دشنہ گل مینائے مے تیغ ہوا سارا سخن
سب لٹے لیکن نہ لٹ پائی خراب انجمن

مژدہ اے یاران تشنہ دل سے پھر ٹوٹا لہو
اے شب تار خوش آ بجھ جل اٹھا کہیں

ساز میں یہ خوش نوائی نغمے کس کے ساز کی
اس کی محفل یا جنوں نے نغمہ ہمارے شکن

دیکھیے کب تک رہے خار بیاباں آبلہ
دل جلیں گھنگھور دیجیے خوباں کم سخن

تیغ تو ہے مژدہ تیغ نے اس گل کے تو میں لیے
یہ خبر کس کو کہاں سے نے اڑا اڑا چمن

لے ... ...

وہ تو گیا یہ دیدۂ خوں بار دیکھیے
دامن پہ رنگ پہ من یار دیکھیے

دکھلا کے وہ تو ٹوٹے بھی گیا شوخیِ خرام
اب تک میں رقصِ درد و بہار دیکھیے

اُٹھا کے ہم نے توڑی تھی رنجہ نہ رنگ
تک فضا میں ہے وہی جھنکار دیکھیے

سینے میں چھپ گیا ہے طلوع سحر سے قبل
ب شب وہ کل رخ رفتار دیکھیے

برقِ تپیدہ بادِ صبا شعلہ اور ہم
ہیں کیسے کیسے اس کے گرفتار دیکھیے

پہلے بھی یہ رو تھے پر اس شوخ کے لیکن
یہ چشمِ نم پہ مستیِ رفتار دیکھیے

محرومِ نوح کے لبوں سے یہ حوصلہ نہ ہو سکی
بخشی ہو اس نے دیدۂ بیدار دیکھیے

مسعود حسین خان

مسعود حسین (اپ- ۱۹۱۸ء)

عکسِ تحریر

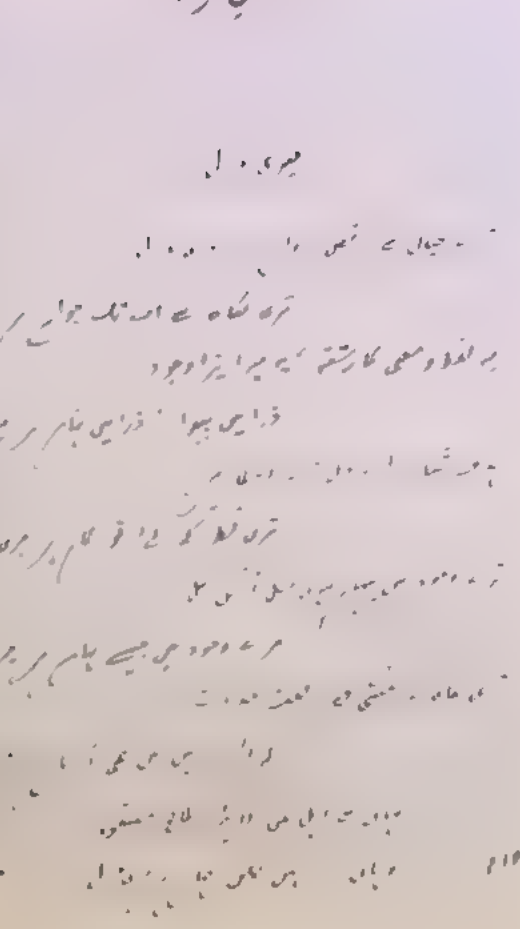

مسعود حسین

یہ خاندان قاضی گنج، ضلع فرخ آباد، یوپی کے ایک آزاد منش زمیندار گھرانے سے ہے۔ وسیع و قطع
دونوں کے مستعمل رہا ہے۔ میرے والد کلب حسین خاں [illegible] آخر [illegible] کے زمانے میں
دیگر اولاد نرینہ کے ساتھ [illegible] کے [illegible] میں [illegible] کے [illegible]
گئے۔ [illegible] میں آباد ہو گئے۔ مگر ٹھاکر کے بجائے ٹھاکر کے [illegible] کے [illegible]
اور [illegible] سے بچوں کی تعلیم قدیم کا پیشہ اختیار کیا۔ [illegible] کی [illegible]
تین نسلوں تک [illegible] کرتی رہا۔ [illegible] میرے [illegible] میں سکونت اختیار کی اور وکالت
کا پیشہ اختیار کیا۔ [illegible] میں کامیاب رہے لیکن [illegible] کی [illegible] میں
انتقال کیا۔ میرے [illegible] کے ساتھ [illegible] [illegible] میں [illegible]
[illegible] کی [illegible] میں [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی
کی [illegible] میں انتقال کیا۔ [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی
کی [illegible] میں [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی [illegible]
[illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

[illegible] ۱۹۵۰ء میں ریڈیو پاکستان کی [illegible] ۱۹۵۲ء میں [illegible] ۱۹۵۵ء تک [illegible] ۱۹۵۷ء میں [illegible] ۱۹۶۲ء میں [illegible] ۱۹۶۵ء تک [illegible] ۱۹۷۳ء سے [illegible] ۱۹۷۸ء میں [illegible] ۱۹۸۰ء میں [illegible] ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۵ء تک [illegible] ۱۹۹۲ء میں [illegible]

میں نے پتہ نہیں کیا یہ [illegible] کتابیں تاریخی تنقید تدوین متن سانحات اور لغات پر ہیں۔ [illegible] کتابیں [illegible] ان میں سے بعض مجموعوں کی متعدد اشاعتیں ہو چکی ہیں۔ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۵۶ء تک [illegible] کے نام سے ہر محرم کا [illegible] طبع ثانی کے طور پر ۱۹۹۶ء میں [illegible] ہو چکا ہے۔ اس میں گیت بھی ہیں نظمیں بھی ہیں اور غزلیں بھی۔ میں اپنی غزلوں سے منتخب شعر ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

انتخاب کلام

[illegible] ۔۔۔ [illegible]

[illegible] ۔۔۔ [illegible]

[illegible] ۔۔۔ [illegible]

[illegible] ۔۔۔ [illegible]

[illegible] ۔۔۔ [illegible]

[illegible] ۔۔۔ [illegible]

تم سے مخاطب ہیں مگر دل دیکھتا ہے کون
ہونٹوں کی تھرتھراہٹ کیا ہے

عقل کہے گی سوچ لے گی مخمصے کی بات
دل کی تھپکی سے کہیں بچھتا نہ کہا ہے

ہم سے تیرا حسن ہے تجھ سے ہماری شاعری
ہے اس کے حسن کا یہ آئینہ دار آئینہ

سب دل ہی انھیں ہم بنا بیٹھے گئے
جب لاکھوں چاہتیں دل میں چھپائیں گئیں

ہر سانس کی آواز پہ ہم چونک پڑے ہیں
شاید کہ اسی راہ سے وہ آئے کہیں بھی

خلش میں اضطراب ہے
خوب سا کچھ نہیں ہے

وہ اپنی قسمت کے بھروسے ہیں
کوئی ہے جو ان کے دل کی سنے

دکھ درد کو جینا ان سے سیکھ لیں
جس کسی نے بھی کسی کی سنی ہے

جس سے ہر لمحہ ہیں یہ کئی کئی چور
دل رکھ بھی دیں تو ہوگا پیوں کی مگر

یہ ترا حسن ہے یا کوئی جب کر
آپ کی شوخی گفتار سے جی ڈرتا ہے

ہم تو سمجھے تھے ہمیں میں ہیں کھویا ہوا
ہونٹ مستوں کو دیکھے ہوئے دل دادہ ہیں

وہ تیرے بھیجے ہوئے لوگوں کی مار سہ سکا
ہزار ربط بڑھائے ہزار بار گئے

میں تیرے ہونٹوں پہ رکھ دوں جو اپنے ہونٹ کبھی
ہوئی وہ بھی ہوئی ہے مجھ سے بھی ہوئی

اک عمر میں بھی ہے عشق ہوا ہے
آپ کو دیکھ کر وہ کون ہے جو

ہے کلام میں کچھ ۔۔۔ ہے کہ ۔۔۔ کا
ناصر زیدی بھی جس کو ۔۔۔ گئے تھی محسوس

بے حجابوں کو ۔۔۔ کر کے ساتھ لے کر
دیار ۔۔۔ جاتے ہوئے ۔۔۔ دیکھ

مستقل ۔۔۔ سر کو ۔۔۔ کے
لے ۔۔۔ ہے

کہتے ہیں ۔۔۔ ہے
کیا ۔۔۔ سوچیں

آج خود ۔۔۔ کیوں
میں نے کہا ۔۔۔ چھپ ۔۔۔ ہے گا

ہو ایک ۔۔۔ کی ۔۔۔ یہ
کس ۔۔۔ سے ۔۔۔ پڑتا

رات کرتے گی شب ۔۔۔ کی
تو ۔۔۔ دیکھے تو ۔۔۔ کو

اس ۔۔۔ ہے ۔۔۔ گزرے گا ۔۔۔
میں اُس سے ۔۔۔ میں ۔۔۔ کر گیا

کیا کیا جتن کئے ۔۔۔ محبت میں ۔۔۔
بازی عشق میں ۔۔۔ ۔۔۔

رات کے ۔۔۔ بھی ۔۔۔ ایک
یہ تھا ۔۔۔ کی ۔۔۔

قتل ہو کر میں ۔۔۔ کس کے
کبھی محفل سے ۔۔۔ کبھی ۔۔۔

عزیز ۔۔۔ تھا کہ ۔۔۔ عزیز
مجھے گماں میں بھی ۔۔۔ رہیں

۔۔۔ بھی ہوتی ۔۔۔
۔۔۔ ہیں ۔۔۔

بے خطا ۔۔۔ خموشی
۔۔۔ ہے

۔۔۔ ہے
۔۔۔ ہے

۔۔۔ ہے
۔۔۔ ہے

۔۔۔ ہے
۔۔۔ ہے

۔۔۔ ہے
۔۔۔ ہے

۔۔۔ ہے
۔۔۔ ہے

۔۔۔ ہے
۔۔۔ ہے

۔۔۔ ہے
۔۔۔ ہے

جو نہ بھی تھی ہو نہ سکی بنی ہوئی تھی ہو بھی گئی — جس بات کو کیوں اب دہرائیں وہ بات تو بھی نہ ہو سکی

مسعود و درود تمہارا اب اس باب میں کیوں ہے — تو نوش و خرد کے دیوانے یہ آزار تو تم کم نہ ہو سکی

محبوں کا وطیرہ بھی کیا نرالا ہے — کوئی بتا نہ سکے اور کوئی چھپا سکے

اسی کے عہد وفا پھیرے باندھیے مسعود — ہزار بار چلے جس کے در کو جب نہ سکے

مسعود! دیکھو تم نے پھر جام غم پیا نہ — کہتے تھے ہم نہ کرنا وہ کام پھر کیا نہ

اب آگ سی لگی ہے اب آگ تو لگی ہے — کس داغ تم نے دل پر ناحق کو پھر لیا نہ

گر ہم سے پوچھتے ہو حیوت کا گر تو سن لو — دس بیک بار دے کر ہم نے تو پھر دیا نہ

ترے خیال میں دل آج سوگوار سا ہے — نجانے کیا ہے کچھ اس کو انتظار سا ہے

میں سادہ دل تھا کہ دامن پہ اشک کے دھبے دیا — مگر گلوں کے دلوں میں بھی غبار سا ہے

تجھی پہ کچھ نہیں موقوف اے دل محروم! — جہاں بھی دیکھیے عالم میں انتشار سا ہے

ہزار بار سے ناکامیوں نے سمجھایا — مگر یہ دل تری الفت سے باز کب آیا

وہی لگن ہے کہ جیسے جہاں کہیں تو ہو — وہی چبھن کہ محبت سے ہم نے کیا پایا

گلوں کے گھاؤ بھی تیز نے دھل سکے ہیں کبھی — کہ اشک نے میرے زخموں کو اور مہکایا

یہاں بہار سے جان بہار ہے مسعود — کہاں سے طرفہ غزل آج پھر یہ کہہ لایا

کہیں وہ ہو کے خفا پھر قضا نہ ہو جائے — مجھے تو ڈر ہے وہی ماجرا نہ ہو جائے

کسی کی تابش رخ بھی فقط نہ بن جائے — مرے خیال سے جب تک جدا نہ ہو جائے

بڑوں کی بات کہوں تجھ سے جان معصوم! — اگر یہ دل ترا تجھ سے برا نہ ہو جائے

ملاؤں زلفوں کو آنکھوں کو لبوں کو — خیال یہ کہیں پھر بلا نہ ہو جائے

محبتوں میں مری انتہا ہے کہاں — مری وفا کہیں حسن گلہ نہ ہو جائے

تجھے جب بھی موجے بے نام — اس گھڑی اس کے نام کی چھیڑ دو

چھپا کہیں غم الفت کو جب کے سہہ لیں — کہ جس سے ملا کا ہو جی اک غل نہ مچائیں

بتا جنوں سے جو ایسی ہی خفا ہو گی — نہ جانے وہ ستم ہی کیا کیا نہ ہو گی

اگر وہ شوخ ستم آمادہ ستم — تو اس کے سامنے ہرگز نہ التجا ہو گی

کبھی تو آئے گی یاد اعتبار کیا کم ہے
[illegible] کہیں [illegible]

[illegible] نہ کچھ بھی [illegible] اگر وہ دیکھیں تو زخم ہار گیا ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آپ دامانِ صبا باندھتے ہیں
کس سے پیمانِ وفا باندھتے ہیں

کتنے پُرکار ہیں خوبانِ فرنگ
دل کو زلفوں سے سوا باندھتے ہیں

تجھے بے رنگی مجھ کو انتظار ملا
اس انتظار میں لیکن کسے قرار ملا

کسی کی آنکھوں میں تاروں کی مسکراہٹ ہے
کسی کی آنکھوں کو شبنم کا کاروبار ملا

یہ میرے جیب و گریباں پہ کچھ نہیں موقوف
کہ تیرا دامنِ رنگین بھی تار تار ملا

خیالِ دامنِ الفت کہاں کہاں مسعود
وہ نارسا ہی رہا اور شرمسار ملا

یہ سوچتا تھا نہ ہو جائیں اس قدر مجبور
یہ دیکھنا تھا ترے اختیار میں کیا تھا

لبوں نے پھول تراشے، نظر نے برسائے
مگر وہ کاوشِ مژگانِ یار میں کیا تھا

اِدھر خیال تھا رخسار و چشم و لب کا، اُدھر
خبر نہیں دلِ امیدوار میں کیا تھا

نگہ میں رمزِ غزل، لب پہ مقطعِ تمکیں
بیاں تو کیجیے اس اختصار میں کیا تھا

دلِ گرفتہ میں صدہا تہیں تبسم کی
وہ یہ کاوشِ مژگاں سے بار موجۂ

تجھ سے معاملت کا تو دیکھا نہ خواب تک
لیکن ترے خیال سے خلوت حسین ہے

اک دم آ کہہ کے ٹالیے ہم آئیں گے ضرور
رگ رگ کے وعدہ کیجیے یہ عادت حسین ہے

سمکِ گہر ستارۂ مژگاں، حنائے دل
دنیا پڑی جو آپ کو قیمت حسین ہے

تیشے کو تیرے ساتھ اٹھا تو لیا رفیق!
لیکن نظر میں ایک روایت حسین ہے

جہاں بھی بات چھڑی ہم نے مختصر نہ کہا
یہ اور بات ہے جتنا تھا اس قدر نہ کہا

مرے وطن، مرے ہندستان، عزیز وطن!
تجھے بہشت کہا، ہم نے اپنا گھر نہ کہا

کہا فسانہ تو نازک مقام بھی آئے
مگر زباں سے کبھی تجھ کو فتنہ گر نہ کہا

خیالِ رخ سے جو چھنے ہیں زلف تک وحشی
یہی ہے جرم کبھی شام کو سحر نہ کہا

کہو تو وہ بھی کہیں، حکم دو تو وہ بھی کریں
تو عمر بھر نہ کیا ہے، تو عمر بھر نہ کہا

کبھی یہ غم ہے کہ ملنا ترا قیامت ہے
کبھی یہ فکر کہ مل کر وہ بات کیا ہوگا

آج خوں گشتہ دل سے پوچھتے ہیں ہم اپنے
خو کو یہ ہو گیا ہے، تجھ کو کیا ہوا بھی ہے

اپنی نسبتیں ساری اب بھی اُس کے در سے ہیں
جس کی آرزو بھی ہے جس سے آشنائی ہے

رفیق! اپنا بھی دستِ جنوں سلامت ہے
تو وہ قمیص و قبا لب وہ رکھتے ہیں

بے اپنی سادگی شوقِ زلفِ پُرخم سے
کہ ہم تصورِ پُرکار و سادہ رکھتے ہیں

مضطر مجاز

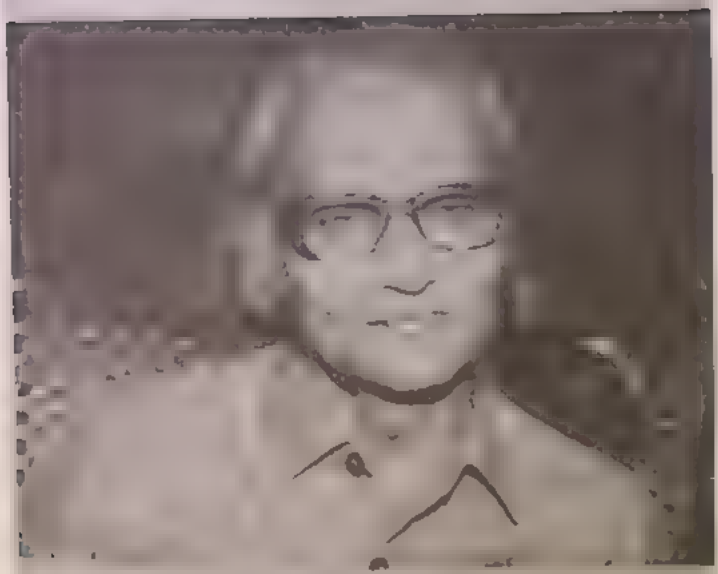

مصطفى مجاز

ب ١٩٣٥

سوانحی خاکہ

●●

(موسم سنگ سے)

تو سمجھی، اسے ہوں تجھ سے محبت ہے ضرور
تو نے ہی تو ہوئے ہے یہ فاصلے پیدا

چہروں کو دیکھنے کی تو فرصت نہیں مگر
چہرے کے پس نقاب کو دیکھا ضرور تھا

جب سنگ وقت میں بھرنے لگا لہو
جس سنگ کو بھی چھیڑا وہ نغمہ بن گیا

کوئی رستہ ٹھوکر دے کر پوچھ لے کہاں ہے
تم جس کو دیکھنے کو تو بھٹکتا ہوا وہ لمحہ

کچھ نہ کچھ ہر حسین چہرے میں
اپنے معشوق کی جھلک ہے ضرور

وہ محبت ہو یا نہ ہو لیکن
کب اسے یاد رکھنے میں ہوتی ہے دیر

رہیں نہ ہونٹ تو آنکھیں تو گفتگو کریں
کہنے کو ہر جگہ ہیں تیری صورتیں بہت

تھی جیسی نکہتِ گل
شاید کہ اس کی ہمسایہ تھی

اس کو ہیولے میں کھرے تھا
شاید وہ حسن تھی لیلیٰ تھی

تھا آباد ویرانۂ دل
یہ محمدی میں خوبی تھی

یاد آ گیا جس جانے تو دل کا لہو بھی دیکھے ہم
اب تو ہی کہہ تو سوچیں تو کر کر کیا کیا

سنسر نہیں ہوئی تو خبر یہ کہ مر گئی
اس کا ہے یہ سلگتا ہوا تبصرہ

اس کا ہے یہ سلگتا ہوا تبصرہ
اب تک ہے ریت رہے منہ میں بھری

تیرے بہت سے دوست ہیں یہ ہو گی
تیرے ہی ہے نہ ہونے کا یہ رہ گئی

یہ ہیں ہے ہیں ہو گئے ہیں ہو گئے
تم کو خوشی یہ ہے تو ہمارا خیال ہے

تھی تو تھی بات اب کہ ہے
ہے تو ہے تم سے ہر دل سلگتا ہے

وہ ہیں تو ہیں ہے ہیں ہے
وہ ہیں ہوں چلتے چلتے تھکتے ہیں

روداد میکدہ ہے یہی تیس سال کی ——— بیٹھا میں کھیلتا رہا خالی گلاس سے

نازک بہت ہے کھیل کسی کا الٹ نہ جائے ——— پتھر کا ہاتھ پھول کی پتی سے کٹ نہ جائے

لوٹ ایسی پڑ رہی ہو تو ڈر ہے کہ ایک دن ——— خوشیوں کی طرح غم بھی امیروں میں بٹ نہ جائے

گل کی کب تک یہ جا و بے جا دوڑ دھوپ کے پتھر نکلوں ——— موسم سنگ ہے جیسے اپنا بدل کر نکلوں

خود مرے پاؤں کے پانو کی زنجیر بنے ——— چاہتا تھا کہ کبھی بستی سے باہر نکلوں

کوئی جھوٹا ہوں کہ بت بن کے کھلے کا کیسے ——— قید سنگین جو ٹوٹے تو باہر نکلوں

کسوت شاخ میں جو دیر سے صحرا میں ہیں ——— پھول جاؤں تو خوشبو کے سفر پر نکلوں

تپش داغ کبھی وہ دن بھی دکھائے مضطر ——— بارش سنگ بھی ہو میں بھی کھلے نہ نکلوں

(اک سخن اور" سے)

میری تصویر کو اب نقش کوئی دے ——— اس تماشے کو کوئی تیشہ تراشی دے

کاسۂ نطق بہ لفظ و کی ارزانی کر ——— کیسہ فکر کو مضمون کی مہکائی دے

میری تنہائی کو دے دود چراغ محفل ——— میری محفل کو سلگتی ہوئی تنہائی دے

آہستہ آہستہ یہ وقت بھی آئے گا ——— جب داستان سود و زیاں کا تعارف بیکار کا

میں بھی مضطر ہوں بن کر کاغذ کا ٹکڑا ——— جس پر نام لکھے مٹ جانے کا

پھول کھلے تو گلدان میں بس جائینگے ——— کھر کے جو لوگ ہیں خوشبو کو ترس جائینگے

صدیوں کی زندگی میں الٹ پھیر ہو گئی ——— اور لطف یہ کہ بیت میں کب تو تک نہ تھا

یہ ہم زمین پہ چلتے رہ روی میں گرے ——— یہ آپ اپنی بلندی سے کسی خوشی میں گرے

ہماری راہ میں دانا کا کعبہ بھی حق ——— اسی میں کرنے کا کام تھا بھی اسی میں گرے

ہوا کے زور پہ رہتے تھے آسمانوں میں ——— ہوا کے کٹتے ہی زمی کی تو زمیں میں گرے

پھینک دیا موجوں نے اسے کنارے پر ——— میں کشتی میں ڈوب گیا آسانی سے

لاکھ رہیں دریا میں موتی اور موتی ——— رہا کام تو ہیرے کا یا پانی سے

[illegible]	دیر و کعبہ کے مسیحاؤں کے بیچ
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

○

○

○

○

○

اسکو بہلانے میں کھو لے یہ
شام غریب جی کہیں نکلی

تنا آباد تھا ویرانۂ دل
ہر کھدائی میں حویلی نکلی

نکلی حوبات بھی اس کے منھ سے
اک پہیلی سی پہیلی نکلی

خشک سی جیب سے مضطر کیسے
ہر صدا اتنی سریلی نکلی

○

یہ ہم زمین پہ چل کر روا روی میں کرے
یہ آپ اتنی بلندی سے کس خوشی میں گرے

ہوا کے رکھتے ہی رزق کی توڑی میں کرے
ہوا سے شوخ یہ رہتے تھے سوفوں میں

○

کب تک صورت کے پیکر تراشیے
اپنی بات کا کوئی پتھر تراشیے

○

تخلیت وہ یا قوت یمن ہم نے بنایا
جس سنگ کو موضوع سخن ہم نے بنایا

ہونٹوں کا تبسم تو زمانے کے لئے تھا
اپنے لیے زخموں کا چمن ہم نے بنایا

تھی دھوپ بہت تیز زمانے کی تو مضطر
ان جیسی سی آنکھوں میں وطن ہم نے بنایا

○

(مابعد ایودھیا)

ثابت ہوا کہ صاحبِ ایماں میں بھی تھا
جینے ہی مر کملا کر مسلماں میں بھی تھا

سر کا تو ذکر کیا ہے کہ انگلی نہ کٹ سکی
کہنے کو دو رکعت کا مسلماں میں بھی تھا

اک بھی کے بابو سے کبھی ہے یک دن
میں خیر کوئی بھی ہی انسان میں بھی تھا

یاروں سے حل یہ عقدۂ مشکل نہ ہو سکا
کیوں ہی ماؤں بہنوں کا دامان میں بھی تھا

مجھ کو منانے والوں نے یہ بھی بھلا دیا
اس خطۂ زمیں کا نگہبان میں بھی تھا

بریگیڈیر سعید بھی، عبدالحمید بھی
ردِ دغا و صاحبِ ایمان میں بھی تھا

یوں خاک میں کسی کو ملانا نہیں ہے سہل
دشوار تو یہی ہے کہ آسان میں بھی تھا

بیکانی، جیس، نٹ، مسلم، بھوک، ہتیا
برشہرِ بے چراغ کی پہچان میں بھی تھا

تالاب، نہر، باغ، سڑک، گنبد و مینار
تہذیب کے عروج کا عنوان میں بھی تھا

لکھنے لگے ہیں بچے اسے بودھیب
پڑھ کر کبھی جو ان میں بھی تھا

زیبِ تن پوتی تھی زیبا و قبا بہ دوش
بے خانماں و چاک گریبان میں بھی تھا!

مضطرابؔ ایک جینے ہوئے دو زیک جینے
وہ دن بھی تھا کہ سعت نوش جاں میں بھی تھا

(آہ! ایودھیا)

بولتے ہیں درد کے ہوتے ہیں قیل — چپ رہو
غائب ہیں آسماں سے ابابیل — چپ رہو

وحشیوں کا جشن ہے ناچ خاتمہ ہے جشن قتل — سنسر کی زد پہ ہوگئی ہر دہلیل — چپ رہو

روٹ کے بس میں جالوست آگیا — بابل کی قبا میں قت بیل — چپ رہو

یہ سمان کی ہوئی راتوں کا کون ہے — آئے گی آسماں سے کوئی ابابیل — چپ رہو

یہ بھی ہو کہ مرنے والے تو دوستو! — اپنے ہی ذائقے ہوئے تبدیل — چپ رہو

مرہ رہنے ہوگئی ہے ہوا کی بھی بھگت — سسن کر زبان خارے تاویل — چپ رہو

درد سے سسکتے ہوئے کل یہ — قطرے کے پاس رہتی ہوئی نیل — چپ رہو

یہ ہاتھوں نے فلک کو شایا! — رو رو کے چیختی رہی قندیل — چپ رہو

ہیں چپ فی شٹ کیش تحلیل و تجزیہ — ہیں دور ہے نتیجہ تحلیل — چپ رہو

یہ ہمیں نہیں ہاں، وقت کیا، زعاف کیا — فعلن نہ فاعلن نہ مفاعیل — چپ رہو!

مضطر خیر آبادی — انسانیت کی ہوگئی تکمیل — چپ رہو!

مغیث الدین فریدی

مغیث الدین فریدی ۱۹۲۶ء

عکسِ تحریر

غزل

ہنستی ہے ہر لمحہ موڑ پہ آئینہ نما ہوں
مٹ مٹ کے اُبھرتا ہوا خطِ کفِ پا ہوں

وہ گوشۂ طلاب ہوں جو دعا کو ہیں اُٹھتا
خواب بن کسی کے ہیں آئی وہ دُعا ہوں

بستی میں بسیرے کا ارادہ تو ہیں تھا
دیوانہ ہوں صحرا کا پتا بھول گیا ہوں

جاتی ہی ہیں دل سے تری یاد کی خوشبو
میں دور جزیروں میں بھی مہکتا ہی رہا ہوں

بڑھتی ہے ظفرؔ رات تو گھر میں ہیں چراغے

رقصِ مشرب ماما قول گھبتی کر ہے
میں ہیں ہی آکوار ہوں مست
لیلا ہے ہسر قومہ ہے
کھتا ہی ہوں کہ ہوتی

مغیث الدّین فریدی

میں فتح پور سیکری میں حضرت شیخ سلیم چشتی کی خانقاہ کے قریب اپنے آبائی مکان میں ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم فرنگی کی روایت کے مطابق گھر پر ہوئی۔ فارسی اپنے والد پروفیسر ظہیر الدین فریدی سے پڑھی۔ ۱۹۴۲ء میں بی ایس سی کا امتحان آگرہ کالج سے پاس کیا۔ ۱۹۴۴ء میں ایم اے اردو کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخل ہوا۔

شعر گوئی کا سلسلہ تقریباً ساتویں جماعت سے شروع ہو گیا تھا۔ سنہ ۱۹۴۲ء تک میں کافی پختہ ہو گیا تھا۔ سیکنڈ اسکول میں مولوی سید حامد علی، آگرہ کالج میں پروفیسر محمد عزیز الدین، سینٹ جانس کالج آگرہ میں پروفیسر حامد حسن قادری اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں پروفیسر رشید احمد صدیقی اور پروفیسر مسعود حسین خاں کی توجہ اور شفقت نے میرے ادبی ذوق کی تربیت کرنے میں بڑا کام کیا۔ آگرے میں ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۶ء تک مشاعروں میں پابندی سے شرکت کی۔ آگرے میں شعر و ادب کی محفلیں بہت کم آباد ہوتی تھیں۔ ان محفلوں میں کبھی کبھی شیخ ہادی حسین ہادی اور حضرت بیکس آگرہ کی محفلوں میں حسن جعفری اور حسان الحق حسان شریک ہوتے تھے۔

حضرت بیکس آگرہ کی ادبی خدمات سے کام کرنے والے حضرات میں جگر فوق، حضرت آسی، پیارے مجنوں گورکھپوری اور مہر لکھنوی آگرے میں بیکس صاحب کے مہمان ہوتے تھے۔ ۱۹۴۸ء میں علیگڑھ سے واپس آگرے آیا۔ ملک تقسیم ہو چکا تھا۔ آگرے کی تہذیبی بساط سمٹ چکی تھی۔ اس وقت مجھے سینٹ جانس کالج آگرہ میں اردو اور فارسی پڑھانے کی خدمت سپرد کی گئی۔ ۱۹۶۲ء تک میں نے یہ خدمت انجام دی۔

۱۹۶۲ء سے صوبۂ اردو دہلی یونیورسٹی سے وابستہ ہوں۔ پہلے کچھ عرصہ ریڈر رہا۔ اردو میں پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی دہلی یونیورسٹی سے حاصل کی۔

[illegible]

انتخاب کلام:

یا تو انہیں کے ہاتھ میں دامن گلے کے آگیں
یا ہاتھ کھینچ لیجیے دامن کی چھپ لیا

وقت مقتل کی کہ آئے نغمہ بھی نیچہ ہائے طرب کی فضا میں گھٹ گئیں

وہ بھی جاں فی روح مگر کہ نہ ہو تیغ یا دوں کا اک کاروان ہی سہی

سینہ کو بلی علاج ... نہیں دستِ قاتل میں تلوار رہنے نہ دو

... دستِ طلب ہوں جو دعا کو نہیں اٹھتے جو لب پہ کسی کے نہیں آئی وہ دعا ہوں

اس دور میں انسان کا چہرہ نہیں ملتا کب سے میں نقابوں کی تہیں کھول رہا ہوں

بستی میں بسیرے کا ارادہ تو نہیں تھا دیوانہ ہوں صحرا کا پتہ بھول گیا ہوں

جاتی ہی نہیں دل سے تری یاد کی خوشبو ... ...

سوکھ ایسا گیا ہے باغباں نے کوئی شاخ ہری نہیں رکھی

پڑوسی کو جو جلتے دیکھ رہے ہیں خبر لیتے نہیں اپنے گھروں کی

ہم اپنا سر گراں جب اگر نہیں ... چھتیں ٹوٹی ہوئی ہیں سب گھروں کی

ظرف سے کم، وقت سے پہلے ہیں چھلکتے ہوئے ... ...

تیغ کس کے ہاتھ میں تھی کون تھا سینہ سپر یہ کہانی آج سن لو وہ کب کی پھر سہی

ذہن کو ماؤف کر دیتا ہے لفظوں کا طلسم ... ...

... ...

آنچل اہلِ قافلہ کا ہر دیدۂ تر دے گئے نقشِ کفِ پا جس کا سجدہ نہیں دے گئے

... ...

جہاں ملاتا نہیں کوئی بھی نظر ہم سے ... ...

... ...

... ...

... ...

... ...

... ...

... ...

... ...

... ...

... ...

تو بھی ہے کہ ہر سو ہوئے تیرے داس یہ کوئی بھی عقیدہ نہیں
تو بھی ہے مگر داسیِ وقت یہ وفا شعنی بھی لہو کی طرح
وقت کے ساتھ قدریں بدلتی رہیں عصمت و قدر پر ڈبوتی رہی
عورت اس گریو بھی سوتی رہی جان کھو کے گی تری کی طرح
فکر یہ ہے کہ رنگِ شکستہ بھی ہے ترا غم و درد و مستی نہ ہو
ہے روانی یہ یاس یہ گئے آپ کی بزم میں گفتگو کی طرح
ہے یہ تقاضائے رنگِ خزاں کی رہ مستی روح کی آرزو
شعلہ حسن کا پیکرِ دوست ہے ڈھل کے نکھرے کسی تعزیر کی طرح

نداز سخن معصومیت آمیز بہت ہے — پھر بھی یہ ادا تیری دلآویز بہت ہے
ہم اس سے جدا ہو کے بھی یوں جھوم رہے ہیں — جیسے کہ یہ لمحہ بھی طرب خیز بہت ہے
کب بار بھی تھا آپ کا — وہ شمع دوں کی — سے تھے رہے کی ہو تیز بہت ہے
اب دیکھئے کس رنگ میں یہ رات ڈھلے گی — پیمانۂ حسن حیرت کی لے تیز بہت ہے

نے تنہا الشیں خود ہی تو نے دنیا و شعور کی انجمن بیچ کر — شمع غم ہے ان میں جلائی تو ہے آرزوں کا پانی کفن بیچ کر
لکھ گیا درد منگوا کر تمہیں ہے ہی ہے کہاں من بانگا — سے بھی تفتیش گزرے تو ہیں جوں لڑکے لے لوائے جان تن بیچ کر
ہے یہ تقاضائے رنگِ خزاں کی رہ مستی روح کی آرزو — نور کی ایک تاروں سے لیتے لڑکا تو آپ اک کرن بیچ کر

اے کبھی دل کو شکوہ نہ کسی غم کا گلہ — یہ ہی ہستی نے بڑی دیر میں پایا ہے مجھے
میں غم دہر کی حار میں بھی مٹھا تھا — رات بھر آ کے تری یاد نے ٹھنڈا مجھے
کسی سے راز تھا — کبھی ملا خیموں سے بڑھتی لے نیازی — راز کس کو تجھ عقیدت سے دیکھ وہی رفتہ رفتہ خدا بن گیا ہے
قواس کا ہی تو ہے — ہی ہے تیری گلی میں ذوقِ نظام ہر ملا ہے
ہوائی بلکی فضا بھیگی بھیگی یہ تیرے پہ بھیگی بھیگی ہی ہنسی — مرے دیدۂ دل کا عالم یہ تجھ کو کوئی آرزو جیسے کھو دا ہے

کہ تو ہمیں میں آج بھی وہ میں ہیں وہ ہم ہیں وہ لوگ — ہاں دلِ خود پسند کو ہوتے ہیں ناپسند لوگ
چلک اٹھا کا آئنہ دیکھ کے دنگ رہ گئے — شب کٹھ کے چل دیئے دشت سے ہمکنار لوگ

بے ذوق نظارہ حسن کی منزل نہیں ملتی — جینے کے لیے ہر میں درکار ہیں آنکھیں
غم یہ ہے کہ کیوں دیکھ لیا ہم کو اتنا — بیداریِ احساس سے بیمار ہیں آنکھیں

ب جہں میں رمق بھی نہیں نشاط عمل کی
س خاک سے تیغ کی صلاحیت ہیں آنکھیں

س وقت کہ جب سارا بدن خیز میں گھمنے
یہ تجربہ کرتے رہیں آنکھیں

کار و بن رنگ و کسک کا تجربہ جا چکا
ب صبا کار داں کو کار داں کہتے رہو

حرف کی محتاج کب ہے شوخی گفتار رہو
وعدت سے ست دیے ہیں اسمیں کہتے رہو

دار تھی جن کے لیے وہ سر ہی نہ رہے
میکدہ جن کے لیے تھا وہ سر دار ملے

ال کی بستی سے جو گذرے تو یہاں کا تو کر
خاک اڑتے ہوئے ست کو ہیرا زار ملے

دیکھیں کہ اس کو سنیں ہیں گفتگو میں تیز گوش
وہ وقت ہوں سر بستہ رہی تو زنت

ک بار اپنے آپ سے ملنے کی خواہش مجھے
سی کی تمنا ہیں کھوئی ہوں تو زنت

ہیں تو کوئی بھی بھیجنت ہیں ہاں
یاد کس سے علیحدگی کے سلام کریں

تمہارے جام کو پیتے اٹھے نکھار دیں
چھپے ہوئے ہیں تو طواف ص کریں

ال کو عجب نیاز ہے گلش بھی ہے تو بھی ہے
یوانہ اپنے رنگ میں گلش بھی ہے تنہا بھی ہے

نازک سا دل ہے یہ اس کو سنبھال کے لیجے
وہ نست بیگانہ بھی ہے لیکن وہی اپنا بھی ہے

رنگ جہاں کا عکس ہے یہ ایک چھوٹا سا
اپنے دل کا عکس بھی ہر کوئی ہم بھی ہے

یں کے رنگ خطوں کی قبا کے ماہیں ہوئے
زباں تک آتے آتے وہ سارے کتنے پارسا ہوئے

ہمیں اس انقلاب دہر کی صورت نہ پہچانے گی
ہ پھولوں کی مہک جو بے نکانوں کی چمن ہوئے

کہاں گم ہو گیں وہ رات کا کھیلا ہوا لہو
تو تیرے ال کی ٹھنڈ ست ہوئے ال کی من ہوئے

قتل گہ کے ہر سو کی یہ بیٹھے ہیں وہ
خون ناحق نہ چھپائے خوں سر ہوئے

یہ جو تو نے تری ہے رنگ
ورنہ لے وہ ست حسن گذراں کچھ بھی نہیں

حرف الفاظ یہ موقوف ہیں لطف سخن
مجھ کو خوش آگرے تو زباں کچھ بھی نہیں

ہستی کی تمازت میں جو نہیں ایسے بزم تیغ طرز میں دوستو
برگ گل کی لطافت زباں ہیں تو ہے حرف لیکن ہیں نوک سناں دوستو

یہ تو ست تمہارے خطا ہو گئے تو
ہ یہ ہے ال کماں دوستو

ڈ بڑھ کر گلے سے لگا لیں ورنہ پھر تو کہیں ہم کہاں دوستو

کیسے اک دوسرے کو سمجھتے بھلا گفتگو سے بڑھا اور بھی فاصلہ
ہم تھے بے ربط سی داستان وفا تم تھے مبہم سا اک حرف میں دوستو

خود فروشی سے تم کو گماں بھی نہ تھا وقت بے درد لکھے گا جس حرف کو
میرے دامن سے کوئی الجھتا نہیں تم یہ الجھے لگیں آستیں دوستو

بکھرے ہوئے انساں سے کیا پوچھتے ہو
یہ ہیں جنوں عقل کا ہوا یہ کہاں ہے

سر اپنا ہتھیلی پہ جو رکھ لے وہ گفتار
بتو تو سن وہ دار و رسن وہ دار کہاں ہے

ٹوٹے ہوئے آئینے جہاں کہتے ہیں لوگو
اس شہر میں ایسا کوئی دربار کہاں ہے

اس میں تمھیں تارے دل سے وہی اتر گئے
جسم کو چھوتے رہے روح پہ وار کر گئے

دشت تو ہوتا ہے یہی صدا ہے وہم
حسن یقیناً وہمے سا ہے یہیں مر گئے

وقت کے قافلے میں جب کوئی نہ ہم سفر ملا
ہم نے غبار بن کے راستے میں ہم کھو گئے

ہمارے خاک اڑانے پہ نہ جانے ناداں
خود نیا کے سر پہ ڈالتے ہیں خاک دیوانے

دیتی ہے وہی شمع جنوں صدیوں سے پیغام
کیا کہتے ہیں دامان تمنا چاک دیوانے

وہ بہار محفل آرزو وہ نمود نغمہ و بو
وہ نفس نفس میں تڑپ سی تھی وہ سرور ہی ہو

وہ بغیر جام کے سرخوشی وہ بغیر جانے کے چاندنی
وہ جو ساتھ تھا کبھی اب نہیں وہ جو تھا کبھی اب نہیں

بڑی احتیاط سے اک نظر مرے زخم دل نے اٹھائی تھی
وہ مری خطا سے کچھ ایسی نہیں یاد ہو نہ یاد ہو

سب بجھے رکھے ہوئے سارے سوئے ہوئے ارمانوں کا
ساعت تجھ کو ہے اے دل کس وقت ہو کس وقت ہو

سب گزشتہ ساعتیں بھی نئی سی ہوتی ہیں کبھی کبھی
ہو فریب ترے ہونٹوں کی مسکراہٹ بھی نہ ہو

وہ عام دل پہ طاری رہی کچھ ایسی بیخودی
کہ جیسے کوئی نغمہ یک بیک تھم گیا ہو

یہ ہیکسی نے کس سے لب گفت میں آ
نہیں آواز بہت جو سنی تھی یہ تو نہیں

چھوڑ دے گرداب کی بدلی ہوئی جذبات کے شعلے سے
کل یہ دنیا اس کی تھی کیا آج تمہیں ہو جاؤ گے

خلوتوں میں اس کے یادوں کی یوں آئی جیسے کوئی کلی
بزمیں کی وجہ کی طرح شعلوں میں سنگ رہے ہیں

التجا کرے دل رکھنے کا ان کو بھی سلیقہ آجائے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میکش اکبرآبادی

میکش اکبرآبادی ۱۹۰۵

عکسِ تحریر

ہے میرا مازِ ہجراں ایک نغمہ مرموم
ترا ذکر ہے لیکن تجھے یہ کیا معلوم

ہے میری توبہ جی قصدِ فنا کی صورت
ترا گناہ ہی موہوم قصد جی موہوم

حیات و موت ہے تفریحِ سادگی تو
مری حیات ہم السردہ موت ہی مفہوم

کچھ اس طرح ہے نہ ہیں میں ہی ہوں نہ کوئی
پسِ بہار تعلق جیسے لوح ماہ و نجوم

تو ہی ہے خود تو ترا کام ملاح ناصبور
تو ہی ہوا ہے تو ہی اپنی غلط ہے نامہ

میکش اکبرآبادی

میں اپنے والد کو بڑا بیٹا تھا۔ میرے پیدا ہونے کے وصال کے بعد مجھے ان کی جگہ ملی، یا گیا۔ صوفیوں کی اصطلاح میں اسے سجادہ کہتے ہیں۔ اس وقت میری عمر بونے دو سال کی تھی۔ یہ محض ایک رسم تھی کیوں کہ میں نہ اپنے والد سے علم حاصل کیا تھا اور نہ انھوں نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا تھا لیکن شہر کے بڑے بڑے سجادوں نے اسے حق اور مناسب سمجھا اور کرامت کے مطابق میں سجادہ ہو گیا۔ اگر میں آئندہ عمر میں ان علوم سے آشنا ہوا ہوتا تو میں بھی ہندستان کے نوے فی صدی مورثی سجادوں کی طرح ہوتا۔ خرعوس کرنا یہ تھا کہ وقعات اور میرے سرپرستوں کی خواہشات کے مطابق سب سے پہلا تو مجھے عربی فارسی معقولات منقولات کا مستند عالم ہونا چاہیے تھا۔ علم باطن حاصل کرنے کے علاوہ ریاضت و مجاہدہ اور تقوی و طہارت کی زندگی گزارنا چاہیے تھی۔ خاندانی رسوم و روایات کی سختی سے پابند ہونا چاہیے تھا۔ شہر میں ایسا اثر اور دبدبہ حاصل کرنا چاہیے تھی کہ عوام میرے اشارے پر جھیں حکام میرے سلام کے لیے حاضر ہوں اور ہزاروں آدمی میرے مریدوں میں شامل ہو جائیں۔ کیونکہ یہ سب چیزیں میرا حق اور میری میراث تھیں اور اسے مجھے حاصل کرنا ہی تھا

لیکن میں ایسا نہ ہو سکا۔ سوائے اس کے کہ جتنا علم مجھے حاصل کرایا گیا، اور جتنا میں حاصل کر سکا وہ کر لیا اور وہ میرے بھی خواہوں اور سرپرستوں کی توقعات سے زیادہ تھا اور حقیقت وہ کتنا تھا اس سے بحث نہیں۔ اسی طرح علم باطن بھی بحیثیت علم کچھ نہ کچھ حاصل کیا لیکن اس پر عمل کے لحاظ سے کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ مزید علاوہ میں نے رسوم و روایات کی پابندی بھی نہیں کی۔ میں سنے ہوئے تھا کہ میرے والد بزرگوار اور جد محترم نے بہت سی رسموں اور رواجوں میں اصلاح کی تھی یہاں تک کہ لباس اور وضع میں بھی اصلاحیں کی تھیں مثلاً اس زمانے میں شرفا کی عورتیں کرتی پہنتی تھیں جس میں تقریباً ناپیٹ ناف تک کھلا رہتا تھا ڈھیلے پائچوں کا فرشی پاجامہ عورتوں کا معززانہ لباس سمجھا جاتا تھا۔ اٹھ کر چلنے میں پنڈلیاں تو ذرا ذرا سی کھل جاتی تھیں اسی طرح مرد گول پردے کا انگرکھا پہنتے تھے اس کے نیچے اور کوئی کپڑا نہیں پہنا جاتا تھا اس لیے بیٹھنے کا طریقہ پورا نصف جھکا رہتا تھا۔ میرے جد محترم نے اپنے یہاں اور اپنے مریدین و معتقدین کے خاندانوں میں عورتوں کو کرتے

بہاں کے دربار جانے کے لیے کچھ [illegible] رکھنے کی ضرورت ہی نہ ہو، مثل جیسے آج کل کے فیشن بدلتے رہتے ہیں۔ [illegible] سے بالکل نہ ہوتا تھا۔ بیسویں صدی کے گورنر ریاکاری، کائنس سے کام لیتے تھے لیکن سے [illegible] تھا۔ [illegible] کی سی کرن تھی سامنے میں نے اس کی تعمید کی [illegible] سے [illegible] کیا۔

میں نے اس تہہ کی خدمت کرنا چاہی اور اپنے [illegible] کی وقتی [illegible] کھنچا مگر [illegible] ہو گیا [illegible] زمانے کے ساتھ نہ بدل سکا۔ میرے [illegible] وہ تھے [illegible] کے صاف اور سیدھے الفاظ [illegible] کہ کوئی [illegible] خصوص سے میں نے [illegible] تو بھی [illegible] کے ساتھ ہو سکے ساتھ [illegible] ان کے احکام کی نہیں کرتے [illegible] کے [illegible] کی خوشامد کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ [illegible] ہیں۔ [illegible] کی [illegible] کرتے [illegible] کی کارگزاری کرتے [illegible] زمانے میں [illegible] کا رس [illegible] ہو گیا تھا۔ [illegible] کی [illegible] پھیلنے لگا تھا۔ گورنمنٹ [illegible] کی [illegible] کو [illegible] کرتی تھی [illegible] کی طرف [illegible] کی [illegible] کے متعلق استصواب کرتی تھی۔ یہ [illegible] کو [illegible] کے [illegible] کو [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

شدید حریفوں اور ہم پیشہ حضرات کی حسد سے بڑھی ہوئی "۔" اور طلب شہرت کا رد عمل بھی ہے

"ز ننگ و نام چہ اندیشد مرد کامگر جوئی"

جن شخصیتوں نے مجھے صرف متاثر ہی نہیں کیا بلکہ اپنی تربیت خلاق و کردار سے میری تعمیر بھی کی ان میں سب سے پہلی میری مادر محترم کی ذات ہے۔ وہ ایسی زندگی بھر میرے دل و دماغ پر چھائی رہیں اور ایسی موت کے بعد دل پر ایک منفی زخم اور دماغ و ذہن پر ایک غیر معمولی تقدس و حیرت کا احساس چھوڑ گئیں جس میں ان کی غیر معمولی قسم کی موت اور موت کے بعد کے عجیب غریب انکشافات نے ان کی زندگی کی بہ نسبت کئی گنا اضافہ کر دیا ہے مجھے ان کا وہ فقرہ کبھی نہیں بھولے گا جب میں ایک عزیز کی ماں کی موت کی خبر سن کر رو دیا تھا تو انھوں نے مسکرا کر کہا تھا "تمہیں میرے مرنے کا خیال آگیا" بات دراصل یہی تھی۔ میں ان کی زندگی میں کبھی انھیں بہت رویا ہوں میں سوچا کرتا تھا خدا نہ کرے ان کا کچھ ہو گیا تو میں کہاں جاؤں گا۔ مستقبل پر جہاں تک میرا خلاق اندھیا ہی اندھیا نظر آتا ہے سنے ہوئے تھا کہ والد بزرگوار کی آنکھیں بند ہوتے ہی ہم پر تباہی اور مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا اور ماں جب ہمارے ہوتیں تو وہ کبھی ہی تباہی ہم پر سایہ ڈالتی معلوم ہونے لگتی۔ ہم دونوں بھائی جب شرارت کرتے اور وہ ڈانٹا جاتیں تو وہ کہتیں، اچھا ہمیں مانو گے، لو میں مرتی ہوں یہ آنکھیں بند کر کے لیٹ جاتیں ہم پکارتے اماں اماں وہ نہیں بولتیں ہم دونوں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے۔ وہ آنکھیں کھول کر اٹھ بیٹھتیں گلے سے چمٹا لیتیں اب ایسا نہ کرنا نہیں تو میں مر ہی جاؤں گی۔ پھر ایک ایسے ہی موقع پر میں نے ان کے تلووں میں گدگدی کر کے انھیں زندہ کر لیا تھا۔ وہ ہنستی ہوئی پاؤں سمیٹ کر اٹھ بیٹھی تھیں۔ بڑا شریر ہے کہتے ہوئے انھوں نے میرے گال تھپ تھپائے تھے۔ انھوں نے ہم دونوں بھائیوں کو کبھی نہیں مارا وہ ایسی ہی کسی نہ کسی ترکیب سے تنبیہ کر دیا کرتی تھیں۔ اپنے بزرگوں کے ہمارے باپ دادا کے واقعات سنایا کریں اور ہم سوچتے بڑے ہو کر ہم بھی ایسے ہی ہوں گے۔

اماں کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے کبھی ہم دونوں بھائیوں کو احساس بے چارگی و یتیمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ جی زاد پھوپی زاد بھائیوں کو دیکھ کر ہمیں یہ احساس پیدا ہوتا تھا یقین تھا کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں ہم بھی کریں جو کچھ ان کے پاس ہے ہمارے پاس بھی ہو۔ وہ ہمارے ناز اٹھاتیں ورنہ فرمائشیں بھی پوری کرتیں مگر ساتھ ہی ساتھ تربیت بھی کرتی جاتیں یہاں تک کہ ہم بیس سے ہی کسی کی دیکھا دیکھی ولی کا کرب کو بڑا سمجھنے لگے تھے کسی کا کھانے یا کھیلنے کی چیز کی طرف دیکھنا انھیں بہت ہی ترمناک فعل معلوم ہوتا تھا اس کی تلافی فعل کرنے کی کوشش کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہم کسی جگہ کھڑے بھی ہوتے جہاں کوئی چیز [illegible]

کچھ کھا پی رہ ہو یا ہنس بول رہا۔ ہماری دادی پھوپی نے ایک گھر میں ہوتے ہوئے بھی جب تک ہمیں نہ ملا تسلیم نہ جاتے۔ ہمارا بھی کچھ چاہتا اور ہم اسے اچھا بھی نہیں سمجھتے تھے۔

اس سال سے پندرہ سال کی عمر تک کے ہم چوراسی چچا زاد پھوپی زاد بھائی تقریباً ایک ہی گھر کے مختلف حصوں میں رہتے تھے سب نے مل کر ایک انجمن بنائی تھی اور اس میں پندرھویں دن مشاعرے ہونے لگے کیوں کہ ہم میں دو تین لڑکے شعر کہنے لگے تھے اور مشاعرے اگرچہ دیکھے نہ تھے مگر گھر کے بڑوں سے ان کا ذکر سنتے رہتے تھے جو شہر میں مختلف مقامات پر ہوا کرتے تھے۔ ہماری انجمن کے مشاعروں میں میری عمر سب سے کم تھی۔ میرے چچا زاد بھائی کو ہم سب میں بڑے اور ہم سب سے زیادہ تعلیم یافتہ سمجھتے تھے میری غزلوں پر نشان کیا کرتے تھے۔ ان کے بعد میں وہ غزلیں اپنے والد مرحوم کی غزلیں بنا کر پڑھا کرتے تھے۔ میری اس سرقے کی عادت ایسی ہوتی تھیں کہ کوں بھی تو غزلیں اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے شرماتے کا مگر میں کی طرح آمنے پہلو در دو کا مجھ پر شدید ردعمل ہوا اور میں نے اپنا معمول بنا لیا کہ میرا شعر اگر کسی کے شعر کا مضمون ہوتا تو میں یا شعر کاٹ دیا کرتا۔ پھر ایک عرصے بعد کچھ واقفِ فن حضرات نے مجھے سمجھایا کہ اگر تمہارا شعر ہم مضمون ہونے کے باوجود دوسرے کے شعر سے اچھا ہوا اور اس میں ترقی کا کوئی پہلو ہو تو اسے کاٹنا نہ چاہیے۔ میرا عمل اب تک اسی پر ہے پھر بھی متقدمین کے شعر سے اگر مضمون مل جائے تو میں اپنا شعر کاٹ دینا ہی اچھا سمجھتا ہوں ان کے تقدم اور احترام کا تقاضا یہی ہے۔ اس ضمن میں بعض وقت ایسے بھی ہے کہ بعض نامور اور مشاہیر شعرا نے بے سمجھے سوچے کسی شعر کو سن کر یہ تعریف کی کہ یہ مضمون باندھا ہے اور پھر تھوڑے دن بعد وہی مضمون ان حضرات نے اپنے شعر میں باندھ کر مجھے سنایا۔ خاکسار یہ حضرات اس کو جائز سمجھتے ہوں مگر میں ایسے جائز نہیں سمجھتا اور سخت معیوب سمجھتا ہوں۔ مشاعروں میں شریک ہونے اور دوسروں کو اپنے شعر سنانے کا مجھے کبھی شوق نہیں ہوا۔ مولانا میسب کہ آبادی مرحوم نے میری اس عادت کا تذکرہ کرتے ہوئے آگرہ میں افسوس و شکایت کے ساتھ کیا ہے اور مولانا حامد حسن قادری مرحوم نے قدرے نظر یہ لکھا ہے۔

"قول سمارے کا کوئی اصرار کرے تو تین چار شعر پڑھ دیتے ہیں پوری غزل سنانی ہو"

مولانا میسب مرحوم نے مجھے سمجھایا کہ تم تو مشاعرے میں جاؤ گے نہیں کچھ بھیج کر دیا کرو۔ اس کے بعد سے میں نے مولانا کے رسالے "پیمانہ" میں کلام بھیجنا شروع کر دیا اور پھر دوسرے رسالوں میں بھی چھپنا شروع ہو گیا لیکن اچھے شعر سن کر بھیجے تو کر کر اور کھیں معیاری رسائل میں شائع کرنے کے وہ اسی طرح اشعار کی داد دیا کرتے ہوتی ہوں۔

۱۹۴۰ء میں میرے سیدھا ہاتھ کندھے کے پاس سے ٹوٹ گیا اور کچھ عرصہ ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ کہنی میں ٹرانس

... ایک دن کی تاخیر ہو گئی اور اس میں وہ بے کار دن بڑھ کر ایک ہفتہ کا ہو گیا۔ دوسرے روز صبح ایک صاحب تشریف لائے جو میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے اور میرے شناسا تھے۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے رسد صاحب میں تو آپ کے دولت خانے پر گیا وہاں ملاقات ہی ہوئی۔ میں نے عرض کیا میں خود ہی آپ کے بستیاں میں حاضر ہو گیا فرمائیے کیا خدمت ہے کہنے لگے بات یہ ہے کہ ہمارے پرنسپل صاحب جا رہے ہیں ہم انھیں رخصتی پارٹی دے رہے ہیں ان کے متعلق ایک نظم کہہ دیجیے۔

حسب ذیل نظم کہہ کر وہ تو یہ کہہ کے سامنے رکھا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا۔

صاحب آپ بولتے جائیے میں لکھتا جاؤں گا۔

آپ نے فلاں صاحب سے نظم کیوں نہیں لکھوائی وہ بہت اچھے شاعر ہیں۔

میں پہلے ان کے ہاں گیا تھا مگر وہ تو معاوضہ مانگتے ہیں۔

اس پر میں نے ایگلو انڈین پریس کے میری میتھر پراپرائٹر پاؤڈر ملتے ہوئے کہا

میں نے سنا ہے آپ بڑے فیمس پوئٹ (Famous) ہیں۔

پوئٹ تو ضرور ہوں فیمس ہوں یا نہیں یہ مجھے معلوم نہیں۔

تو پھر آپ بیٹھے بیٹھے کیا کرتے ہیں پریس پر ایک نظم لکھ دیجیے نا!

اور میں نے پریس پر ایک نظم لکھ دی یہ نظم حرف تمنا میں شامل ہے۔

حضرت مولانا سید شاہ محمد احمد صاحب مجددی حضرت شاہ عبدالرحیم بریلوی کا ذکر کرنا بڑی حق تھی اور کفران نعمت ہوگا۔ یہ حضرت کے فیض تعلیم ہی سے میں کفر و اسلام کی حقیقت سے آشنا ہوا اور مذہب و تصوف کے بہت سے نظریوں سے مجھے ہدایت حاصل ہوئی۔ کشف و کرامات کی حقیقت معلوم ہو کر دل سے ان کی تمنا جاتی رہی اور ان کے مقام اور کرامات کی حقیقت سے کچھ کچھ واقفیت حاصل ہو گئی۔ کہ میں نے حضرت کی صورت میں ایسا کامل کی زیارت کر لی۔ یہ خود ہے کہ میری بے عملی کی وجہ سے میں علم کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکا لیکن بعض کی وہ دولت تو مجھے ان کی خدمت میں حاصل ہوئی میرے لیے کافی ہے۔

تیرے خاک کی تلچھٹ بھی ہے کافی ساقی ۔۔۔ صاف چھپتا میں جو شیشے میں ہے باقی ساقی

میں جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو میری عمر ۱۲ یا ۱۳ سال کی ہوگی اور میں ٹونک کے ایک نیم غیر مقلد مولوی سے مشکوٰۃ اور تفسیر جلالین پڑھتا تھا اور تمام صوفیوں اور تصوف سے مدظلہ ہو چکا تھا یا کر دیا گیا تھا۔ اس سے حضرت

کی حرکت وسکون و تنگ و تری کی نظرت رکھتا تھا۔ پھر میں نے حضرت سے جو مخصوص اصحاب کے بڑے حلقہ میں درحضرت کا زیادہ تر وقت گذارتے تھے میں نے کبھی کرامت کا ذکر نہیں سنا۔ میں نے ہی کرامت کا بار بار حضرت سے روایتیں سنیں اور ان کے کرامات و معجزات اور غیر معمولی دانش کے قصے کتابوں میں پڑھے تھے وہاں کچھ نہیں دیکھے اور سنے تھے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کشف و کرامات سے ممتاز ہونے کو بہت زیادہ ترجیح دی اور اس کی خاطر قیاس عقل و استدلال اور اس کے کرشمہ عمل کا ہوا دی خدمت میں گزرے ہوئے چند ہفتے یہ ہی ساری زندگی کا حاصل ہیں۔

وہ جو مجھے چوگرد سے میں ان کی صحبت میں ۔ ہوتے یہ بھی تو اہل زندگی کا کیا کرتے

اتنے سرد و گرم دیکھے کے بعد ان واقعات کو لکھنے کی ہمت ہوئی ورنہ کار آگہی نوگا دیا فلاطے۔ اب تک وہی بچوں کا سا سادہ مزاج قائم ہے سب کی بات کا یقین ہر سے محسوس ہوتا ہے ایک مرتبہ دھوکا کھا چکا ہوں پھر حسب عادت دے لیے۔ جو بھی دوست گرتکا ہو وہ ذرہ سی دیر میں بھروسہ کرے۔ جس پر تھوڑی چیزوں میں بھی حد سے زیادہ کنجوس تو بچپن سے تھا۔ ہوش ہوئی تھی یہ علمی تصوف کا وہی شوق و ذوق عرفانیات سے وہی محبت جو ابتدائے طالب علمی میں تھی۔ نہ میں کبھی بہت کچھ کبھی بہت کم ذرہ بھی کچھ نہ کیا۔ اب کبھی اسٹنگ کبھی بے تو یہ سوچ کر رہ جاتا ہوں:

چراغ شب سے کہ موتی محفل میں کیا آئے ۔ جو دل تھے زندگی آہ رہے میں گر رہے میں

انتخاب کلام

حاصل حسن خیر ملے سو کچھ تو ہیں ۔ ورنہ وحشت سو کچھ ہیں
حسن یہ سادہ دل مگر کتنا ۔ سب کا مرنا طبیعت سو کچھ ہیں
کر دیا ہے خلوص نے مدہوش ۔ ورنہ تہمت سے بیگانہ کچھ ہیں
خاطر نازنیں جیتنے میں ۔ میں بھی ضد کرتے سو کچھ ہیں
اب تو آب بھی ہے ان کی دشمن ۔ سب کہ کر فرہاد کچھ ہیں
میں کہ ہوں ذات کا فقیر ۔ تاجدار و سلطان کچھ ہیں
ساری بھلائیاں ہیں ان میں ۔ برائیاں ہیں وہ کچھ ہیں
وقت کے ساتھ بدل جاتی ہے دنیا یکسر ۔ کہہ کر تھے وہ کچھ ہیں

○

[illegible] میں ہم کہتے ہیں
[illegible] ہم کہتے ہیں

[illegible] ہم کہتے ہیں
[illegible] ہم کہتے ہیں

[illegible] ہم کہتے ہیں
[illegible] ہم کہتے ہیں

[illegible] ہم کہتے ہیں
[illegible] ہم کہتے ہیں

○

[illegible] باقی
[illegible] باقی

[illegible] باقی
[illegible] باقی

[illegible] باقی
[illegible] باقی

[illegible] باقی
[illegible] باقی

○

[illegible] ہم کہتے ہیں
[illegible] ہم کہتے ہیں

[illegible] ہم کہتے ہیں
[illegible] ہم کہتے ہیں

[illegible] ہم کہتے ہیں
[illegible] ہم کہتے ہیں

[illegible] ہم کہتے ہیں
[illegible] ہم کہتے ہیں

○

[illegible] کی دلوں کی طرح دھڑک بھی گئی
[illegible] سے سجھے ہی مگر بات بھی گئی
وہی چراغ تمنّا وہی پیام اجل
[illegible] رہ کو چرا بھی [illegible] گئی
[illegible] وہ [illegible] کو
[illegible] وہ [illegible] کھنک بھی گئی
[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] بھی گئی
بدل دیا تری غفلت نے آرزو کا مذاق
[illegible] [illegible] بھی گئی
وہ اک نظر مری عقلِ جنوں کی حالت
[illegible] [illegible] بھی گئی
[illegible] [illegible]
نگاہِ دوست سے میری غزل مہک بھی گئی

○

شرکتِ دیدہ جو آئینہ گوارا کرے
بات کرنی ہے ترے عکسِ مقابل سے مجھے

○

یہ رنگ و نور بھلا کب کسی کے ہاتھ آئے
[illegible] [illegible]
بجھا نہ صبح کو وہ بھی چراغِ لالہ خاں
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
حرم کی، دیر و کلیسا سے بھی بھر بھی
گرد وہ بھی بہت دور میرے ساتھ آئے
چلے چلو کہ بتائے گی راہ خود رستے
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
سمجھ کے عبرتِ خوشبو ہیں تبسم کے ہیں
[illegible] [illegible]

○

[illegible] کرتے ہیں دعا جو جیسے
[illegible] [illegible]
یوں مری سمت نہ دیکھا اس نے
مجھ کو ہی دیکھ رہا ہو جیسے
ان کا انداز خموشی اکثر
کچھ مجھ سے کہا ہو جیسے

کچھ نہیں کچھ بھی تو کہنے سے کیا حاصل
دل کا نقشہ ہے یہ ہو جیسے

تمہیں یہ گرمیِ بازار سے ہے
سب کچھ ٹھہرا ہوا ہو جیسے

کبھی کبھی تو یوں بھی ہوتا ہے
ہر شے کچھ بھولی سی ہو جیسے

سارا ماحول بیت بیتا ہے
دل میں کوئی نہیں تمنا ہو جیسے

یہ بھی اک طرزِ گفتگو ہے فراز
تم سے خفا خفا سے ہو جیسے

○

اس طرح ہے خیال اس وقت
جیسے ہر بات کہہ گئے ہم سے

بات یہ ہے کہ آج تک ہم نے
اپنے بارے میں کچھ سنے ہم سے

ہم نے جانے ہیں سارے بھید مگر
جیسے اب تک رہے ہیں ہم سے

کچھ سمجھا کسی نے کچھ کسی نے
تھے سبھی کے سبب سے ہم سے

میٹھے میٹھے جہاں نما کے لیے
سب نے پائی ہے کچھ نہ کچھ ہم سے

دیکھ لے تجھ کو نگاہ بھر کر
یہ تمنا تھی مدتوں ہم سے

○

[illegible]

○

[illegible]

○

[illegible]

دامق جونپوری

سید احمد مجتبی دامق جونپوری ۲۲ نومبر ۵ ۵ ء

عکس تحریر

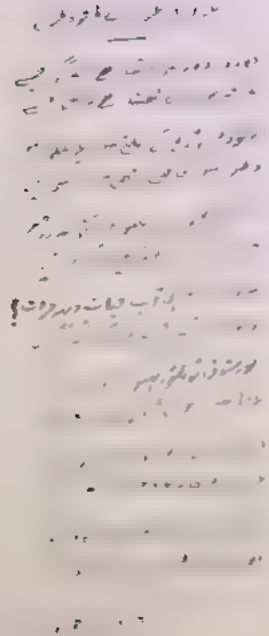

واسق جونپوری

[illegible] دلچسپی نہیں لیتی تھی۔

[illegible] حصہ تو ہوتی تھی۔ سندھ [illegible] تقسیم ہو چکا تھا۔ [illegible] کا ایک حصہ بنا تھا اور ہم اس [illegible] دیکھ رہے تھے۔ [illegible] کے [illegible] کو [illegible] نہیں کرتے تھے۔ [illegible] میں [illegible] نہیں تھا۔ یہ پہلا شعری مجموعہ تھا جو ۱۹۴۸ء میں [illegible] سے شائع ہوا تھا۔ [illegible] تقسیم تک [illegible] اور [illegible] کے قتل [illegible] نہیں تھیں۔ اسی سال میں [illegible] گاندھی [illegible] سے [illegible] کر دیا گیا تھا۔

[illegible] ادبی [illegible] سے [illegible] ترقی پسند [illegible] میں [illegible] کرنے کے لکھنؤ جایا کرتا تھا تو [illegible] کے [illegible] پر ہوا کرتی تھی۔ [illegible] صاحب، [illegible] مسیح الزماں، [illegible] علوی، عابد [illegible] مسلم [illegible]، [illegible] [illegible] [illegible] سے [illegible] [illegible] [illegible] حکومت کے کان کھڑے ہونے لگے تھے۔ جب نوکری کا [illegible] ترقی پسند [illegible] [illegible] تک ہو سکے گا تو میں سرکاری [illegible] سے مستعفی ہو گیا۔ یہ ۱۹۵۰ء کا [illegible] اور اسی سال میری [illegible] کا [illegible] [illegible] سے شائع ہوا۔

۱۹۵۱ء کے [illegible] [illegible] [illegible] ہو چکی تھی جس [illegible] کوئی [illegible] تھا۔ غریب خانوں کی نوبت قریب آ گئی [illegible] [illegible] ہو گئی [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] ۱۹۸۰ [illegible] ۱۹۹۸ [illegible] ۲۵ سال [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

انتخاب کلام:

واثق جونپوری

کیا ضروری ہے کہ دیوان یہ دیواں لکھو — ایک شعر ایسا کہو زندہ جاوید کہو

[illegible] — [illegible]

ابھی نہیں کہ چاہئے جب موڈ دیکھے — شیشہ ہوں مگر ٹوٹ سکتا نہیں توڑ دیکھے

بھر تو روز آتے ہی رہتے ہیں محفل میں — [illegible] کوئی یہ نہیں ہے کہ گھر چھوڑ دیکھے

[illegible] — یہ فاصلہ چند گام کم بھی نہیں

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

نسلا فم آج بہت کام آیا

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

خسروؤں کو حسین ۔ پرسہ دو
مرے یہ رسم بھی نھادی ہے

یوں جوانی زندگی میں آئی ہے تب ہی بار
جیسے کوئی شرب خانے شراب میں

دست نیاسل میں کرارے سے لگے ہیں لوں
لیکن اس خونریں طوفان سے بار ۔ نوسیں

تھا جو یوں کل ۔ زیں مسلم
گھر میں دے کے ۔ زدے ۔ در

لب سے کھو ۔ ر ۔ کرے حصہ
نے دخو ۔ بھو کے کا ۔ ار

یہ ہی جانو نی یہ رسم نو بھی سے دہست
جیسے دے ہی تو دم بیتے ہیں جینے کے لیے

چاب کرتے ہیں جینے کی تمنا میں بھی
دھوکا ۔ بھی نو ہی سے سہلنے کے لیے

بنیں سے کا ہو ۔ ر ۔ گاں سے کچھ نہیں ہوتا
رہیں کے رہے ہو ۔ تو کاں سے کچھ نہیں ہوتا

کبھی کر سب کبھی لفظ ۔ سے میں
مدن مدن کے سوم شراب ۔ ے میں

سے غیب عارہ خوشی نہ تشکیبے ۔ تشکستگی
کبھی تمناؤں سے گذر گئے کبھی ۔ گذر کی تمنا ہے

بجھے ہوئے جنوں کی مستحرجنوں کو کھن دے رنگ دلو
جو زیہ نفس بہار ہو جو بجھے ہوئے سفر کی تمنا ہے

کبھی تو شفق خلقوں میں گھڑی ہے طلوع لگا ہے سحر ہو تو کیسے

کبھی تو یہ بیتاں ہے رعد گیتی مری دامن مختصر ہو تو کیسے

یہ زہر جگری ہے دوریک ہے بیڑیوں کی سی ہے دوستی

گذر ۔ ہوئی ہے کاروں کو فریضہ گذر ہو تو کیسے

یا کبھی ہوتی کسی کی تو گرا ہے رفتہ
یہ ہی کہ ہم نے رکھی تیرے دیوانوں کی بات

رشتہ یادوں کو ذرا نازک فشتہ ہے
ہے خبر میں اب بھی برہم عالموں کی بات

آج کی شام ہے کس درجہ حسیں کتنی دلکش
ہو کھری برہم ہیں خانی کا جیسے احساس

انداز پہ ۔ ۱ علاقہ سیں سرمستی سے
خوش یا تو ہے فریب ۔ د ۔ دیدہ ۔ رخ ۔ س

ہے کھوٹ یہ ۔ ں ۔ ں میں
مرے کھوری بات کے قائل ہیں

برق سر شاخسار دیکھئے کب تک رہے
نرد بقیں ہیں دیکھئے کب تک رہے

دیکھئے کب رہ پر ٹھیک سے انھیں نہ
رات کی ہے کا حیا دیکھئے کب تک رہے

محبت ہے دعویر نظم میں ترنم
ستم کی ترنم دیکھئے کب تک رہے

ہیں ہوں ہوں ہو

جانِ پُرسش تو کہی تجھ کو مگر یاد گئے ہم
روشنی تو نے یہ رفتار کہاں سے پائی

کاٹ دیتا ہوں غلط بات کو خاموشی سے
میں نے تلوار کی یہ کاٹ زباں سے پائی

ہمارا ذوقِ تجسس صنم تراشی ہے
نہیں ہے حسن پسِ پردۂ حجاب پسند

الٹ کے آئنہ ہر بار دیکھتا ہے غرور
[illegible] پسند

ہر انقلاب نئے انقلاب ہے نقیب
زمانہ ذوق ہے کس درجہ انقلاب پسند

سنتے ہیں بن نظر ہوتے ہیں پاگل پیدا
ٹھیک ہے خاک سے ہوتے نہیں [illegible] پیدا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

داغ دل اور چراغ و بیر و حرم
روشنی اور روشنی کا فرق

تنگ دل کوئی تنگ دست کوئی
آدمی اور آدمی کا فرق

جانتے ہے کیا ہوئے واثق
زیستن اور زندگی کا فرق

[illegible]

قیمت لگا سکا نہ کوئی دل کی آج تک
حالانکہ ہے دلوں سے یہ گھر تم بھی دیکھ لو

صحرا سے شہر شہر سے صحرا تمام عمر
[illegible]

وائے تلم پہ خون پسینہ ہے لوح پر
[illegible]

واثق نہ لکھنا پھر کہ ہمیں گھر دیا تباہ
[illegible]

[illegible]

عمر کا رخ بدل گئی شاید
ہم سے آگے نکل گئی شاید

[illegible]

میرے بچپن کی وہ پریاں کیا ہوئیں
نقرئی بالوں کی دولت اب کہاں

کوئی قیمت ہی نہیں الحاد کی
[illegible]

بچھ در راستے پہ میرے خون کی باتا سب
[illegible]

کوئی مجنوں وہ نہیں جس کا ذلیل نام ہے
شراب میں ہے مزا جب تک حرام ہے

وعظ کے بعد ذہن دھو لیتے
ایک ذرا میکدے تو ہو لیتے

سخن ہے گاؤ رطب اللسان مدت تک
غریب شہر ہو کتنا ہے اپنی بولی میں

کشتی اب اپنے ہاتھوں سے کھینے کا وقت ہے
جب کھوے بادبان

Khuda Bakhsh Library
Acc. No 11.5767

Eminent Ghazal-writers in 1985/95

Autobiographies & Selections from their poetry, by the poets themselves

Contents

1. Ijtiba Rizvi, 1
2. Ahmad Nadeem Qasmi, 17
3. Akhtar Sayeed Khan, 37
4. Iftikhar Arif, 55
5. Ghulam Rabbani Taban, 63
6. Moin Ahsan Jazbi, 79
7. Hasan Nayeem, 93
8. Khurshidul Islam, 115
9. Saqi Farooqi, 129
10. Sardar Jafri, 141
11. Ale Ahmad Suroor, 157
12. Sha'ir Lakhnawi, 169
13. Shahryar, 181
14. Shahzad Ahmad, 189
15. Zafar Gorakhpuri, 209
16. Irfan Siddiqi, 219
17. Kaifi Azmi, 229
18. Majrooh Sultanpuri, 241
19. Masud Husain Khan, 257
20. Muztar Majaz, 269
21. Mughisuddin Faridi, 281
22. Maikash Akbarabadi, 291
23. Wamiq Jaunpuri, 305-318

1995

Price Rs. 75/-

Printed by Pakeeza Offset Press, Muhammadpur, Shahganj, Patna-800006
and published by Khuda Bakhsh Oriental Public Library, Patna.

Khuda Bakhsh Library
Journal

100

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna

Khuda Bakhsh Library
Journal

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna